اعلان

ناظرین باتمکین کی خدمت مین گذارش ہے کہ دیوان مسمے بہ ریاض افکار مین جو اغلاط ملاحظہ کرین انکو ضرور صحت نامہ سے صحیح فرمالین تاکہ کوئی شک باقی نہ رہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۱۰	بھی	ہی	۷۷	۲۲	اشیان	باغبان
۹	۹	اکیدم	یکدم	۸۴	۳	کرنا	کرلی
۱۴	۸	بیکسی پہ	بیکسی و بے پر	۸۹	۱۱	و	
۱۷	۳	ایسے	اس سے	۱۲۷	۷	نہرین	لہرین
۲۲	۵	مری	میری	۱۲۸	۱۰	شبیہ دلی	نالہ دل
۲۹	۵	یہ	یہی	۱۳۴	۵	پہ	نہ
۳۸	۸	بت	بہت	۱۴۴	۴	اکر	کر
۵۱	۴	چلنے	چھلنی	ایضاً	۷	ہے	بہی
۵۴	۷	ہین	بہی	۱۴۵	۷	بیکسونکی	میکشونکی
۵۶	۶	تجھپے	تجھسے	۱۳۶	۴	سفر	سقر

۱۴۹	۵	نا	یا	۱۷۰	۵	کر	گے
۱۴۹	۱	کی	ہی	ایضاً	۷	بے	سے
ایضاً	۶	نا	تا	۱۷۳	۷	دید	وصل
۱۴۹	۷	گل و گوش	گل گوش	ایضاً	ایضاً	وصل	دید
۱۵۰	۲	تن	بن	۱۷۴	۹	گر	گرد
۱۵۳	۳	سے نہ	نہ سے	۱۷۸	۵	بکھراتو	بکھراؤ
۱۵۴	۹	تھی	سے	۱۸۷	۵	ہیں	ہی
۱۵۵	۱۰	پھر	پہر	۱۹۵	۳	ہیں	سے
ایضاً	ایضاً	×	سے	۲۰۰	۱۱	×	نہ
۱۵۷	۱	سے	×	۲۰۱	۱۱	کوتو	کچھ تو
۱۶۶	۱۰	×	سے	۲۰۲	۳	کیسے	مجھیسے
۱۶۷	۳	مشو	مزا	۲۰۶	۶	لون	کون
۱۶۸	۶		سے	۲۲۰	۵	بال	چال
ایضاً	۷	عیش	عشق	۲۲۲	۶	دلپر	دلبر
۱۶۳	۵	کہین	کھلین	۲۲۵	۲	ناہرو	راہرو
ایضاً	۵	نہین	یہین	۲۴۶	۶	استلیم	تسلیم

۲۵۱	۳	ابر	ابرو	۲۹۳	۴	یہ	وہ
۲۵۴	۲	رو	روبرو	۲۹۵	۱	سیہ	سیاہ
۲۶۷	۲	جفائین	وفائین	ایضاً	۳	قتل	مثل
۲۶۸	۱	خاک	جاکی	ایضاً	۹	منصو	منکرو
۲۷۲	۴	کے	کا	۲۹۶	۲	سکتے	رکھتی
۲۷۳	۳	کہ لینی والی ہے	کہ لیتی وقت وہ	۳۰۷	۳	سے	پ
۲۷۹	۱۰	دامن	دانہ کر	۳۱۱	۸	ہے	ہین
۲۸۰	۱	دل	دن	۳۱۳	۹	تھی	نبھی
۲۸۱	۲	مجکو	تجکو	۳۱۴	۱۱	ہمسری	ہمرہی
۲۸۳	۱۱	ہنسی	خوشی	۳۲۳	۹	ہے	ہین
۲۸۸	۱۰	[illegible]	کھلونا	۳۲۳	۱۱	سے	تھی
۲۹۰	۱	سیخابانی	تیزابانی	۳۲۴	۱۰	ہین	سکے
۲۹۱	۰	جبھی	کہین	۳۳۷	۲	دعا	صدا
۲۹۲		پر	کے	ایضاً	۳	خاک	خار
۲۹۳	۲	بھی گری	نہین کھڑی	۳۴۰	۹	ہے	کہتا
ایضاً	ایضاً	دیکھنا	[illegible]	۳۴۰	۹	گوشہ	گوشہ کے

۳۵۶	۲	کرتے	کرتی
۳۵۷	۴	وبہی لائینگے	دیہا لگائینگی
۳۶۰	۲	کیا	کہنا
۳۶۴	۱۰	سے	سے
۳۶۸	۴	بہی	ہی
۳۷۳	۳	×	شد
ایضاً	۱۰	لو	لہو
۳۷۸	۳	×	ہرسہر
۳۸۱	۵	جلا	جلاد
۳۸۴	۱	تری	ترشی
۴۰۴	۱	سنا	سنان
۴۱۳	۱	یا	یاد
ایضاً	ایضاً	مجھ	نیچی
۴۱۷	۹	درد	دود
۴۳۲	۳	مسکن	وطن
۴۳۶	۴	کی	لی
۴۳۸	۱۰	خدا کیدن	اکیدن

۴۳۹	۷	دل	دن
۴۴۰	۴	مجکو	مکمن
۴۴۴	۳	جہان	جنان
۴۵۹	۳	سے	وہ
۴۶۷	۳	نشان	فنان
۴۷۰	۱۰	انجسم	نجم
۴۷۹	۷	بادہ توبہ	بادہ و توبہ
۴۸۸	۵	بہی	سے
۴۸۹	۸	ساتھ	ہاتھ
ایضاً	۸	ترا	مرا
۴۹۰	۵	حباب	حیات
ایضاً	۱۱	دندن	دندان

نظمِ گوہر بارِ سباقِ غایاتِ کمال طلاعِ

انجمنِ علومِ بیشال صدر العلماء الکرام فخر الجہابذۃ

العظام یا فوخ الاساتذۃ الکرام رأس المحققین

سلطان المتقدمین المحاطل کالغمام المتغلغل

صیتہ بین الانام مجددِ طوامسِ معالمِ دین

مصباحِ مشرقِ منہاجِ شرعِ متین

النور الشعشانی وبحر العلوم الثانی

ثالث الجاحظ و الاصمعی عدیل البدیعی و العتبی

جناب المولوی محمد سعید مهدی صاحب

لا زالت شموس افاداته بازغة

فاخر ذی وقار و عالی قدر / مایهٔ نازش کهان و مهان

آمدی صبحگاه نزد حقیر / از پی خواندن بدیع و بیان

گشتمی شادمان ز دیدارش / ای دریغ آن زمان و اندوران

هم غزل هم سلام خود میخواند / گاه محزون نمود و گه شادان

یافتم نظم او چو باغ بهار / یافتم طبع او چو آب روان

طبع صافیش سطح آئینه وار / با مضامین چو گوهر غلطان

دست حسرت فزای خاطر من / دل عبرت نمای دیدهٔ کان
گر زداید ز نقش چه عجب / کلف چهرهٔ مه تابان
نجم نظمش اگر کند چه عجب / چشم خورشید دیدهٔ حیران
نیستم مرد فارسی گویم / تو سپندار مرد این میدان
من کجا شعر فارسی ز کجا / فاخرا ماهرا فصیح زبان
عربی گفت من کلام فست / از برایت کنم چنین و چنان
ننگ خود بشمرم چو بنشاند / وه بهر در حسب شاعر شروان
کفو من در فنون این صنعت / دعبل و سید و دگر حسان
دل محزون و گنجها مخزون / لب خشک و کنار بحر عمان
طبع من خنده زن بخندهٔ گل / کلک من رشک دیدهٔ گریان
باغ طبعم مطاف حور بهشت / گل من زینت سر غلمان

زانکه در خاطرم مدیح علیست
هیچ مضمون نباشدش مانند
مهدیا بعد ازین توهم ورد کش
شده دیوان پنجمین مطبوع

چشم دار و بشعر من بخوان
همچو یوسف نبود در زندان
هست در این محل سکوت بیان
باغ افکار فاخر فیشان

بعض احباب گفت تاریخش
گشته مطبوع و طبع شد دیوان

سنه ۱۳۱۴ھ

بے وہ دنیا کی بدولت آپکی راہیں پلین
خضر سے بڑھکر جہانمین رہنما پیدا ہوا

کافرین مشرکین کے موت سر پر آگئی
جرأت و قوت مین مثل مرتضیٰ پیدا ہوا

جان آگئی قالب بیجا مین نام پاک سے
مثل عیسیٰ بارھوان معجز نما پیدا ہوا

کاروان شہ کی آمد کا ہوا ہے شور یون
گرد اوٹھی وہ نالۂ بانگ درا پیدا ہوا

نیمۂ شعبان کو شیعہ شاد ہین کیون نہ ہون
آج عالم مین شہنشاہ ہدا پیدا ہوا

دوستو کی حاجتین فاخر نہ نکلین کسطرح

[illegible] جھیلے [illegible] ہوا [illegible] شکر ہے غرق سفینہ لب ساحل نہوا

صورت مشکل کشا حاجت روا پیدا ہوا

کیون نمک پاش جراحت مرا قاتل نہوا
زخم کا نیزے کا مزا کچھ مجھی کو حاصل نہوا

ماہ دو ہفتہ بھی اوس رخ کی مقابل نہوا
روبرو ہی شہ خاور مہ کامل نہوا

دل مضطر مین مرے جذبہ کامل نہوا
پاس بسمل کے تڑپا کوئی بسمل نہوا

یون سبک دونکی نگاہون مین ہوا بعد قضا
لاشہ کاندھے پہ اوٹھانا اونھین مشکل نہوا

الفت ابروے قاتل ہین جو دیتی تھی جان
سر کا کٹتا تہ خنجر سے مجھے مشکل نہوا

خود نمائی کہے دیتی ہے یہ خود داوس ہر کی
آئینہ کب رخ روشن کے مقابل نہوا

گالیان شکوہ مین سنتا ہون پڑین غیر و نپر
شکر کرتا ہون کہ مین تو سر محفل نہوا

کس نشانی پہ دم حشر کرونگا دعوی
کچھ بھی آلودۂ خون دامن قاتل نہوا

جھونکے آہو نکے گئے تو سوئے دریا لیکن
خیر یہ ہو گئی طوفان لب ساحل نہوا

بسمل کے تن مین سر کا نہ رہتا جھگڑا
تیز کچھ اور مگر خنجر قاتل نہوا

بے حجابانہ ملے دونو بھری محفلمین
شمع و پروانہ مین پردا کوئی حائل نہوا

دیکھے کچھ درد مین تسکین تو ہوتی شاید
دل پہ درد تہ زانوئے قاتل نہوا

نالہ ہای دل عشاق سنے وہ کیونکر
گوش زد گل کے کبھی شور عنادل نہوا

گالیان ساتھ رقیبونکے مجھے دین تمنے
اک ذرا بھی تمھین پاس حق و باطل نہوا

تمھین جا جا کے لڑاتے ہین ہمین قاتل سے
ورنہ کوئی صف مژگان کے مقابل نہوا

خلق مین کیون نهو وه قاتل عالم مشهور
کون تیر نگه ناز سے بسمل نهوا

عید قربان کو بھی عشاق په پھیری نه چھری
مثل بازار رہا کوچه قاتل نهوا

قبر مین آکے تھمے ناله دل یون میرے
جسطرح شور جرس کا سر منزل نهوا

درد و رنج و الم و غم نه بسے دلمین مرے
کاروان کوئی داخل منزل نهوا

قبر مجھ کشته حسرت کو میسّر نهوئی
حیف مر کر بھی پہونچنا سر منزل نهوا

...یاب کو گیسو مین پھنسایا نه کبھی
دام مین صید کوئی طائر بسمل نهوا

بحر غم جھیل کے اوبھرا دل بیتاب مرا
شکر ہے غرق سفینه لب ساحل نهوا

اک زمانه کف رنگین بتا نکے ہاتھون
خون تھوکا کیا کسکو مرض سل نهوا

بان قیس نه پھر گرد بھی پایا اوسکی
تیز صرصر سا مگر ناقه محمل نهوا

کهتا تھا که آنکھون ہی مین ہی لیلی
پرده چشم مرا پرده محمل نهوا

قبر مین آکے فرشتون نے سنایا فاخر

غزل — چھین اکرم کبھی ہو نچکر سر منزل نہوا — تعداد اشعار ۱۲

رسن زلف مین وابستہ مرا دل نہوا
للہ الحمد گرفتار سلاسل نہوا

دولت عشق سے کچھ بھی مجھے حاصل نہوا
پاس اک درہم داغ جگر و دل نہوا

تاک کے جھانک کے لیلی کو بھی مجنون تکتا
حیف مجنون کی طرح مین پس محمل نہوا

قیس کہتا تھا کہ اس طرح تھی تنہا لیلی
میری آہون سے بھی وا پردۂ محمل نہوا

جام بھی خاک سے میری نہ بناوا ہی نصیب
سنگ بھی مین لب جان بخش کے قابل نہوا

شرم آتی ہے طلب کرتے ہوے دل مجکو
چھین لینا اونھین دل کا کوئی مشکل نہوا

چھوٹ کر اپنے وطن سے نہین ہوتا ہے کمال
قطع ہو کر کوئی ناخن مہ کامل نہوا

اونکے کوچے مین مین کیون ٹھوکرین کھانے دیتا
میرے قابو مین یہ کم بخت مرا دل نہوا

مرغ مذبوح ہے کیا ماہی بے آب ہے کیا
مثل دل کے مرے بیتاب کوئی دل نہوا

دیکھنا غیر کو بیٹھے ہوے اونکے پہلو مین
للہ الحمد کہ اونسا مرا دل نہوا

نہ مزا اوس کا پایا نہ تڑپنے کا مزہ
کند گردن پہ رواں خنجر قاتل نہوا

دل عشاق ہین سنتا ہون ہدف ہاتھون تین
آج کوئی غضب ہین ہمہ تن دل نہوا

پیچ مین گیسوے جانانکے یہ اولجھا ہی رہا
اوسکی رفتار سے پامال مرا دل نہوا

دلربائی کا مزہ ہین ہی چکھاتا اوسکو
کسی معشوق کی مٹھی مین مرا دل نہوا

جانکر شانہ کبھی تو وہ بناتے زلفین
تیغ بیداد سے صد چاک مگر دل نہوا

شکل کیا خاک صفائی کی نظر آئے مجھے
صاف اونکا تو کبھی آئینہ دل نہوا

دونو ہاتھونسے وہ سینہ تو دباتے میرا
ایکدن بھی مجھے دردجگر و دل نہوا

ہے یہ رفتار اونھین کی جو پسے جاتے ہین
کبک کی چالسے پامال کوئی دل نہوا

ترچھی نظرون ہی سے دیکھا کیے ہر روز مجھے
ایکدن بھی ہدف تیر نگہ دل نہوا

پہلوے یار سے اورونکے گیا پہلو مین
بیوفا اونکا بھی کمبخت مرا دل نہوا

قبر مین آپ مرا لاشہ تڑپ کر آیا
شرکت غیر سے مین داخل منزل نہوا

مثل گل ایک ہی شب رکھتے اسے پہلو مین
حیف پھولونکے برابر بھی مرادل نہوا

خوف دشمن کا نہین اہل توسع کو ذرا
چاک خارون سے کبھی دامن منزل نہوا

پاؤن پھیلا کے تو آنکھون مین کسی کی رہتا
سرمہ رفتار سے پس پس کے مرادل نہوا

اسکے جانے سے بھرے رنج و غم و درد ایسے
آکے پہلو مین مرے پھر گذر دل نہوا

واے قسمت کہ ملی الٹی سزا محشر مین
ہمین مجرم ہوے خون فی منہ قاتل نہوا

ہنسکے کہتے ہین وہ مل ملکے گلونکو مجھسے
میری مٹھی مین اسیطرح ترا دل نہوا

غزل	برق میرے دل بیتاب کے آگے نہ تھے ابر رونیمین بھی فاخر کے مقابل نہوا	تعداد اشعار ۲۰

جان لیگا یہی میری دل پرفن میرا
سب سے بڑھکر مرے پہلو مین ہے دشمن میرا

آج جو پایا ہے مری قبر کا دشمن میرا
کاش ہو جاے کہین خاک بھی مدفن میرا

باغبان ہی نہوا ہو کہین دشمن میرا
کسنے برباد کیا آج نشیمن میرا

ان حسینوں مین زلیخا سا کوئی عاشق ہو — بشغلِ یوسف کے کہین چاک ہو دامن میرا

زہر چشیدہ کا ہے گل زخم جگر سے نیلے ہین — ان دونون خوبیون سے سرسبز ہے گلشن میرا

داغ سوزان کو نہ کیون پردۂ دل مین رکھون — گل کہین ہو نہ چراغِ تہِ دامن میرا

دم داؤد کا نالو نہین اثر ہے میرے — موم پتھر کو کرے نالہ و شیون میرا

مر گئے بھی سوزشِ غم نے یہ اثر دکھلایا — خاک جل جلکے ہوا تختۂ مدفن میرا

میری آہون نے لحد مین بھی یہ رخنے ڈالے — چھن کے غربال ہوا تختۂ مدفن میرا

ذبح کیوقت اقاتل کی یہ تجھسے تاکید — خون سے دیکھ نہ آلودہ ہو دامن میرا

ساتھ اشکو نکے بہے لختِ جگر آنکھو نسے — بھر گیا گوہر و یاقوت سے دامن میرا

عمر یکدم کی نشانی بس مرے دل کے یہی — ہو حبابِ لب جو گنبدِ مدفن میرا

چمن دل پہ پڑی اوس یہ کیسی یارب — تر و تازہ نہوا پھر کبھی گلشن میرا

شمع سا یہ بھی ہمیشہ کہین رویا نہ کرے — کیون یہ ہنستا ہے چراغ سر مدفن میرا

نہوا چاک گریبان سحر تو شب ہجر
ٹکڑے ٹکڑے ہو دست جنون سے کہین دامن میرا

آئین کم بخت لحد مین بھی نہین تھمتی ہین
گل کہین ہو نہ چراغ سر مدفن میرا

رو کا جاتے ہوے بینے جو شب وصل اونہین
اوٹھکے جھنجلا کے کہا چھوڑدو دامن میرا

کیون نہ بیساختہ آنکھون سے ہون آنسو جاری
دل مین کرتا ہے اثر نالہ و شیون میرا

غزل

زندگی مین ہون کہین پر یہ دعا کر فاخر
مر کے ہو روضۂ شبیر مین مدفن میرا

تعداد اشعار ۱۲

ڈھونڈتے پھرتے ہین گھر وہ پس مردن میرا
بے نشانی تو ہی بتلا او نہین مدفن میرا

ہمصفیرو تھا کبھی باغ مین مسکن میرا
آجکل کنج قفس مین ہے نشیمن میرا

وہ تو آئے نہ شب ہجر اجل آئی مری
مہربان دوست سے بڑھکر ہوا دشمن میرا

سوزش دل سے جو جل جائین لحد کے تختے
خاک روئیدہ ہو پھر سبزۂ مدفن میرا

ہمصفیرو کوئی صیاد سے اتنا پوچھو
اب بھی دیکھا ہے گلستان مین نشیمن میرا

اوچھی تلوار وہ ہنس ہنسکے لگاتا ہے مجھے
رحم کرتا ہے مرے حال پہ دشمن میرا

دیکھیں اب گردش تقدیر دکھاتی کیا کیا
اوڑکے جاتا ہے بگولے میں نشیمن میرا

اتنی مدت ہوئی صیاد قفس میں مجکو
یاد اتنا نہیں کسجا تھا نشیمن میرا

سرد آہیں مری تربت پہ کوئی بھرتا ہے
ٹھنڈا ہوتا ہے چراغ سر مدفن میرا

یا علی کہکے وہ ہاتھوں سے کلیجہ تھامے
ہوک اوٹھے جو سنے نالۂ شیون میرا

آئینہ دیکھکے کہتے ہیں وہ اپنے دل سے
خط نکلنے سے مٹا تو نہیں جوبن میرا

آئے تو لاش پہ میت اوٹھائی بھی
کچھ خیال انکو ہوا تو پس مردن میرا

مرگ مجنوں کی خبر سنکے یہ لیلی نے کہا
کوئی لیجائے کفن کے لیے دامن میرا

شمع کہتی ہے مقدر ہی میں عریانی تھا
نہ چھپا پردۂ فانوس سے بھی تن میرا

چاک کیوں قبر پہ کرتے ہو گریباں اپنا
دل ہوا جاتا ہے ٹکڑے تہ مدفن میرا

خود مری خاک سے زینت ہے مری تربت کی
شامیانہ ہے غبار سر مدفن میرا

زیست میں آپ جیسے پیار کیا کرتے تھے — ملگیا خاک میں وہ دل تہ مدفن میرا

دردِ دل کی مجھے یاد آئی نشست و برخاست — اوٹھکے بیٹھا جو غبار سر مدفن میرا

زخمہای دلِ سوزان جو مرے ہنستے ہیں — خندہ زن کیا ہے چراغ سر مدفن میرا

ہو گیا کھیل یہ اوس طفل کو آتے جاتے — ہر قدم پاؤں سے ٹھکراتا ہے مدفن میرا

غزل	عندلیبِ چمنستانِ علی ہون فاخر پاس ہے بلبل سدرہ کے نشیمن میرا	تعداد اشعار ۱۳

غیرت کسکو بعثت سرو صنوبر نہ رہا — کون تھا باغ میں کھینچے ہو جو سر نہ رہا

ناتوانی سے میں کب بیکس بے پر نہ رہا — اب تڑپنے کی بھی قابل دل مضطر نہ رہا

شغل بو سونگھنا کب وہیں مست کو اکثر نہ رہا — کب قریب اوسکے لبونکے لب ساغر نہ رہا

دل میں ارمان رہا دیر کبھی گر نہ رہا — خالی مہمان سے اکدن بھی مرا گھر نہ رہا

ایک بھی اوس رخ روشن کے برابر نہ رہا — دیکھو مہتاب تو شب کو شہ خاور نہ رہا

عوض ظلم وستم ایک دیا بوسہ مجھے — دعوی اب یار سے مجکو دم محشر نرہا

شمع پروانہ سے کیون ملکے نہوتی عریان — وصل مین کون تھا جو جامے باہر نرہا

جسنے کل برق جہندہ کو کیا تھا محجوب — آج پہلو مین مرے وہ دل مضطر نرہا

کہکے اک وعظ مین چار اسنے سنی زند ونہی — وقر وعظ کا کوئی اب سر ممبر نرہا

خالی کب مجھے کا دیا جام نہ ساقی نے مجھے — کب مری عمر کا چھلکا ہوا ساغر نرہا

اپنی صنعت پہ تعجب نہین کرتا صانع — آئینہ دیکھکے حیران سکندر نرہا

صدمہ درد سے بیتاب نہونے دینا — میرے قابو مین مگر یہ دل مضطر نرہا

ہوا تنہا تو بلاؤن نے پھر آکر گھیرا — خالی رہنے پہ بھی ویران مرا گھر نرہا

قتل کرکے کسی بیکس کو ہوا کب خجل — سر جھکائے ہوئے کب میان مین خنجر نرہا

اوڑکے پہونچیگا خط شوق مری ہو جسسے — نرہا قابل پرواز کبوتر نرہا

ٹھہری امید کہ ہوے اشک آنکھون مین آ جو رکین — جب ہوا تھم گئی طوفان سمندر نرہا

وادیٔ عشق میں گمراہ میں ہوتا کیونکر
کب مرا راہ نما خضر سکندر نہ رہا

کیا ہوا خاک وڑائی جو بہت ناقہ نے
قیس کب محمل لیلا کے برابر نہ رہا

کسی زانو کے تصور میں میں سر دھرتا رہا
ہجر کی شب کبھی تکیہ پہ مرا سر نہ رہا

ہوں وہ درویش کہ چھوڑا نہ در دولت کو
کب مرا سایۂ دیوار میں بستر نہ رہا

وصل کی رات گھٹا کی تو بڑھا کی شب ہجر
کونسا ظلم فلک کا تھا جو ہم پر نہ رہا

آج کیوں حشر کے انبوہ میں دل ہلتا ہے
کسی ہنگامے میں یاں تو کبھی مضطر نہ رہا

دعوی ہر ایک کو یوں تو ہے غزل کہنے کا
مثل ناسخ کے مگر کوئی سخنور نہ رہا

دل عشاق کے کشور کو بھی پیس و پچھاڑا
صف مژگاں بتاں سے کوئی ہمسر نہ رہا

دامن ابر میں یہ چاند چھپا رہتا ہے
سینہ پہ اوس ماہ کے کب گوشۂ چادر نہ رہا

کیا لگی دل کی بجھے چاہ ذقن میں اوسکے
تشنہ کب چشمۂ حیواں پہ سکندر نہ رہا

دوش پر بار نہ کیونکر ہو شب فرقت میں
سر وہ کیا زانوی دلدار پہ جو سر نہ رہا

ساتھ سوئے بھی تو وہ منہ کو پھیر کے مجھسے
کب شب وصل بھی برگشتہ مقدر نہ رہا

اونکی آنکھوں سے رواں رخ پہ نہ کب اشک رہے
منہ پہ کب غم مین مرے گوشۂ چادر نہ رہا

درد و غم آکے بسا رہے دلکو میرے
ایسے ویران غریبونکا کبھی گھر نہ رہا

غزل

وان بھی آیا نہ اسے صورت سیماب قرار
اوسکے پہلو مین بھی فاخر دل مضطر نہ رہا

تعداد اشعار ۲۱

حرم مین دیر مین جلوہ کی آرزو مین رہا
غرض جہان مین رہا تیری جستجو مین رہا

یہ تشنہ میرے رگ دلکی جستجو مین رہا
ہمیشہ نشتر غم خون آرزو مین رہا

اودھر وہ تیغ لیے قتل آرزو مین رہا
ادھر یہ دل مرا ڈوبا ہوا لہو مین رہا

لیے شباب خمیدہ یہ جستجو مین رہا
ضعیف عمر و جوانی کی آرزو مین رہا

زمین کوچۂ جاناں کی خاک چھانا کیا
مین اپنے کھوئے ہوے دلکی آرزو مین رہا

سنا تھا قبر مین ہوتی ہے دید یار نصیب
عدو مین جان کا مرنیکی آرزو مین رہا

وصال دختر رز یون مجھے نصیب ہوا
مدام ہاتھ مرا گردن سبو مین رہا

پس فنا تو وہ شانہ مرا ہلا سینگے
تمام عمر اسیکی مین آرزو مین رہا

کبھی کبھی جو سر طور مین بھی جا نکلا
جناب حضرت موسے گفتگو مین رہا

چمن مین بلبلین صیاد نے حلال جو کین
مہینون خون عنادل کا آبجو مین رہا

اجل کو مین نہ ملا اور مجھے اجل نہ ملے
وہ میری فکر مین مین اوسکی جستجو مین رہا

کبھی جو مینے کیا وصف زلف پیچا پیچا
بیان اوسکا گیا کچھ طول گفتگو مین رہا

بجا ہے اب جو کہون اسکو نافۂ آہو
بسا ہوا مرا دل زلف مشکبو مین رہا

یہ وسوسہ بھی بلا شک ہے کار شیطانی
قضا نماز ہوئی اور مین وضو مین رہا

تمھارے ناخن پا کا ہلال آیا ہاتھ
فلک پہ ماہ دو ہفتہ جو جستجو مین رہا

جگر کا داغ جلا دل جو کھو گیا میرا
چراغ لیکے بھی مین اوسکی جستجو مین رہا

مین گالیان پہ بھی اونکی نہ منہ سے کچھ بولا
ہمیشہ پاس ادب مجکو گفتگو مین رہا

لحد مین حشر مین پایا کہین نہ ہم نے تجھے | کہان کہان نہ پریشان ہین جستجو مین رہا
امید وصل پہ جیتے رہے فراق مین ہم | ہمارا رشتۂ جان دست آرزو مین رہا

غزل

ملی نہ وادیِ عرفان کی حد سب مجھے فاخر
مین ساتھ خضر کے برسون ہی جستجو مین رہا

تعدادِ اشعار

ہر ایک انمین ہے برباد کن جوانونکا | اُنھی نام ہی مٹ جائے آسمانونکا
گذر نظر سا ہوا گھر مین ناتوانون کا | چلا نہ زور کچھ اونسے نگاہبانونکا
دلِ ضعیف کو قوت ہے تیرِ آہ سے یون | عصا سے زور بڑھے جیسے ناتوانونکا
مٹے ہونگے مٹائے فلک نے نام تلک | پتا مکین کا نہ پایا نشان مکانونکا
ہوا ہے دیکھکے دل تیرِ عشق سے بسمل | ہے زور یار کی انگڑائی مین کمانونکا
چمن مین آئی جو مدت کے بعد ہو کے رہا | پتا لگا نہ عنادل کو آشیانونکا
انھین تو آمد و رفتِ نفس بھی ہے مشکل | عدم وجود برابر ہے ناتوانونکا

تو اک زبان سے بلبل یہ غل مچاتی ہے	سکوت دیکھ تو سوسن کی ورزبانونکا
قفس مین کیون نہ پریشان حواس ہون صیاد	اوڑا رہا ہے مجھے شوق بوستانونکا
جو اسنے خواب کو آنے دیا نہ تا در چشم	ہے پاسبان بھی مگر شیوہ پاسبانونکا
مٹے ہوونکی بنانا نہ ہمدمو قبرین	نشان یہی ہے فقط ہمسے بے نشانونکا
کسی مسیح کا شاید ہے انتظار انھین	رکا ہے آنکھونمین دم آکے نیم جانونکا
دل و جگر مین کھلائے ہین پھول داغونکے	نمونہ غم نے دکھایا ہے بوستانونکا
یزید غم نے کیا حسرتونکو دل مین قتل	بہایا خون ہے کعبے مین میہمانونکا
ضعیفی انکی ہوئی طول زیست کا باعث	کہ دم نکل نہ سکا تن سے ناتوانونکا
ہم اوس محل مین گئے ہین انھین کی سازش سے	ہمارے سر پہ ہے احسان پاسبانونکا

غزل ۹	ملال و درد و الم شوق سے ہین فاخر مکان دل ہے مرا ایسے میہمانونکا	تعداد اشعار ۱۷

ضعیف پیر بگاڑیگی کیا جوانونکا
کبھی غرور چلا ہمسے آسمانونکا

بلند نام ہوا آہ سے جوانونکا
کلیجہ چھاند یا اسنے آسمانونکا

عروج پر بھی نہ تو چھوڑ خاکساری کو
جھکا ہے خاکپہ سر دیکھ آسمانونکا

کبھی وقار دیا اور کبھی ذلیل کیا
طریقہ آپنے سیکھا ہے آسمانونکا

رقیب آپکے کہنے کو ٹال گئے
کبھی جو ذکر ہوا ونسے امتحانونکا

شکستہ قلب و جگر مین خوشی ہے کیونکر
مکین ہو کیا کوئی لوٹے ہوئے مکانونکا

نہ چھیڑ وحشت نوردی مین غول صحرا تو
مین اک غریب ستایا ہون آسمانونکا

ملے لحد مین بھی یاران رفتگان نہ مجھے
پتا لگا سر منزل نہ کاروانونکا

قبول کیا ہون دعائین گناہگاروں کی
اثر ذنوب سے جاتا رہا زبانونکا

عصا لیے ہوسے ساتھ انکے پیر بھی چلتا ہے
ضعیف ہوتا ہے سایہ بھی ناتوانونکا

ہلا کے سر کو کرے باتین شمع محفل مین
اشارہ نطق ہی گویا ہے بے زبانونکا

چراغ و شمع سے یہ بات مجکو ہاتھ آئی
خموش ہونا ہے لازم جلی زبانونکا

مزارِ کوہکن و قیس کا مجاور رہون
مین رہنے والا ہون اجڑے ہوے مکانونکا

دل و جگر کے لیے جستجو ہے داغونکی
بسانا ہے مجھے اجڑے ہوے مکانونکا

ملی زبان سے زبان ایسی بوسہ بازی مین
یقین ہو غیر کو خامے کی دو زبانونکا

بلائین آفتین لاکھون ہین ہمنشین میری
مکین ہون جیسے مین اجڑے ہوے مکانونکا

تعداد اشعار ۱۸	سناؤن کس سے پر درد مین حال دل فاخر وہ شوق ہی نہین رکھتے ہین داستانونکا	غزل

پتا نہ باغ کا ہوگا نہ باغبانونکا
مٹانا مد ہے اسیرونکے آشیانونکا

ہمین پیر ہا ہمیشہ سے ہے جوانونکا
لگائین تیر نگہون آسرا کمانونکا

دعائین ہمسے ضعیفونکی کسطرح ہون قبول
اثر تو لیگئی تاب و توان زبانونکا

بنا نہ خاک کا ذرّہ نہ کوکب افلاک
نصیبونکا ہوا مین نہ آسمانونکا

ہے راستی بھی عدوئے ظالم خمیدہ کی
درست تیر ہوں نکلے جو بل کمانوں کا

بھویں کھچیں تو بڑھی یوں وہ تند تیز نظر
کہ جیسے تیر رواں ہو کڑی کمانوں کا

دبا رہے ہیں یہ سب ملکے ایک بیکس کو
الٰہی زور گھٹا دے تو آسمانوں کا

ہجوم حسرت و حرماں میں دل بھی جاتا ہے
اسیر قافلہ یوسف ہے کاروانوں کا

اوڑائیں دھجیاں جو فانی شکست وہ یوں
پتا لگا نہ سفینوں کے بادبانوں کا

کسی کے سبزۂ خط کا مجھے خیال آیا
ہرا بھرا کوئی دیکھا جو کھیت دھانوں کا

کشیدہ رہتی ہے خاطر بشر کی پیری میں
دلیل رکھتا ہے کھنچنا ہی کمانوں کا

کرو نقوش قدم میں تم اپنے دفن ہمیں
مزار چاہیے ایسا ہی ناتوانوں کا

پڑے ہیں ساتھ پھپھولے کباب آتش غم سے
مقام دل میں ہوا ہفت آسمانوں کا

وہ رحم دل ہوں کہ دیدوں میں [illegible]
تڑپنا دیکھ نہیں سکتا نیم جانوں کا

درم فشاں در تیرے سے علی نے فرمایا
ذرا خیال رہے اسکے آستانوں کا

خدا بچائے دم نزع اولٹی سانسونسے | کلیجہ منہ کو ہے آ گیا جوانونکا
زمین قبر نے ایسا دیا فشار مجھے | ہوا ہے سفر پراگندہ استخوانونکا

غزل ۱۱

غزل کو سنکے وہ تعریف حد کی کرتے ہین
ہمین لطف ہون فاخر ہین قدردانونکا

تعداد اشعار ۲۲

محروم آج بھی رہے یہ بادہ نوش کیا | فاخر کو جام دیگا نہ آکے میفروش کیا
اس خاکنے اوڑا ہین میکش کے ہوش کیا | ہے دُرد بادہ گرد در میفروش کیا
بلبل نے زمزمونسے اٹھایا خروش کیا | کر ہوگئے گلونکے گلستان مین گوش کیا
کیا مجھی سے وہ میت عاشق پہ کہتے ہین | آئیگا اس مریض کو میرے نہ ہوش کیا
تھا شوق دید آپکو لیکن رہی نہ تاب | جاتے رہے کلیم نظارے سے ہوش کیا
مست شراب ناز ہون ہشیار خاک ہون | بیہوش ہون مین عشق کی آئیگا ہوش کیا
کیون بند کر رہے ہین نگہین چشم بین | میری زبان جواب مین ہوگی خموش کیا

فصل بہار آئی ہے سودے کا زور ہے
کھاتا ہے اوڈا اوڈ کے خون تنمین جوش کیا

ہر داغ دل کے سینۂ زخمی کے سامنے
گلدستہ کیا ہے اور سبدِ گلفروش کیا

سنتی نہین ہے یہ بھی تو پروانونکی فغان
گل کی طرحسے شمع کے بھی کرہین گوش کیا

مثل کلیم دید سے محروم رہ گیا
گم ہو گئے ہین دیکھتے ہی وسکو ہوش کیا

قاتل تو کھینچتا نہین کیون تیغ میان سے
دیدونگا اپنی جان نہین سرفروش کیا

کہتے ہین تجھو دیکھین جو ہوتا ہون مین فدا
آیا ہے تجکو آج محبت کا جوش کیا

لو دے رہا ہے داغ جگر بعدِ مرگ بھی
شمع مزار ہوگی ہماری خموش کیا

اٹھلاکے جسطرحسے وہ باتین بناتے ہین
بہکے گا اوسطرحسے کوئی بادہ نوش کیا

یہ کج ادائیان نہین چشمان مست کی
پھرتے ہین جھومتے ہوے وہ بادہ نوش کیا

ٹکڑے ہوا جو آئینۂ دل تو غم نہین
لے لینگے اوسکو مول نئے خوردہ فروش کیا

نازان عبث فروغ ضیا پر ہے اے فلک
شمع قمر سحر کو نہو گی خموش کیا

نقشہ فراق کا جو نظر آئیگا مجھے
تصویر کی طرح سے نہونگا خموش کیا

ڈرتا ہون اپنے گریۂ بے اختیار سے
طوفان پھر اوٹھائیگا رقت کا جوش کیا

لے آیا بیچنے کو یہ بازارِ مصر مین
یوسف کا حسن آپ ہے بردہ فروش کیا

غزل ۱۲

فاخر نے جو کہا وہ جہرو کونسے کھل گیا
رکھتی ہے اونکے گھر کی بھی دیوار گوش کیا

تعداد اشعار ۲۲

آیا ہے مثل قیس کے وحشت کا جوش کیا
مانند آہوونکے رمیدہ ہین ہوش کیا

پہونچا مری فغان کا فلک پر خروش کیا
ہے آسمان سحاب سے پنبہ بگوش کیا

واعظ سنین گے پند نہ یہ دیکھے گوش کیا
رندونمین کوئی ہوتا نہین حق نیوش کیا

سوسن سے عندلیب تو کرتی ہے کیون سوال
تیرا جواب دے گی زبان خموش کیا

کشتہ ہون ایک تیغ تغافل کا وہ مین
آئیگا مجھکو شورِ قیامت سے ہوش کیا

کہتا ہے پاس آکے دم تلقین مرا مسیح
شانہ ہلانے سے بھی نہ آئیگا ہوش کیا

چپ ہو گئی عندلیب جھونکے سے اے صبا
مانند شمع ہو گئی زبان یہ خموش کیا

پیری کی سانسیں چلتی ہیں مثل نسیم صبح
شمع حیات اب بھی نہو گی خموش کیا

ساقی نہو تو خاک ہو دریا پہ کیف سے
جام حباب لے کے کریں بادہ نوش کیا

اون کا کلون نے یار کو ضحاک کر دیا
لہراے ہیں سانپ سے بالاے دوش کیا

محشر میں ہو گا پردہ عصیاں کبھی فاش
ڈھانپے گا میرے عیب نہ وہ پردہ پوش کیا

پیمانۂ حیات چھلکنے کو ہے مرا
دیگا نہ اب بھی جام تو اے میفروش کیا

ملتا ہے کیا عروج بشر کو بس فنا
جاتا ہے ہاتھوں ہاتھ جنازہ بدوش کیا

مثل غبار جا سکونت ہوا پہ ہے
ہو گا مری طرح کوئی خانہ بدوش کیا

سنتا نہیں ہے بادہ پرستوں کی ایک بھی
ساقی بھی مثل شیشہ ہے پنبہ بگوش کیا

کیوں جلوہ گر یہ عقد ثریا ہے اے فلک
اوس ماہ وش کا ہو گا یہ درہاے گوش کیا

قاتل گلے لگاؤں نہ کیوں وقت قتل سے
مثل عروس تیغ نہیں سرخ پوش کیا

ہے انتظار دوست کے بلوانیکا بہت
دیکھون بشارت آکے مجھے دے سروش کیا

لائے ہین وہ جلاکے مرے دلکی آگ سے
شمع لحد رقیب کی ہوگی خموش کیا

ہر اک بشر کے کاتب اعمال کی طرح
ہوگا جہان مین یون کوئی خانہ بدوش کیا

میت مری اوٹھا نہین کہتا ہے اوسے نام
تابوت تم اوٹھاؤگے بالائے دوش کیا

غزل ۱۲	نشہ مین بھی ذرا مین بہکتا نہین کبھی فاخر مے ولائے علیؑ کا ہے جوش کیا	تعداد اشعار ۵

جلوہ مرئی مجھے آ دوست ترا کیا ہوتا
بچ گیا ورنہ تصور سے غش آیا ہوتا

قتل کرکے مجھے جلاد بھی رسوا ہوتا
خون ناحق کا جو تلوار مین دھبا ہوتا

وادیِ عشق مین مرتا نہ تو رسوا ہوتا
پردہ پوشی کے لیے دامن صحرا ہوتا

وہ حریم حسن نہانے کو جو آیا ہوتا
خون عشاق کا میلا لب دریا ہوتا

تم سے بیمار تپ ہجر جو اچھا ہوتا
نام دنیا مین تمھارا بھی مسیحا ہوتا

قیس نے چشم تصور سے جو دیکھا ہوتا
ہر حباب لب جو محمل لیلیٰ ہوتا

بحر خون جوش پہ قاتل اگر آیا ہوتا
سر ہر اک بہکے حباب لب دریا ہوتا

ایسے پھائے سے کلیجہ مرا ٹھنڈا ہوتا
داغ سودا کے لیے پنبۂ مینا ہوتا

دیدۂ تر کو اگر جوش بکا کا ہوتا
پھر کوئی نوح کا طوفان بھی آیا ہوتا

انقلاب آہ سے مجنوں کے جو لیلیٰ ہوتا
ناقہ محمل پہ تو محمل پہ یہ ناقہ ہوتا

گرتا کیوں خاک پہ قالب میں ہر اک ہاتھ ہوتا
گر عصا ہاتھ میں میخوار کے مینا ہوتا

زور آہوں میں مری ور بھلا کیا ہوتا
ورق دفتر ہستی ہی کو اولٹا ہوتا

تو نہ روتا نہ مری روح کو صدمہ ہوتا
کاش ہمراہ جنازے کے نہ آیا ہوتا

زندہ رہتا تو تری زلف کا سودا ہوتا
جان نہ دیتا جو شب ہجر تو رسوا ہوتا

درد فرقت سے ہر اک یوں تہ و بالا ہوتا
دل کلیجے پہ تو اس پہ کلیجا ہوتا

خود تڑپ کر سو گئے قدر جو روتا ہوتا
تیرے بسمل پہ نہ احسان کسی کا ہوتا

اونسے مسلول محبت جو نہ اچھا ہوتا
برسوں ہی خون جگر ہجر مین تھوکا ہوتا

وار اوچھا کوئی قاتل جو لگایا ہوتا
رقص بسمل کا ذرا دیر تماشا ہوتا

اسکے جانیکا مجھے رنج نہ اصلا ہوتا
ایک تھا دل جو مرے پاس نہوتا ہوتا

شکل سوزن کے اگر میرا نصیبا ہوتا
ہر قدم چاہ مین قسمت نے گرایا ہوتا

آپ نے ہاتھ جو سینے سے ہٹایا ہوتا
درد میرے دل مضطر مین زیادہ ہوتا

زور آہونکا اگر اور زیادہ ہوتا
منہ کے باہر شب فرقت مین کلیجا ہوتا

حوصلہ نام بڑھانیکا مجھے کیا ہوتا
دل ہی اتنا وہ بڑھاتے کہ کلیجا ہوتا

انقلاب اور جہان مین کوئی ایسا ہوتا
تاج اولٹا ہوا کشکول گدا کا ہوتا

حشر مین قتل کا قاتل کی گلا کیا ہوتا
کون سی بات تھی جسکا مجھے شکوا ہوتا

چھو جو لیتا مین رخ آتشین اچھا ہوتا
آبلہ ہاتھ مین پڑتا ید بیضا ہوتا

ہاتھ اپنو سے بھی کانٹون نے اوٹھایا ہوتا
چاک مانند مرے دامن صحرا ہوتا

قلزمِ اشک اگر چشمین آیا ہوتا
ڈھیلا آنکھونکا حبابِ لبِ دریا ہوتا

ماہِ کنعانسے نہ گر عشقِ زلیخا ہوتا
آپکے دامنِ عصمت مین نہ دھبّا ہوتا

ہون وہ مجنون کہ مجھے دشتمین دھوکا ہوتا
دور کا نخل ہر اک محملِ لیلیٰ ہوتا

وحشیونکے لیے اک سہل سا رستا ہوتا
چاک دامن جو مرا جادۂ صحرا ہوتا

بختِ خفتہ سے جو راتونکو نہ سونا ہوتا
خشک کیونکر نہ دماغِ سرِ سودا ہوتا

جوش زن بحرِ فنا کا کوئی موجا ہوتا
ساغرِ عمر حبابِ لبِ دریا ہوتا

چھونے والا جو تری زلفِ رسا کا ہوتا
دستِ مشاطہ کو حاصل یدِ طولا ہوتا

اور الطاف و کرم مجھپہ خدا کا ہوتا
اے بتو تم جو بگڑتے تو مرا کیا ہوتا

فیضِ ابرِ کرمِ یار تو ایسا ہوتا
بار آور جو مرا نخلِ تمنا ہوتا

بادہ خوارون کا کوئی پھر نہ سہارا ہوتا
موت انکی تھی تہیدست جو مینا ہوتا

کنجِ عزلت مین اگر بادیہ پیما ہوتا
خانۂ مور بھی مجھ زار کو صحرا ہوتا

فرش آنکھوں کا تری راہ میں بچھا ہوتا	حلقۂ چشم مرا نقشِ کفِ پا ہوتا
زخم جو سعی دلِ درویش کا پھاہا ہوتا	نانِ جو کا جو میسر کوئی ٹکڑا ہوتا
کسب اعمال حسن سے جو نہ لاشا ہوتا	دوشِ احباب پہ پھر بارِ جنازا ہوتا
گرم آہوں کا مری اور اثر کیا ہوتا	خلق میں چلۂ سرما میں بھی گرما ہوتا
جوش زن گریۂ احباب کا دریا ہوتا	مثل کشتی کے رواں آپ جنازا ہوتا
طالبوں کو درِ دولت پہ نہ روکا ہوتا	بھیڑ ہوتی تو قیامت کا تماشا ہوتا

غزل ۸	چھد کے ترکش کی طرح میرا کلیجا ہوتا تیر اونکا دلِ فاتر میں تمنا ہوتا	تعداد اشعار ۲۵

میری تربت پہ پئے فاتحہ ہی آیا ہوتا	فاتحہ کو تو ذرا ہاتھ اوٹھایا ہوتا
تھا جو دلسوز تو مرقد پہ تو آیا ہوتا	صورتِ شمع کوئی اشک بہایا ہوتا
تیر انداز سوئے دل کوئی آیا ہوتا	او کماندار نشانہ پہ اوڑایا ہوتا

شور اتنا مرے نالوں نے مچایا ہوتا
طالعِ خفتۂ عاشق کو جگایا ہوتا

مسکرا کر سوی عشاق نظر کی ہوتی
صاعقہ خرمن ہستی پہ گرایا ہوتا

مثلِ شبنم تو رولاتے رہے برسوں مجکو
صورتِ گل بھی کبھی تمنے ہنسایا ہوتا

مانگتے گر کے نہ پانی بھی یہ زخمی تیرے
ہاتھ قاتل کوئی ایسا تو لگایا ہوتا

جانتا ظل ہما سے بھی کہیں بڑھکر اوسے
سر پہ پیکر تری دیوار کا سایا ہوتا

جاکے عقبیٰ میں تاسف تھا اسی کا مجکو
ہاتھ دنیا کی محبت سے اوٹھایا ہوتا

نہ سہی خط کوئی ملتی تو خبر قاصد سے
کاش پیغام زبانی ہی سنایا ہوتا

دیدۂ تر مرا اشکوں سے بجھاتا نہ اگر
آتشیں آہ نے گھر دلکا جلایا ہوتا

ناز اوٹھواتے رہے اپنے ہمیشہ مجھسے
تمنے لاشہ بھی مرا جان اوٹھایا ہوتا

دیکھ سکتے نہ کبھی آپ نظر بھر کے ہمیں
مہرِ رخ دیکھنے والوں کو دکھایا ہوتا

شکوہ منظور اگر تھا نہ مرا شور و نما
نام بھی دفترِ ہستی سے مٹایا ہوتا

تیغ رک رک کے نہ گردن پہ پھراتا قاتل | کاش اس سے تو تجھے رحم نہ آیا ہوتا
خاکساری نہ اگر ہوتی دلیل رفعت | چرخ نے خاک پہ پھر سر نہ جھکایا ہوتا
ظالموں میں صفتِ چرخ نہوتا مشہور | بیکسوں کو نہ اگر تو نے ستایا ہوتا
حال کھلتا مری برداشت کا اوس وقت تمہیں | غیر کو بھی جو اسی طرح ستایا ہوتا
عشق گیسو میں یہ گل کھائے ہیں تن پر جراح | مشک سودہ مرے زخموں میں لگایا ہوتا
اس سے بہتر تھا چھری پھیرتے تم گردن | لیکن اس پھوڑے سے دلکو نہ دکھایا ہوتا
اے فلک بغض و حسد کی بھی ہے آخر کوئی حد | ہم غریبوں پہ کبھی رحم بھی کھایا ہوتا
پھر کبھی دار کی ملتی نہ سزا اے منصور | تو نے اک رازِ انا الحق تو چھپایا ہوتا
مے کے پینے سے غش آیا تھا اگر اے ساقی | چھینٹے دے دے کے مجھے ہوش میں لایا ہوتا
آپ اقلیم محبت کے اگر تھے سلطان | سکہ عاشق کے دلوں پر بھی بٹھایا ہوتا
آنکھ کھل جاتی مری خواب اجل سے شاید | آپ نے شانہ لحد میں تو ہلایا ہوتا

آپ افشا سے بنا حشر میں مجرم قاتل
خون ناحق کا مرے راز چھپایا ہوتا

زخم تیر نگہِ ناز کے گُل کھلواتے
خانۂ دل میں کوئی باغ لگایا ہوتا

زندگی میں تو مرے دلکو جلاتے تھے سدا
اب چراغِ سرِ مدفن بھی جلایا ہوتا

غزل ۱۵	ہوک اوٹھتی نہ کلیجے میں تمہارے بھی کبھی تمنے فاخر کا اگر دل نہ جلایا ہوتا	تعداد اشعار ۱۴

کوکبِ بخت بیابانمیں درخشان نکلا
قیس مانندِ سحر چاک گریبان نکلا

رنگ مقتل سے تپان بالبِ خندان نکلا
خود ہر اک زخم بدن شکل نمکدان نکلا

دست وحشت میں جنون سلسلہ جنبان نکلا
جب تو کانٹوں سے اولجھکر مرا دامان نکلا

حوصلہ کچھ بھی نہ اے شمعِ شبستان نکلا
رخت فانوس میں بھی تن ترا عریان نکلا

زلفِ پیچان کی تنہا میں رہی الجھن شب بھر
کوئی مضمون بھی جو نکلا تو پریشان نکلا

گرد صحرا میں کوئی تھا کہ شمیم گل تھا
دشت و گلشن سے جو نکلا تو پریشان نکلا

لے گیا کھینچکے عشاق کو تا ملک عدم — عشق جنازہ کش قافلۂ جان نکلا

ظاہر آنکھون سے ٹپکا مین ہوئی بیتابی دل — اشک ہر اک صفت گوہر غلطان نکلا

وشت وحشت کی نکیون ٹھوکرین کھایا کیئے — گھر سے مین پہلے پہل بے سر و سامان نکلا

مجھسے کہتے ہین تم وصل و بوسے دیکر — ابتو تیرے دل ناشاد کا ارمان نکلا

سبزۂ خط رخ یار نکیونکر دیکھون — چرخ پر آج ہلال مہ شعبان نکلا

دل گم گشتہ کو اپنے بھی تڑپے وسمجھا — ناگہان مین جو سکے گنج شہیدان نکلا

ور دلدار پہ جانیکی کچھ امید ہوئی — دوست مدت کا مرا یار کا دربان نکلا

لائی اوس وحشت پر آشوب مین وحشت مجکو — جسمین حیوان نہ کوئی نام کو انسان نکلا

آتشین آہون نے مجھ رہنے نہ دیا شہرون مین — کاہ جلنے لگی جس بن مین مین نالان نکلا

لکۂ ابر بہاری جو چمن پر آیا — شور سوزون مین ہوا تخت سلیمان نکلا

غم نکلنے سے نہ کیونکر ہو مرا دل مغموم — مدتون ساتھ رہا جبکا وہ مہمان نکلا

کام مفتاح کا آہوں سے اسیری میں لیا
اسطرح کھولکے قفلِ درِ زندان نکلا

تم کہو مصحفِ عارض سے ہٹائی ہے نقاب
میں سمجھتا ہوں کہ جزدان سے قرآن نکلا

ستر کچھ خاکِ کفن سے نہوا مردونکا
حشر میں قبر سے جو نکلا وہ عریان نکلا

غزل ۱۵ | کیوں نہ ہنستا ہوا نکلوں میں وطن سے فاخر
باغ سے ہوکے گلِ تر بلبِ خندان نکلا | تعداد اشعار ۲۰

بختِ خفتہ سے نہ میرا کوئی ارمان نکلا
جو خیال آیا مجھے خواب پریشان نکلا

زلفِ شبرنگ سے کب عارضِ جانان نکلا
پردۂ لیل سے خورشیدِ درخشان نکلا

کیا ترے دل سے کوئی نالۂ سوزان نکلا
کیوں دھواں سر سے ترے شمعِ شبستان نکلا

جوشِ وحشت میں جو اک غنچہ دہن یاد آیا
مثلِ گل باغ سے میں چاک گریبان نکلا

تیرہ بختی مری فرقت کی شب ایسی پھیلی
کوئی تارا بھی فلک پر نہ درخشان نکلا

تم یہاں دیکھکے بولیں لبِ دیوار سے
آج بیرونِ چمن سروِ گلستان نکلا

آرزو مرنے کی جو نکلی بھی تو پھر کیا نکلی
زندگی میں تو نہ میرا کوئی ارمان نکلا

قبر میں جا کے میسر ہوا دیدار ترا
بعد الحمد کہ جان دیکھے تو ارمان نکلا

اے کماندار خدا اور دے قوت تجکو
دل کے اوس پار ترے تیر کا پیکان نکلا

خاک وڑتی ہوئی مجنوں کی نظر آئی مجھے
جوش وحشت میں جو میں سوئے بیابان نکلا

غیر کرتا ہے عداوت تو کرے خوف نہیں
شکر اتنا ہے کہ وہ دشمن نادان نکلا

اپنے انجام پہ بیساختہ آنسو نکلے
جب کبھی میں طرف گور غریبان نکلا

جگمگاتا ماہ جگنو نکلا نہیں گلشن میں
بہر گلگشت پرستان کا پرستان نکلا

سخت دل نرم نہ جب تک ہوں کھٹکتے ہیں بت
گل کے تلوے میں مرے خار مغیلان نکلا

ابر آب ہوا نوح کا طوفان آیا
حوصلہ ابتو ترا دیدۂ گریان نکلا

نکلے یوسف جو کنوئیں سے تو ہوا شور بپا
مہ نخشب کی طرح سے مہ کنعان نکلا

آنکے دم بھر کو دم نزع چلے گھر سے مرے
میزبان جسکو میں سمجھا تھا وہ مہمان نکلا

ہوگیا عشق مجازی سے حقیقی مجکو
دشتِ الفت سے سوئے وادیِ عرفان نکلا

جامۂ زیست کسیکا نہین ہوتا ساتہ
بطن مادر سے ہر اک طفل ہے عریان نکلا

غزل ۱۶

بختِ خفتہ نے مرے اون کو سلایا شب بہر
وصل مین بھی کوئی فاخر کا نہ ارمان نکلا

تعداد اشعار ۲۵

خال اوس عارضِ تابانکا ہے روشن کیسا
مائلِ دید ہے ہر شیخ و برہمن کیسا

بلبلو گھر کے لیے نالہ و شیون کیسا
باغ بھی ہو نہ خزانسے تو نشیمن کیسا

شرم کا اونکی تقاضہ ہے یہ شیون کیسا
شور رونیکا کہ جسکے سرِ مدفن کیسا

زلزلہ لایا مرا نالہ و شیون کیسا
ڈر کے تھامے ہے زمین کوہ کا دامن کیسا

کفر کرتا ہے گلا کاٹ کے کیون کر قاتل
حق سے اقرب ہے مقامِ رگِ گردن کیسا

لال ڈورا یہ بنا چشمِ جراحت کا مرے
خون سے سرخ ہوا رشتۂ سوزن کیسا

نام کو بھی نہ رہا کوئی سوا تاروں کے
خالی پھولوں سے ہوا دامنِ گلشن کیسا

چارہ گر نے مرے زخمونکو سیا ور دو کر ۔ تار اشکونکا بنا رشتۂ سوزن کیسا

پھوڑا آنکھونکو پھر اگر تو ہوا دل زخمی ۔ ڈھیلا آنکھونکا بنا سنگ فلاخن کیسا

وہ جو لاتے ہین لحد پر تو ہوا کہتی ہے ۔ مین بجھا دونگی چراغ تہ دامن کیسا

اپنے قبضے مین جو دشمن ہو تو کچھ خوف نہین ۔ ملکے خارونسے بچا دامن گلشن کیسا

جادے بن بن گئے یہ راہرونکی خاطر ۔ چاک خارونسے ہوا دشت کا دامن کیسا

اوج منظور ذرا بھی نہین مر کر مجکو ۔ خاکسارونکے لیے گنبد مدفن کیسا

چار ہونے نہین دیتا ہے یہ آنکھین ولے ۔ پردہ مژگان کا ہوا دشمن چشم پہ چلمن کیسا

شعلہ نکلے اثر سوز جگر سے میرے ۔ اوڑ گیا دود چراغ سر مدفن کیسا

غمزدہ ہونے نے کیا رنگ دکھایا مجکو ۔ دل پہ داغ بنا غنچہ سوسن کیسا

شہسوار فلک حسن نے بخشا جو عروج ۔ مہ نو بنگیا نعل سم توسن کیسا

ایک نے بھی نہ کسی دل پہ ذرا کی تاثیر ۔ آہ کیسی یہ ہماری تھی یہ شیون کیسا

نخلِ آہِ شرر انگیز جو نکلا مل کر
مثل ساکھو کے جلا تختۂ مدفن کیسا

آسیا فلک پہ پھرتا ہی مری قسمت سے
پیستا ہی مجھے سنگِ سرِ مدفن کیسا

ابر بے برسے ہوے آگے نکل جاتا ہیں
خشک بیساکھ کے مانند ہی ساون کیسا

تھام لیتے ہیں جگر ہاتھ سے سننے والے
دل دکھاتا ہی مرا نالۂ و شیون کیسا

جانتے ہیں مسی مالیدہ دہنِ یار ہر گل
رنگ لایا ہے لبِ غنچۂ سوسن کیسا

غزل ۱ — مرگِ عاشق کی خبر کل سے جو مشہور ہوئی
آج بشاش ہے خاطرِ دلِ دشمن کیسا — تعداد اشعار ۲۵

قبر پہ شب کو پھراتا ہی وہ توسن کیسا
بھڑکا جاتا ہی چراغِ سرِ مدفن کیسا

چلکے قاتل کا ذرہ ہو گیا دامن کیسا
شرر انگیز تھا خون رگِ گردن کیسا

رنگ لایا ہے اودھر غنچۂ سوسن کیسا
لہلہاتا ہی ادھر سبزۂ گلشن کیسا

کشتۂ تیغِ تبسم کا اثر باقی ہے
ہنسے دیتا ہے چراغِ سرِ مدفن کیسا

راحت اس سے نہ ملی وحشی نہ اپنا پائی | دوست کہتے ہیں کسے خلق میں دشمن کیسا
قتل کرکے تو پشیمان ہے عبث اے قاتل | خون بہانے کا تاسف پس مردن کیسا
خون ناحق کو چھپائیگا تو کس پردے میں | آستین بھر گئی قاتل ترا دامن کیسا
ابھی قاتل نہ گیا تھا کہ کماندار آیا | اک زمانہ ہے مری جان کا دشمن کیسا
آجکل باغ میں شمشاد بھی کیا پھولا ہے | پاس قمری کے ہے بلبل کا نشیمن کیسا
مر گیا کیا کوئی زندان میں اسیر وحشی | آج ہے خانۂ زنجیر میں شیون کیسا
رنج دیتا ہے مجھے خندۂ بیجا اسکا | دل جلاتا ہے [illegible] کیسا
یہ بھی چونکے گا قیامت میں ہے آنا ہمراہ | خواب غفلت میں ہے [illegible] کیسا
بارش اشک نہ کیوں ہو [illegible] | ابر ساون [illegible]
رخ روشن پہ شب وصل جو پروانہ ہوں | صورت شمع ہے جلتا دل دشمن کیسا
دل ہی میرا ہے مرے قتل کے درپے قاتل | دوست اپنا ہے عدو جانکا دشمن کیسا

چھین لو دل کو جو وہ طفل تو کیا زور چلے
وہ جو الٹو نسے زیادہ ہو لڑکپن کیسا

پس دیوار ہیں ٹکراتے ہی سر جہاں ہو
دیکھ لیتا ہے اوسے دیدۂ روزن کیسا

شکل ہر عضو میں وحشت کی آتی ہے نظر
آئنہ جوش صفائی سے ہوا تن کیسا

باغ ہی میں رہی گھٹ کے مہک کچھو کی
گل ریحان سے بھرا دامن گلشن کیسا

بیقراری مری کہتی ہے کہ چھین یا رو
ضبط کرتا ہے کہ یہ نالہ و شیون کیسا

بلبلو آپ خجالت سے بچاؤ اسکو
آتش گل سے بھڑکتا ہے نشیمن کیسا

پیش سختی سے مری کیا اوسے بھڑکایا
جھلاتا ہے چراغ سر مدفن کیسا

کیا جگر چھٹ گیا کہتے ہیں لاشے پہ مرے
خون نکلتا ہے دہن سے پس مردن کیسا

جلوہ گر کون ہوا قبر میں میری یارب
آج یہ خانۂ تاریک ہے روشن کیسا

غزل ۱۸

وحشت پر خار میں الجھیگا کوئی کیا فاخر
جامہ بھی پاس ہمارے نہیں دامن کیسا

تعداد اشعار ۱۲

دھیان آیا جو صبح ہجران کا
چاک پردا کیا گریبان کا

خط ہے گردن پہ کب گریبان کا
ماہ نو ہے یہ عید قربان کا

چاک دامن ہین ہو رفو کیونکر
تار ممکن نہین گریبان کا

بعد مرنے کے یہ دیا خلعت
اپنی چادر سے منہ مرا ڈھانکا

داستانین جو کہتی ہو رنگین
درس بلبل پڑھے گلستان کا

قیس کہتا تھا دیکھ کر محمل
کسنے پردا اوٹھا کے یہ جھانکا

بت کا فریب کرتا ہے
دین جاتا ہے اک مسلمان کا

گوہر افشان ہین خود مری آنکھین
کام اب کیا ہے ابر نیسان کا

برق جا کر فلک پہ بنتا ہے
ہر شرارہ اس آہ سوزان کا

پردا فانوس کا بھی ہے بیکار
کب چھپا جسم شمع عریان کا

دلمین کیونکر جگہ نہ دون غم کو
پاس لازم مجھے ہے مہمان کا

ہے علی سے مجھے امید نجات
ہے سہارا انہیں کے دامان کا

سارے مضمون الجھ کر رہجائین
وصف لکھون جو زلف پیچان کا

سیر کرتا ہون دل کے زخمونکی
چاک سینہ ہے در گلستان کا

صرصر آہ ہے مری بس مین
مجکو رتبہ ملا سلیمان کا

گل مضمون کھلے ہین رنگارنگ
باغ پھولا ہوا ہے دیوان کا

آہ اسیرونکی ہو گئی مفتاح
کھل گیا قفل باب زندان کا

غیر بوسہ لین خطِ عارض کے
سبزہ بیگانہ ہے گلستان کا

چشم بلبل کے واسطے سرمہ
ہو غبارِ در گلستان کا

وہ جو آئے بہار کی صورت
رنگ دونا ہوا گلستان کا

نیشتر اوتنا ہو گیا لاغر
خون جتنا پیا رگِ جان کا

دل نازک کو لیکے چھو لے تم
یہی شیشہ ہے طاقِ نسیان کا

تعداد اشعار ۲۲	ہے یہ ظاہر شکستگی فاخر جیب کا ہے نشان نہ دامان کا	غزل ۹۱

توڑا ایسا ہے تیر مژگان کا
نام بسمل ہے طائر جان کا

در مجنوں پہ دی صدا جا کر
کوئی ٹکڑا ملے گریبان کا

تلوے مشتاق خار رہتے ہیں
عزم بالجزم ہے بیابان کا

کانٹے تلووں کے یہ نہیں شایان
دل میں چبھتا ہے خارِ مژگان کا

خاک مجنوں نے یوں اڑائی ہے
صاف میدان ہوا بیابان کا

کشتی تن کی خیر ہو یارب
اٹھا طوفان چشم گریان کا

یاد آئی ہے ایک سرو کی
کھل گیا دل کے زخم کا ٹانکا

مہندی ملکر وہ مجھسے کہتے ہیں
خون بہاؤنگا دشمن جان کا

جن و حور و ملک سے بہتر ہے
رتبہ افضل ہے سب سے انسان کا

خلق کہتی ہے جسکو ابر مطیر
اک نمو نہ ہی چشم گریان کا

کیون نہ سر پہ بلائین وز آئین
عشق ہے ایک آفت جان کا

کیون ہے کلیجے چھدین نہ عاشق کے
تیر ہے تانے پڑا ہے مژگان کا

دار پر طفل اشک کو کھینچا
ظلم سب سے بڑا ہے مژگان کا

بال بکھرے ہین پشت جانان پر
تختہ یا ہے سنبلستان کا

چاک یون کر تو پنجۂ وحشت
تار ادھڑا ہے گریبان کا

ہے مزا سو زخمون کا اے جراح
کام زخمون مین ہے نمکدان کا

زخم دل کے گلون کا کیا کہنا
رنگ ان مین ہے باغ رضوان کا

خون نکلتا ہے اشک کی صورت
رگ مین نشتر دیا جو مژگان کا

تیرے وحشی پہ انگلیان اٹھین
ہاتھ تو بنگیا گریبان کا

ہونگے محشر مین یون علیؑ کے ساتھ
ہاتھ مین ہوگا گوشہ دامان کا

تعداد اشعار ۲۳	بڑھتا جاتا ہے شہر مین خفقان عزم فاخر کرو بیابان کا	غزل ۲

حال کیا معلوم ہو کنہ ذات پاک کا
جل گیا اوڑتے ہی شہپر طائر ادراک کا

وقت آیا گرم سیر توسن ادراک کا
دشت نعت اب مجھے ہے کرنا سید لولاک کا

حسن چمکا اور غم سے روئے آتشناک کا
غازہ منہ پر وہ لگاتے ہین ہماری خاک کا

ہو لہو پانی نہ کیونکر اس دل صد چاک کا
خون بہانا کھیل ہے اوس کودک سفاک کا

شور میت پر دم تکفین ہوا ادراک کا
ہو مبارک وقت ہے تبدیلی پوشاک کا

خون پیا اسکا ملا جسکے گلے سے جھک کے یہ
کچھ انوکھا ہے طریقہ خنجر سفاک کا

خاکساری [illegible] ضروری چاہیے
خاک مین ملجائیگا اک روز پتلا خاک کا

ہوش مٹکے یاد میدان قیامت ہین گیے
چوکڑی بھولے ہرن ہے دشت وحشت ناک کا

اور زینت کا ارادہ تجکو زاہد ہے عبث
گنبد دستار کو بس ہے کلس مسواک کا

ڈوبتی ہی کشتی تنکو بچا یا رب مرے
آج پھر طوفان اوٹھا ہی دیدۂ نمناک کا

صورت نخچیر قاتل تو نے لٹکایا کسے
سر پہ کس کشتی کا زینت دہ ہوا فتراک کا

سب لیا بوسہ جھپٹ کر مسکرا کر یہ کہا
تو نے سیکھا ہی طریقہ یہ کسی بیباک کا

بعد مردن منہ کفن سے کیوں چھپاتے ہیں عزیز
پردہ پوشی کے لیے کافی ہی دامن خاک کا

گلشن کی خبر تو نے اوڑائی کیوں نہیں
اے صبا آتا ہی تجکو اوڑانا خاک کا

ناتوانی کا ہی بس مردن بھی اللہ رے اثر
اوٹھ نہیں سکتا بگولا بھی ہماری خاک کا

یوں ہم فرقت کو چھپاتے ہیں دستے دل آج
دست و پا سے کام نکلے جسطرح پیراک کا

بادیہ گردی سے مجنونکی یہ حالت ہو گئی
گرد تن پر یا جمی ہی یا ہی پتلا خاک کا

پوشش محمل اوڑائی آہ سے مجنون تو کیا
ہو گیا حائل تری لیلی کے پردا خاک کا

جذب ہو جاتی ہی اسمین تو جو بھرتا ہے شراب
جام ساقی کیا بنا ہی میکشونکی خاک کا

صف اولٹ دی عاشقونکی چشم فتان نے تری
طور کیا سیکھا ہی اسنے گردش افلاک کا

چشم بد کا خوف کیا نام خدا اوس شوخ کو	خال ہی اسپند اوسکے روے آتشناک کا
یون تصور سے مزا ملتا ہی مجکو وصل کا	خدر ہوتا ہی خیالی جسطرح تریاک کا

غزل ۱۲	آگ سینے کی بجھائی آنسوؤنکے آب سے دل سے ہون ممنون فاخر دیدۂ نمناک کا	تعداد اشعار ۲۳

کیا ہو عارف اور کوئی تیری ذات پاک کا	ما عرفنا قول جب ہو صاحب لولاک کا
پڑگیا عکس لب لعلین جو اوس سفاک کا	شاخ مرجان کا سا عالم ہو گیا مسواک کا
اِندیا ہی یہ تمھارے روے آتشناک کا	لال مجکو رنگ بھایا ہی تری پوشاک کا
دل نہ کیونکر ہو غریق اس دیدۂ نمناک کا	سچ ہی تھا بو گیا چلے گرداب مین پیراک کا
اس زمین مین کوئی جانا نہ جو تو ملتا نہین	کیا نہین قائل ہی اہل گردش افلاک کا
مشتو نکو کر دیا برباد باد تند مین	کیا تکدر تھا کہ دشمن تھا وہ میری خاک کا
شرم کیسی خود لیے بوسے ہمارے لب جو آ	دیتے بیجا ہی جبین از اون بیباک کا

دو تو شانون پر پڑے رہتے ہین افعی زلف کے
مرتبہ پایا ہی تونے بھی مگر ضحاک کا

قیس آکر میرے وادی مین یہ کرتا تھا دعا
سامنا اب ہو نہ یارب دشت وحشتناک کا

گرد پا اوسکی ہوا تک بھی کبھی پائی نہین
دوڑ مین آندھی قدم ہی توسن چالاک کا

کر دیا چلنی لگا کر ناوک مژگان سے
دل کو سمجھا کیا تو تیر انداز تودہ خاک کا

رشک اسکا ہی کہ وہ جا ہین قبر غیر پر
اوسکے پہلے کاش مین پیوند ہوتا خاک کا

ہے صبا تو آب شبنم سے اسے دھوتی نہین
عارض گل پر پڑا ہی دیکھ دامن چاک کا

قبر پر یارب یہ آیا کون رشک آفتاب
صورت خورشید چمکا آج ذرہ خاک کا

پھر کے یان شہر خموشان سے کوئی آیا نہین
کیا پتہ معلوم ہووے خفتگان خاک کا

قبر عاشق کے نشانکو تم مٹاتی ہو عبث
کھیل سمجھے ہو گھروندا یہ نہین ہی خاک کا

خود تماشا بین ہوا موت بربادی ہی
کیا بھروسا ہے جہان مین ایک مشت خاک کا

طین فاضل مین ملا ہی نور حب حیدری
جب بنا پتلا ازل کو روز میری خاک کا

صبح فرقت آج کیسا وست وحشت سے ہوا | سر فلک سے جا ملا تیرے گریبان چاک کا

کروٹین لیتی ہی گذری درد فرقت سے اسے | حال کیا تمسے کہون اپنے دل غمناک کا

اے زمین دینا سمجھکر اک ذرا مجھکو فشار | ساتھ میری قبر مین صرّہ ہی خاک پاک کا

غزل ۲۲

چندروزہ عمر یون فاخر فقیری مین کٹی
خشت کا تکیہ سر بالین ہو بستر خاک کا

تعداد اشعار

خون جگر مین رنگ ہے پیدا شراب کا | ہے لخت دل جلا ہوا ٹکڑا کباب کا

منہ پر نہین ہے یار کے گوشہ نقاب کا | رخ ماہ کا چھپا ہی ہے دامن سحاب کا

موے سیہ سے حسن ہے فرضی شباب کا | آیا ہے فصل شیب مین موسم خضاب کا

ہمنام یہ جہان مین ہوا آفتاب کا | طالع گیا ہے اوج پہ اونچی شراب کا

دکھلا دے مجکو شیب مین عالم شباب کا | ساغر دے ساقیا مجھے چوکھی شراب کا

واعظ جو با اثر پڑھے آیہ عذاب کا | ساقی اوٹھا کے پھینکدے شیشہ شراب کا

خط سے عذار یار کی کیونکر بڑھی نہ قدر
کرتا ہے وزن حسن کا کانٹا گلاب کا

جھونکے جو آہ سرد کے پہونچے ہوا کے ساتھ
گل ہو گیا فلک پہ کنول آفتاب کا

یہ کون تشنہ کام ہے ساحل پہ بیقرار
پانی بھرے ہوئے ہے کٹورا حباب کا

تاثیرِ فیض صحبتِ نیکان ضرور ہے
خوشبو سے ہے بسا ہوا کانٹا گلاب کا

اسمین سپند کا کیا دل سوزان شریک ہے
انگارہ ہو گیا ہے ہر آنسو کباب کا

خط لاوہ ٹکے مثلِ برق تڑپتا ہوا گیا
لکھا جو حال کچھ دلِ پر اضطراب کا

دیدار عاشقان سے کیونکر چھپے وہ رخ
پردا ہجوم تار نظر سے نقاب کا

کیا غورِ دیدِ عارضِ جانان کی ہے طلب
ہے مشک زخم دلکو سواد اوس نقاب کا

اٹھا نہ منہ کو کھولکے محشر کی بھیڑ مین
اک حشر ہو گا اور اولٹنا نقاب کا

بجلی تڑپ کے چرخ پہ نکلی سحاب سے
چھوٹا جو پچا تھا اس دل پر اضطراب کا

دکھلا دو وقتِ نزع تو دیدار اک نظر
اولٹو خدا کیواسطے پردہ نقاب کا

اونکی کدورتوں سے یہ برباد ہو گیا — گھر خاک مین ملا دل خانہ خراب کا

رخ اوسکا بند ہو تو مری آنکھ بند ہو — نقشہ دکھا نقرہ مجھے اوسکی نقاب کا

اے زور شیب فکر جوانی دکھا مجھے — پیری مین بھی نمود ہو عالم شباب کا

اوسکی جوانی دیکھکے کیونکر نہ مین لپٹون — دل چٹکیون سے ملتا ہے جوبن شباب کا

آنسو نہین ہین دیدۂ میگون یار مین — پانی سے ہے بھرا ہوا ساغر شراب کا

کشتی مے ہو کشتیِ یم کی طرح تباہ — ساقی جو میکدہ مین ہو دور انقلاب کا

کہدے کوئی مسیح سے نبضین ہین چھٹ گئین — آخر ہوا یہ حال مرے اضطراب کا

سانسون مین آرہی ہے دل سوختہ کی بو — تارِ نفس مرا ہے کہ ڈورا کباب کا

دریا مین دستِ موج نے جادو یہ کیا کیا — توڑا ہے بند و بست طلسم حباب کا

قوت اگر ضعیف کو بخشے تو اے کریم — پتھر سے بھی نہ چور ہو شیشہ حباب کا

پھر مزار مردمِ آبی پس فنا — دریا مین ہے بنا ہوا گنبد حباب کا

پہلوین دل فرشتونکی پستی ہین چرخ پر	ادنی یہ اوج زور ہی تیرے شباب کا
خورشید داغ دلکا جو شبکو ہوا طلوع	گل ہوگیا فلک پہ چراغ آفتاب کا
اوس شاہ حسن سے شہ دریا کو دی شکست	موجون نے طبل فتح بجایا حباب کا

غزل ۲۳

فاخر ملون ہین آنکھین وسی آستان پر
سرمہ لگاؤن خاک در بوتراب کا

تعداد اشعار ۲۵

کب زور پہ یہ دیدۂ پرنم نہین ہوتا	طوفان یم اشک کبھی کم نہین ہوتا
مقتول جفا کا تمھین کیون غم نہین ہوتا	یہ شمع کا کشتہ ہے جو ماتم نہین ہوتا
عاشق پہ کبھی قہر و غضب کم نہین ہوتا	کسوقت مزاج آپکا برہم نہین ہوتا
اظہار محبت پہ یہ کہتے ہین وہ مجھسے	دم تیرا نکلتا ہی پہ بیدم نہین ہوتا
تب قتل سے قاتل مرا ہوتا ہی پشیمان	جب تیغ مین بھی میری طرح دم نہین ہوتا
دل تنگ نہ بلبل ہو پریشانی گل سے	وہ کونسا مجمع ہی جو برہم نہین ہوتا

روتی ہے پتنگونکی الم مین یہ سحر تک
پروانون مین پر شمع کا ماتم نہین ہوتا

گنجینۂ مضمون کو لٹاؤن نہ مین کیونکر
بے حسرت خزینہ کوئی حاتم نہین ہوتا

جراح نہ کر تو دل صد پارہ کا درمان
زخمون مین سفیداب کوئی مرہم نہین ہوتا

قاتل ہے تری تیغ کا پانی تو گلے تک
مقتل مین روان خون قد آدم نہین ہوتا

کہتا ہے دل مردہ بیتاب ہمارا
ہون کشتۂ سیماب مرا غم نہین ہوتا

اے پیر فلک تجھسے چھکین ہمسے جوان کیا
تیرو مین کمانونکی طرح خم نہین ہوتا

دو دن کی کجی اوسکی ہے اور اسکی ہمیشہ
ابرو مین مہ نو کی طرح خم نہین ہوتا

ربط اس دل پرداغ سے گیسوسے ہو کیونکر
وصل افعی و طاؤس کا باہم نہین ہوتا

تنہائی مرقد سے نکیون انس ہو مجکو
گھبراتا ہے دل جب کوئی ہمدم نہین ہوتا

پروانونکو وہ پھولونکو روتی ہے شب بھی
کب شمع صفت گریۂ شبنم نہین ہوتا

بیدرد نہ سمجھے تجھے سیمان جہان کو
مجھ کشتۂ ناشاد کا ماتم نہین ہوتا

خوش کیون نہون وہ حور جو کوچہ سے نکلے	بے خلد کے نکلے کوئی آدم نہین ہوتا
نکلا جو ترا تیر تو خون رو دیا مرا دل	مہمان کے جانیکا کسے غم نہین ہوتا
وصلت مین نہ تسکین ہے نہ فرقت مین ہے آرام	یہ درد ہے کیسا کہ کبھی کم نہین ہوتا
پریون کے بھی کیا سامنے تیری ہے حقیقت	حور و پری مین بھی یہ حسن کا عالم نہین ہوتا
وصلت مین بھی کھٹکا ہی رہتا ہے ہمیشہ	دل پر جو غم ہجر ہے وہ کم نہین ہوتا
جی جاتا ہے اک بوسہ لبہاے بتان سے	مرجانیکا اس دل کے مجھے غم نہین ہوتا
مین دل پہ کرون نقش نہ کیون نام کو تیرے	یون خلق مین نامی کوئی خاتم نہین ہوتا

غزل ۲۴	ہر طرح مین فاخر کی طبیعت ہے برابر یہ ہے وہی دریا جو کبھی کم نہین ہوتا	تعداد اشعار ۲۱

کبھی نہ مین شکیبا رہوتا اگر مرا اختیار ہوتا	نظر کا ناوک جو پار ہوتا تو میرے دلکو قرار ہوتا
روان جو وہ شہسوار ہوتا تو افلاک سے اونچا غبار ہوتا	لحد مین دل بیقرار ہوتا شکستہ میرا مزار ہوتا

گلے کا اوسکے ہین ہار ہوتا برنگ بلبل نثار ہوتا
کبھی نہ دل بیقرار ہوتا اگر جو پہلو مین یار ہوتا

شب جدائی مین بات ہاری پڑی تھی مجھ پر پہاڑ بھاری
کبھی نہ کرتا مین آہ و زاری جو دلکو قرار ہوتا

جہان مین میری عجب تھی خلقت خدا کی بالکل رہی تھی ہیبت
بھری تھی دل مین پہونچی الفت کسطرح پھر فشار ہوتا

چمن سے ہوتا اگر روانہ گلو کا ہوتا مین خنجر نشانہ
کھنچا ہوا ایک شامیانہ لحد پہ ابر بہار ہوتا

ذرا بھی تیور اگر بدلتے جگر پہ خنجر ہمارے چلتے
وہ چٹکیوں سے جو دلکو ملتے گلو کی صورت فشار ہوتا

نگاہ پھر حسرت نہ دیکھا نکلتا مطلب اسی سے میرا
شراب آنکھون کی گر مین پیتا تو کیون مجھے کا خمار ہوتا

سیاہ طالع نہ ہوتے مرکر اندھیری شب کو چراغ جلتے
نکلتے رہتے جو دلسے شعلے تو پھر نہ تیرہ مزار ہوتا

گمان کیا کیا نہ اونپہ جاتے غم جدائی ہی ہم اوٹھاتے
مری جو بالین پہ وہ نہ آتے لحد مین بھی انتظار ہوتا

لہو کا دریا جگر سے بہتا وطن کی دوری کا غم نہ سہتا
مثال ماہی تڑپتا رہتا جو تیر دلکا شکار ہوتا

نکلتے آنکھوں سے میری آنسو تڑپ تڑپ کر بدلتا پہلو
لحد پہ بکھرا دو وہ جو گیسو برنگ بو انتشار ہوتا

خزان مین ہوتے کبھی جلسے بہار تک تھے یہ سارے چرچے
چمن مین آتے ہی فصل گل کے بلند شور ہزار ہوتا

امید ہوتی نہ پھر کسی سے زمین میں خجلت سے آپ گڑتے
سبک نہ کرتے تو گنہ جو میرے جنازہ کاندھوں پہ بار ہوتا

ستم پہ ہو کے ستم جو مجھ پہ کچھ اور رہتا ہیں سنکے مضطر
ہوا اوڑاتی اسے جو آکر تباہ میرا غبار ہوتا

ہوا اعانت جو کرتی اکثر جدا نہ ہوتا کبھی میں دم بھر
لپٹتا دامن سے اونکے اوٹھکر جو مر کے مثل غبار ہوتا

جہاں میں سچ ہے تمہارے شہرے ہیں سمجھتا ہیں سب سے بڑھکے
جو دلکو لیکر سہارا دیتے تو کیوں نہ پھر اعتبار ہوتا

ہوا اسے ارمان ہی مجھے میرو نشان رہتے مٹو نکے آنکھ
فلک پہ ذرے نجوم بنتے بلند ایسا غبار ہوتا

نشان ہمارا فنا جو ہوتی سنبھلکے اول بیکسی ہی روتی
زمین بھی پس پس کے خاک ہوتی لحد میں ایسا فشار ہوتا

دبا کے سر اسے جو کرتے جدا وہ ملتی نہیں طرح سے
ٹپکتے مٹھی سے خون کے قطرے جو میرے دل کا فشار ہوتا

غزل ۲	بجد مسرت میں رکھتا سر لگاتا آنکھوں سے شاد ہوکر جو مر کے فاخر مجھے میسر نجف کے در کا غبار ہوتا	تعداد اشعار ۳۹

مکدر آئینہ کیوں ہو نہ قلب روشن کا
تکدر ایک طرح ہو جو دوست دشمن کا

کہیں ہو فیصلہ قاتل مرے سر و تن کا
لگا وہ ہاتھ کہ تسمہ رہے نہ گردن کا

اسی وہ دھبا نہیں پڑا کیے ہیں قیس امن کا
چراغ گل نہ ہوا سے ہوا سکے مدفن کا

کھلا ہی چاندنی کا تختہ اور سوسن کا
بیاض نور ہے فاخر سواد گلشن کا

سیاہ خال چمکتا ہی روی روشن کا
بیاض نور ہے فاخر سواد گلشن کا

برائی اسکی ہے باطن میں وسکی ظاہر میں
اب ایک رنگ جہاں میں ہی دوست دشمن کا

اوڑی تھیں دھجیاں ایسی جنوں کا تحفہ جو
ملا مجھے نہ کوئی تار جیب و دامن کا

چلیں غریب نہ پروانہ میری دلکی طرح
خموش ہونا ہی بہتر ہو شمع مدفن کا

عدو کا نفع اگر ہو تو ہی ضرر سے بھی قبول
برائی ہو مری لیکن بھلا ہو دشمن کا

لہو جو بہتا ہی قلب و جگر کے زخموں سے
ہوا ہی سینہ ہمارا نمونہ گلشن کا

پس فنا بھی یہ جوش تپکے ہوا کی چلتی ہیں
چراغ جل نہیں سکتا ہمارے مدفن کا

ہوئی ہیں دھجیاں سب جنوں سے یوں اسکی
ملا ہی چاک گریباں سے چاک دامن کا

وہ دی ہیں جنہیں صیاد نے اسیری ہیں
قفس میں چین ملا ہی مجھے نشیمن کا

ہرے ہیں زخمِ جگر میرے جوشِ سودا سے
بہار میں تر و تازہ ہے رنگ گلشن کا

چھپا لیے انہیں دونوں نے میرے گوہرِ اشک
ہے آستین کا قصور اسمیں یا ہے دامن کا

ہجومِ یار نظر ہو نہ عاشقوں کا کہیں
حضور پردہ مناسب نہیں ہے چلمن کا

تباہ اب دل مردہ کریگا عشق میں کیا
لٹا ہے خود زرِ جان اسی میں رہزن کا

ہر ایک عشقِ بتان کو مرے بتا نہ سکا
کمال آج سے جاتا رہا برہمن کا

ازل سے لکھا ہے جامہ دری مقدر میں
محال کیوں نہو سینا گلو کے دامن کا

ضیائے قمر میں [illegible] کسبِ آفتاب سے ہے
چمک میں خال بھی ہے ماہِ روئے روشن کا

تھمی ذرا بھی نہ دو رات بارش اشکوں کی
ہماری آنکھوں نے عالم دکھایا ساون کا

مریضِ ہجر کے جینے کی اب امید نہیں
لویں بھی پھر گئیں کانوں کی ڈھل گیا منکا

مٹے ہوؤں کا مٹایا فلک نے نام تلک
نشان رہا نہ مرے ساتھ میرے مدفن کا

مثالِ سرو صنوبر فلک پہ سر کھینچا
جو گرد باد اٹھا کوئی خاکِ گلشن کا

رہائی پا کے جو آیا ہوں بعد مدت کو
پتا ملا نہ کہیں باغ میں نشیمن کا

خدنگ سے آہ لگا ہے جو سوی چرخ گئی
ہوا ہے صورت غربال تختہ مدفن کا

کہیں نہ برق گرے گھر پہ تیرے او صیاد
جلانا آگ سے اچھا نہیں نشیمن کا

مری لحد کو سمجھ کر لگایا سینے سے
کہیں نشان جو پایا کسی کے مدفن کا

چھپا وہ خار کے مانند دل میں بلبل کے
اوڑا ہوا ہے جو تنکا کوئی نشیمن کا

ہم اپنے قلب مصفا کی کیوں نہ قدر کریں
اس آئینہ سے کھلا حال دوست دشمن کا

ہمارے غم میں جو بہتے نہیں ہیں اشک اونکے
تو کیوں دھرے ہیں وہ آنکھوں پہ گوشہ دامن کا

اونھیں کے بس رہ دولت پہ دفن کیجو مجھے
مقام اور نہیں چاہتا ہوں مدفن کا

کھلا نہ ایک پہ بھی نیک و بد کا حال کبھی
طلسم ایک یہ ادنی ہے لوح مدفن کا

عبث جہان میں کہتے ہیں ماہ نو اسکو
نشان فلک پہ کسی کے ہے نعل توسن کا

مثال دود اوٹھا [illegible] اسیر کی طرح
ہوا بلند بگولہ جو خاک مدفن کا

مسی و سرمہ کی کس گل کو یہ ضرورت ہے
خزانہیں بنکے دہوان رنگ اڑا جو سوسن کا

ہوا کی جہوکو نسیم یار سے کہیں خموش نہ ہو
چراغ لیکے وہ آتی ہیں میرے مدفن کا

لحد میں نور جو ساطع ہوا تو سب نے کہا
طلوع مہر ہوا کسکے روے روشن کا

غزل ۶۲ — شبان چشم عنادل دلیل روشن ہے
بیاض نور ہے فاختہ سواد گلشن کا — تعداد اشعار ۳۵

جان جو لینے پہ جنون سلسلہ جنبان ہوتا
پھانسی گردن کی یہی تار گریبان ہوتا

خون ناحق کا قیامت میں جو خواہان ہوتا
دست مقتول میں قاتل کا گریبان ہوتا

گل زخم جگر و قلب نمایان ہوتا
چاک سینے کا اگر باب گلستان ہوتا

گر گلوگیر اثر بلبل نالان ہوتا
شور فریاد و فغان بر لب خندان ہوتا

جوش وحشت جو پئے دیدۂ گریان ہوتا
تار اشکوں کا مرے تار گریبان ہوتا

خون سے آلودہ جو جلاد کا دامان ہوتا
حشر میں ہاتھ مرا اوسکا گریبان ہوتا

دل میں گشتہ جو ہر اک حسرت و حرمان ہوتا
دہن زخم جگر گور غریبان ہوتا

اسم خاتم پہ منقوش جو علیؑ کا کندہ
پھر ہوا پر نہ رواں تخت سلیمان ہوتا

دست رنگین کی تصویر میں جو روتا میں لہو
شاخ مرجان سے فزون پنجۂ مرجان ہوتا

قہر سفاک کا دریا جو ترقی کرتا
جوش زن اور بھی خون شہیدان ہوتا

خون جاتا ترے کشتوں کا جو بالا بالا
ذمہ پھر فلک خون شہیدان ہوتا

دھیان آجاتا اگر عشق زلیخا کا اسے
دست لیلیٰ میں نہ پھر قیس کا دامان ہوتا

بعد مرنے کے کھلا حال تری فرقت کا
ہجر میں جان نہ دیتا تو پشیمان ہوتا

اور بڑھ جاتا نہ باہم میں جو بغض و کینہ
خانۂ دوست میں پھر دوست نہ مہمان ہوتا

فرق قرآن جو نہ کرتا حق و باطل میں کبھی
اسم پھر اسکا زمانہ میں نہ فرقان ہوتا

یار فرقت سے سبکدوش جو کرتا قاتل
میرے سر پہ تری تلوار کا احسان ہوتا

دشمن و دوست کو کرتا نہ اگر تو پیدا
کفر ہوتا نہ جہانمیں نہ مسلمان ہوتا

تیغ قاتل سے گل زخم جو کھلتے تن پر
جسم پر زخم مرا رشک گلستان ہوتا

پھر بہار اور ترے حسن کی وہ دکھلاتے
خط اگر سبزۂ نوخیز گلستان ہوتا

زلفیں بکھری ہوئی اپنی جو دکھاتے مجھکو
دفتر حسن تمہارا نہ پریشان ہوتا

رنگ مقتل کی جو کشتوں سے نہ ہمیں بھرتی
دہن زخم ہر اک شکل نمکدان ہوتا

سہری آہیں جو اڑاتیں تو انھیں محفل سے
خون پروانہ سر شمع شبستان ہوتا

گرم آہیں جو عنادل کی اثر دکھلاتیں
صورت برگ خزاں دیدہ گلستان ہوتا

جوش گریہ سے ابلتے جو ہمارے آنسو
انھیں آنکھوں سے بپا نوح کا طوفان ہوتا

وہ موحد ہوں کہ دیتا جو اذاں بر یقین
کلمہ پڑھ پڑھ کے برہمن بھی مسلمان ہوتا

آرزو ناوک غم سے جو ہدف ہو جاتی
سرخرو خون سے ارمان کی پیکان ہوتا

موت کی یاد بھی آتی تو نہ رہتی دل میں
دھیان مہمان کا گھر میں ہی مہمان ہوتا

تھا یہی وہ کشتۂ حسرت کہ تاسف کرتا
قتل کر کے مجھے جلاد پشیمان ہوتا

اوسکی افشانگی لحد پر جو ستارے ہو گرتے
سر تربت اونھین سرونکا چراغان ہوتا

چاک زخم جگر و دل کو رفو کی خاطر
تار اشکون کا پئے سوزن مژگان ہوتا

رہ نورد ایسے اگر پاؤنمین پڑتے چھالے
آبلہ تاج سر خار مغیلان ہوتا

وصلت غیر پہ تکرار جو کرتا اوسسے
جھوٹی قسمین کھے لیے ہاتھ پہ قرآن ہوتا

ملکے پروانے چھپاتے جو پرونسے اپنے
شمع کا جسم نہ پھر بزم مین عریان ہوتا

یا علیؑ پر تو رخ سے یہ چمکتا تیرے
نقش پا تاج سر مہر درخشان ہوتا

غزل ۲	چشم حق بین سے جو طے منزلین ہوتین فاخر کحل آنکھونکا غبار رہ عرفان ہوتا	تعداد اشعار ۲۴

لیلی رہی نہ قیس سا دیوانہ رہ گیا
دنیا مین حسن و عشق کا افسانہ رہ گیا

زندان مین گرسنہ ترا دیوانہ رہ گیا
زنجیر کا نصیب مین اک دانہ رہ گیا

اب حسن یوسفیؑ کا لبس افسانہ رہ گیا
اوڑتی ہے خاک مصر مین ویرانہ رہ گیا

اندازہ سے شراب نہ دی ساقیا مجھے
خالی بھری سے قلب کا پیمانہ رہ گیا

جلوہ نہ وہ رہا جو وہ مہرو چلا گیا
بخت سیہ کے ساتھ سیہ خانہ رہ گیا

چھوٹا نہ زلف سے دل وحشی تمام عمر
زنجیر مین بندھا ہوا دیوانہ رہ گیا

اسکو نہ ہے ثبات نہ اوسکو ثبات ہے
شادی کا گھر رہا نہ عزاخانہ رہ گیا

اوس شمع رو کی یاد جو آئی وہ بیرحمی
دل جل کے میرا صورت پروانہ رہ گیا

پوچھا نہ باغبان نے نہ صیاد نے مجھے
افتادہ مثل سبزۂ بیگانہ رہ گیا

بے یار کے ہے نالہ و آہ و فغان سے کام
عشاق کا مکان عزاخانہ رہ گیا

اب ہین کہان قصور سلاطین کے جھمگٹے
ہر قصر مین جو دیکھیے ویرانہ رہ گیا

ہر مونس و رفیق نے چھوڑا الجھین ساتھ
محلوں مین میرے اک دل دیوانہ رہ گیا

نکلا نہ دل سے خط رخ یار کا خیال
گلشن مین مثل سبزۂ بیگانہ رہ گیا

کیا جانے کیا خیال ہوا راہ مین سے
ساقی بھٹک کے کیون سوے میخانہ رہ گیا

ہوش و حواس و عقل تو وحشت مین چل بسے — پہلو مین اک مگر دل دیوانہ رہ گیا

آتی اسے جو موت تو ہوتا یہ کیون اسیر — زندان کے واسطے ترا دیوانہ رہ گیا

آکر گئی بہار پہ وحشت وہی رہی — سر مین جنون صورت دیوانہ رہ گیا

گلگیر سر پہ چلگئی تلوار کی طرح — سنہ دیکھتا ہی شمع کا پروانہ رہ گیا

اچھی طرح سے مجکو جگایا نہ قبر مین — اے دوست کیون ہلاک افسانہ رہ گیا

ضیق مکان کی یاد مین سمجھا لحد کو مین — مر کر بھی وہ ہی زیست کا کاشانہ رہ گیا

مین دے سکا جواب نہ اوس شعر کو کچھ — محفل مین جلکو دیکھتو پروانہ رہ گیا

حلقہ کمند زلف کا دل سے نکلتا گیا — مانند طوق گردن دیوانہ رہ گیا

جلتی رہی یہ شام سے کم کم سحر تلک — جل بجھ کے پہلے شمع سے پروانہ رہ گیا

تعداد اشعار ۲۴	عشاق کا فنا پہ بھی مٹتا نہین ہے نام فاخر جہان مین قیس کا افسانہ رہ گیا	غزل ۲۸

دل مرا تیر حوادث کا نشانہ ہو گیا
دشمن جان بے سبب سارا زمانہ ہو گیا

آہ مجنون کا اوسے جب تازیانہ ہو گیا
نجد کو تب ناقۂ لیلے روانہ ہو گیا

دیکھکر تصویر عاشق کو بہانہ ہو گیا
عشق اوس رشک پری کا غائبانہ ہو گیا

پوچھتے کیا ہوا سیر کو زمانہ ہو گیا
ایک مدت سے مرا گھر قید خانہ ہو گیا

موج باد نیستی کا تازیانہ ہو گیا
توسن چالاک ہستی بھی روانہ ہو گیا

مائل زینت ہوئے خود قتل کر کے وہ مجھے
مہندی ہاتھوں مین ملی خونکا بہانہ ہو گیا

کھینچی نظرونے نظر کی اوس کمان ابرو نے جب
دل ہمارا تیر الفت کا نشانہ ہو گیا

غم نہین طول اسیری کا کہ عادت ہو گئی
رہتے رہتے قید خانہ مین ٹھانہ ہو گیا

نیند فورا آگئی سنکر شب ہجر انکا حال
درد دل کا تذکرہ اونکو فسانہ ہو گیا

عندلیب گلشن زہرا و حیدر رہینگے ہم
شاخ طوبی پر ہمارا آشیانہ ہو گیا

تونے دیوانونکی زنجیرین بنائین اسقدر
گھر ترا آہنگرونکا کارخانہ ہو گیا

سر چڑھے ہیں آج کیا عشاق بھی معشوق کی
شاخ گل پر بلبلوں کا آشیانہ ہو گیا

غنچہ چٹکا وہ صدا آئی درا کی باغ میں
کاروان نکہت گل وہ روانہ ہو گیا

خوف سے صیاد کے ورنہ اڑا کرتا ہوں میں
اندلوں روش صبا پر آشیانہ ہو گیا

صاف بالوں کو کیا بہت حنائی کے سبب
پنجۂ مرجان سے گیسو کا شانہ ہو گیا

فصل گل میں وقت جب دم کشتہ گیسو ہوا
قبر پر ابر بہاری شامیانہ ہو گیا

اشک بھی طول اسیری سے نکل سکتے نہیں
اب قفس میں بند میرا آب و دانہ ہو گیا

قصہ خوانوں نے کیا مشہور حال حسن و عشق
تذکرہ میرا تمہارا اک فسانہ ہو گیا

دوست رونے رہ گئے رو میں تو پسی چل بسے
کاروان ملک عدم کا یوں روانہ ہو گیا

مانع زینت رہی انکو ہمیشہ نازکی
ہاتھ سے کنگھی اٹھائی درد شانہ ہو گیا

سیج کرنا کھینچتی ہیں اس دل رنجور کا
یاد کیا ہو گا تمہیں اسکو زمانہ ہو گیا

مصرعہ قامت کی موزونی پہ لڑتے ہیں عشق
پھر بھی جھگڑا کیا فساد شاعرانہ ہو گیا

ہون وہ بلبل موت جسکو خود لیے پھرتی تھی ساتھ — دست صیاد اجل پر آشیانہ ہو گیا
کچھ پتنگے رہ گئے شمعین لحد کی بجھ گئین — قافلہ شہر خموشان کو روانہ ہو گیا

غزل ۲۹ — یاد آئی اونکی الفت جب مجھے ہنگام فکر
رنگ فاخر کی غزل کا عاشقانہ ہو گیا — تعداد اشعار ۱۹

دل افسردہ کی دنیا ہی خریدار یہ کیا — سرد آہون سے مری گرم ہی بازار یہ کیا
کاٹ دیتی ہو مری بات کو اے یار یہ کیا — مثل مقراض زبان چلتی ہی ہر بار یہ کیا
گردنین دیکھی لاکھون کی کٹی جاتی ہین — باڑھ پر اونکی جوانی کی ہی تلوار یہ کیا
آج بھی وعدہ فردا پہ نہ ٹالو مجھکو — کر چکے وصل کا اقرار تو انکار یہ کیا
روح سے بڑھکی ہی کیون شیخ و برہمن کو عزیز — رشتہ جانسے ہی سبحہ و زنار یہ کیا
پھر کہو غیر مجھے قتل کروگے شاید — ساتھ ابرو کی کھنچی میانسے تلوار یہ کیا
بزم مین بڑھکی جو اک یک کو کہہ جاتی تھی — بند اب ہو گئے اونکی لب گفتار یہ کیا

شانۂ تربت میں ہلا کر یہ تعجب سے کہا | خواب سے آج یہ ہوتا نہیں بیدار یہ کیا

جو سخی ہیں وہ تہیدست سدا رہتے ہیں | زر ہیں مٹھی میں لیے غنچۂ زردار یہ کیا

تندرستی نہ خزاں میں نہ بہاران میں صحیح | ماندی رہتی ہے سدا نرگس بیمار یہ کیا

بن بنے تصویر بھی کھنچتی نہیں کوئی واللہ | پھر [illegible] جیسے کھنچ جاتی ہے تلوار یہ کیا

کیوں ڈراتی بھی نہیں آپ دم بوسہ مجھے | اب جلاتی نہیں آتش رخسار یہ کیا

شاہ ہو جاتا ہے اوس سر پہ جو آتا ہے فقیر | ہو گیا ظل ہما سایۂ دیوار یہ کیا

تیوریاں کل نہ رقیبوں پہ چڑھائیں تم نے | آج کھینچی ہوئی ہے خنجر خونخوار یہ کیا

نکہت گل کی طرح جانے کو آؤ نکالا میں زار | مجھ کو روکینگے تمھارے در و دیوار یہ کیا

پہلے تو آپ کو کس بل پہ بڑا دعوہ تھا | اب روانی ہاتھ پہ ہوتی نہیں تلوار یہ کیا

زنگ ہو تو ہی ہوا وصل میں بیہوش میں کیوں | مثل نشے کو چڑھا سایۂ دیوار یہ کیا

کب پیا خون کف پائے نگار عاشق | لال خود ہو گئے خار سر دیوار یہ کیا

تعداد اشعار ۱۹	قند لب کے لیے کب بوسہ بکر رفا خر پھر ہے بیوجہہ ہر اک بات پہ تکرار یہ کیا	غزل ۴۳

خون بہائیں گے مرا ابروے خمدار یہ کیا
سخت جانونکی گلی کاٹ کی تلوار یہ کیا

آج بھی وعدۂ فردا سے ہے انکار یہ کیا
حشر میں بھی نہ میسر ہوا دیدار یہ کیا

جب میں چاہوں ترے گھر ساتھ ہو اگر اون
میری نظروں میں سمائیں در و دیوار یہ کیا

دیکھ صیاد ذرا کنج قفس کو جاکر
مائل نالہ نہیں مرغ گرفتار یہ کیا

تو تو کہتا تھا نہیں نام کو طاقت تجھ میں
بار فرقت اب اوٹھاتا ہے دل زار یہ کیا

ناوک افگن دہن زخم کو بوسے لیے
ہوگیا لال لہو سے لب سوفار یہ کیا

پہلے دشنام دیا کرتے تھے خلوت میں مجھے
گالیاں دینے لگے اب سر بازار یہ کیا

اپنے عصیاں سے پشیماں ہوں سزا دو نہ مجھے
قابل رحم نہیں اب یہ گنہگار یہ کیا

دامن بر تو نے دھرا ہے جو اسے پکڑ ہیں
ہے خط شوق ز عہد اطرہ دستار یہ کیا

دیکھو یہ گل بدنامی اوڑا چاہتی ہے
غیر کے ساتھ چلے ہو سوے گلزار یہ کیا

جلوۂ دوست مگر باعثِ بیہوشی تھا
گر پڑے غش مین تم اے طالبِ دیدار یہ کیا

سو گیا تو بھی مرے ساتھ شبِ وصلت کو
نہ جگایا مجھے اے طالعِ بیدار یہ کیا

نبض مین دیکھکر مجھکو یہ طبیبون نے کہا
کیون بتاؤ نہ بچیگا مرا بیمار یہ کیا

آج بے نور ہے کیون میری سیہ خانہ مین
دیدۂ کور ہوا روزنِ دیوار یہ کیا

تپ فرقت جو گئی درد جگر مین اوٹھا
کبھی اچھا نہین رہتا ترا بیمار یہ کیا

دلِ ناخوش کی صدا سینہ مین یون آنے لگی
مر گیا اب مرضِ عشق کا بیمار یہ کیا

تمکو بھی شرم و نزاکت نے نہ روکا تمکو
سر برہنہ چلے آئے سرِ بازار یہ کیا

غزل ۱۴	فرد احباب سے کٹ گئے نام حساد دست نا خر مین قلم ہو گیا تلوار یہ کیا	تعداد اشعار ۲۵

ہمارا طائرِ جان نامہ بر ہوتا تو کیا ہوتا
مرے مرنے سے گر وہ باخبر ہوتا تو کیا ہوتا

جوابِ صاف مین گردش کا ڈر ہوتا تو کیا ہوتا
ترا سائل جہان مین در بدر ہوتا تو کیا ہوتا

خدائی کا جو دعویٰ اگر ہوتا تو کیا ہوتا
ہمیں سا کوئی پیغامبر ہوتا تو کیا ہوتا

تصور سے سدا پیشِ نظر ہوتا تو کیا ہوتا
کسی کے عکس کا دل مین جو گھر ہوتا تو کیا ہوتا

کہ ہین عقدِ ثریا کا دماغ آسمان پہ ہے
کسی کے کان کا جھمکا اگر ہوتا تو کیا ہوتا

دو سارا کے لگا ہو دسے تو ابھی بیقراری ہے
جگر کے پار بھی تیرِ نظر ہوتا تو کیا ہوتا

ہمارے اور رقیبوں کو بھلا کیونکر بسر ہو گی
تری محفل مین غیرونکا گذر ہوتا تو کیا ہوتا

اکیلا اے جنون مجھکو بیابان مین کیون چھوڑا
اگر تو ساتھ میری ہمسفر ہوتا تو کیا ہوتا

اسیرِ آرزوے وصل ہو ہین پہ قید ہی تھا
اگر یہ ہاتھ بھی طوقِ کمر ہوتا تو کیا ہوتا

ہزار و سنمو اس بے ثباتی پہ بناتے ہو
ہمیشہ کے لیے دنیا مین گھر ہوتا تو کیا ہوتا

فراقِ حور مین دن رات اب بھی رو یا کرتا ہون
خدا کا واعظو خوف و خطر ہوتا تو کیا ہوتا

ابھی کروٹ بدلنا وہی مجھکو جلد کی مشکل ہے
ترقی پر اگر دردِ جگر ہوتا تو کیا ہوتا

کبھی تو ہوگا وہ مہرو کبھی مرے پہلو میں
کبھی تو مجھپہ زمانہ بھی مہربان ہوگا

دکھا دے ہمت مردانہ اے دل روشن
بسانِ شمع ترا آج امتحان ہوگا

نظر کی طرح رہے گا جو میری آنکھوں میں
تو خود مجھی سے وہ پردہ نشین نہاں ہوگا

وداع ہوگا جو دل آرزو کے آنے سے
تو میزبان بھی مرے حق میں میہمان ہوگا

یہ شوق قتل میں جانبازونکے کہتے ہیں
گلے پہ خنجر خونخوار کب رواں ہوگا

نہ نکلی جان شب انتظار آنکھوں سے
کھلی وہ آنکھیں جو دیکھے گا بدگمان ہوگا

ہمارے رنگ پریدہ کے ساتھ مرجاتے
گلو تمھاری نزاکت کا امتحان ہوگا

زمانہ ہوگا تڑپنے سے یوں تہ و بالا
زمین سر پہ تہ پایہ آسمان ہوگا

رگوں کے ساتھ گئے رنگ خون بھی یا قاتل
کہ آج ہر روش خنجر کا امتحان ہوگا

نہ اوسکو گا زر گل کو شبکو گلچین بھی
چمن میں شور عنادل کا پاسبان ہوگا

چلوں گا راہ مری طرح یہ بھی گر پڑ کے
کہ ناتوانوں کا سایہ بھی ناتوان ہوگا

دم آخر وہ کہتے ہیں میرے بالین پر — بتا بتا مجھے محشر میں تو کہاں ہو گا

غزل	عذاب قبر کا ادنی یہ حال ہے فاخر دم فشار ہر اک چور استخوان ہو گا	تعداد اشعار

کبھی تو صاحب خانہ کبھی مہمان ہو گا — کبھی تو دل میں مرے بھی ترا مکان ہو گا

یہ حال سوز محبت کا کیا نہان ہو گا — جلے گا دل بھی تو آہوں میں پھر دھواں ہو گا

شب وصال بجز ہجر سے دم رواں ہو گا — مثال صور جو آوازۂ اذان ہو گا

زمین حشر میں ہو گی نہ آسمان ہو گا — تمام خلق میں چھایا ہوا دھواں ہو گا

وہ سنکے دعوۂ الفت کو مجھ سے کہتے ہیں — محبتوں کا تری آج امتحان ہو گا

عصا کا تیر بھی چلے میں رکھ کر کھینچونگا — قد خمیدہ ضعیفی میں جب کمان ہو گا

فغان کے پہلے رواں ہونگے اشک آنکھوں سے — درا کو آگے روانہ یہ کاروان ہو گا

فغان کرونگا نہ کیوں قافلے سے چھٹکا ہوں میں — ضرور صدمۂ یاران رفتگان ہو گا

لگاؤ شوق سے تیرِ شعبہ پہلو مین — کلیجہ ہوگا ہدف دل مرا نشان ہوگا

دلِ عدو پہ بھی ہوگا جو بیکسی کا اثر — تو میرے حال پہ دشمن بھی مہربان ہوگا

مری لحد کو مٹا بین وہ مثلِ نقشِ قدم — مٹے ہوؤنکا جہان مین بھی نشان کہان ہوگا

عروجِ حسن کا اوس طفل کے یہ ایما تھا — یہ پیر ہو کر زلیخا صفت جوان ہوگا

سفر مین ساتھ بھلا اور کوئی دیگا کیا — ہمارا سایہ بھی ہم سے الگ وہان ہوگا

پھرے جو تیغ و لا مضطرب نہ تو ہونا — بہادری کا تری آج امتحان ہوگا

لگی کی آگ جو دلمین اوٹھینگے شعلے بھی — بلند رنگِ شفق کی طرح دھوان ہوگا

قفس پہ ڈالیگا دھری جو پوششِ صیاد — نئی زمین نیا سر پہ آسمان ہوگا

سنبھال لینا ذرا دلکو دونون ہاتھو نسے — کہ حال دردِ جگر کا مرے بیان ہوگا

ترقیان جو یونہین ہونگی اسکو شام و پگاہ — غبارِ دل کا بلند یہین آسمان ہوگا

وہ گل بھی منہ سے نہ بولیگا صورتِ سوسن — خبر تجھی کو اگر زبان ہوکر بیزبان ہوگا

تعداد اشعار ۲۴	چلے گا دل تو بڑھے گی بصیرت اے فاخر سمٹ کے سرو مک چشم سب دھواں ہو گا	غزل ۳۴

بخت خوابیدہ جو بیدار کہیں تو ہوتا
میرے آرام کو وہ تکیۂ زانو ہوتا

مائل قتل جو وہ ترک جفا جو ہوتا
تیر مژگاں کی کمان کھینچے وہ ابرو ہوتا

پاس گردوں کی طرح غیر سیہ رو ہوتا
آپ کے میرے وہی رنج کا پہلو ہوتا

آتشیں آہ کا ایسا کوئی جادو ہوتا
جان پڑتی شرر دل میں تو جگنو ہوتا

غیر کا پھر دل مضطر پہ نہ قابو ہوتا
میرے پہلو میں نہ وہ زینت پہلو ہوتا

دل دیوانۂ عاشق پہ جو قابو ہوتا
سامری سے بھی سوا آپ کا جادو ہوتا

خون سب تن کا دم قتل جو آنسو ہوتا
پشتۂ تیغ لہو پیتے ہی جگنو ہوتا

گر مرے قتل پہ تلوار وہ ابرو ہوتا
آب شمشیر سے جاری بھی نہ آنسو ہوتا

جسم پہ لیٹے تھے شب وصل بڑی راحت سے
زیر سر اب بھی وہی تکیۂ زانو ہوتا

لہرین اوٹھین مری آہون سے جو بحرِ غم مین
چادرِ آبِ روان پر وہی اُتو ہوتا

جوشِ گریہ بھی دمِ فکر جو ہوتا مجھکو
دیدۂ تر کی طرح کاسۂ زانو ہوتا

ابرِ تیرہ سے مہِ نو بھی نہوتا ظاہر
پردۂ زلف سے پوشیدہ جو ابرو ہوتا

اختیار ایک کا بھی برق پہ ہوتا ہی نہین
خاک میرا دلِ بیتاب پہ قابو ہوتا

ابتو بیزار ہی بوسہ کی خطا پر مجھسے
جب بھی راضی تھا جو بیکار خفا تو ہوتا

غیر کیا تاب جو آنکھون سے لڑاتا آنکھین
کھینچکے گردن پہ روان خنجرِ ابرو ہوتا

شبکو گلشن مین جو روتا مین کسی گلکو بھی
قطرۂ شبنم کا رخِ گلپہ مرا آنسو ہوتا

ساتھ آتے دلِ ویرانکے جو رنج و غم و درد
اوجڑی ہی گھر سے پھر آباد یہ پہلو ہوتا

کوئی ہمجنس تو ہوتا جو نہوتا مجنون
دل بہلنے کو کبھی وحشتیِ آہو ہوتا

ہچکیان آتی ہین جو پیتا ہون اشکِ خونی
صورتِ شیشۂ بادہ مجھے اچھو ہوتا

سید گرمی وہ نگاہین جو پریشان ہوتین
دل لگی کو کبھی اون انکھونکی آہو ہوتا

چاندنی بھی شب دیجور سے کالی ہوتی | اگر پریشان شب غم میں بھی وہ گیسو ہوتا

غزل ۳۵	دشت وحشت میں اگر ساتھ یہ دیتا فاخر خستہ پا تیزی رفتار سے آہو ہوتا	تعداد اشعار ۱۶

کارگر اس پہ رقیبوں کا نہ جادو ہوتا | نامہ بر کو سے خط جوشن بازو ہوتا

گر مجھے وصل سے ہر رات کو پہلو ہوتا | کیا مرے تھے جو دل یار پہ قابو ہوتا

تولتا عشق کی میزان میں جو اوسکی ہوتی | حسن پریوں کا بھی پاسنگ ترازو ہوتا

ساتھ دل کے میں اسے بھی نہ تڑپنے دیتا | گر مرا ہجر کی شب برق پہ قابو ہوتا

کس قیامت کی شب ہجر وہ اوسکی ہوتی | بڑھ کے طول شب یلدا سے جو گیسو ہوتا

چھالے پڑ جاتی حبابوں کی یہ حدت ہوتی | گر سمندر میں شرر ایک بھی آنسو ہوتا

درمیاں رکھو گے شب وصل وہ سوتے جو ہے | نیچے ساتھ مرے زینت پہلو ہوتا

ہمسری چشم فسوں ساز سے کرتا یہ اگر | کور جادو سے ہر اک دیدۂ آہو ہوتا

شرط انصاف و محبت ہی یہی اے عیسیٰ	مر رہا ہوں سر بالین تو مرے تو ہوتا
سر جھکاتے ہیں جو عکس رخ انور پڑتا	وقت زینت وہی آئینہ زانو ہوتا
محفل عالم میں یوں وصل سے کرنا انکا	لطف تب تھا جو اکیلا مری جان تو ہوتا
کھینچ لیتا کوئی بے اذن جو نقشہ تیرا	خود کشیدہ تری تصویر سے ابرو ہوتا
خوف ہوتا نہ ذرا قبر میں اے دوست مجھے	خانۂ تیرہ و تنہا میں اگر تو ہوتا
تیرے دیوانے کی صحرا میں جو نبکھیں آتیں	پھیرنے کے لیے صحرہ سے ہم آہو ہوتا
لطف خلوت کا نہ کیونکر مجھے ہوتا حاصل	خانۂ دل میں اگر ایک تو ہی تو ہوتا

غزل ۲	وصف اوس شوخ کی آنکھوں کا لکھا تھا فاخر نامہ لیجانے کو میرے کوئی آہو ہوتا	تعداد اشعار ۱۷

شاد تب وصل سے ناشاد دلا تو ہوتا	داغ ہوتا شب مہ ہوتی وہ گلرو ہوتا
سبزہ رنگ اور جو کچھ وہ رخ نیکو ہوتا	غیرت رنگ گل گلشن مینو ہوتا

اس سے بہتر تھا شب ہجر جو ہوتی الجھن
پھانسی گردن کے لیے حلقۂ گیسو ہوتا

راز ایک ایک پہ ان دونوں کا کھلتا
پہلوئے یار جو میرے پہلو ہوتا

سیلی موج صبا کی جو نشان پڑ جاتے
جامۂ گل پہ نئی قسم کا اُتو ہوتا

غنچہ برگ خزان و بجز جرس کی آواز
گر گلستان سے روان قافلۂ بو ہوتا

اور بھی مجھ پہ قیامت ہی قیامت ہوتی
حشر میں قد کے برابر جو وہ گیسو ہوتا

حال وحشت کا جو پاؤں پہ کرتے تحریر
صفت خامہ شگاف سم آہو ہوتا

مجھ پہ کچھ اور قیامت ہی قیامت ہوتی
مجھ حشر میں گر برہنہ سر تو ہوتا

یاد کچھ اور دلاتا شب فرقت اسکی
نیند اوڑا دینے کو ہری تکیۂ پہلو ہوتا

ایک میرے ہی لیے بس یہ کچھا رہتا ہے
غیر کے واسطے بھی تیغ وہ ابرو ہوتا

چھٹتے افشان شب وصلت میں جو ان پر ہی چوٹی
پھر سہ روسی سوا جگنو میں وہ ابرو ہوتا

زندگی میں تو پہونچنا مجھے ہوتا مشکل
کوچۂ یار اگر کوچۂ گیسو ہوتا

تھا مین وہ زار کہ جھونکے سے ہوا کے اوڑتا	باغ عالم سے روانہ صفت بو ہوتا
خانۂ تیرہ مین آتی جو لگا کر افشان	ہر ستارہ وہ چمکتا ہوا جگنو ہوتا
اسکے ڈسنے کو یہی کیا ہون مین ہی دنیا مین	غیر کے واسطے بھی سانپ وہ گیسو ہوتا

غزل ۳	کاٹتا سر کا اشارون مین جو ہوتا منظور قتل فاخر کے لیے تیغ وہ ابرو ہوتا	تعداد اشعار ۲۱

نبض کو سانس کو بیمار کی رو کر دیکھا	مثل مینا کے جو بے حس سر بستر دیکھا
صاحب خانہ سے خالی ہی سدا گھر دیکھا	آئینہ مین نہ کبھی عکس سکندر دیکھا
غم ہجران نے مرے دلکو اوجاڑا جیسے	کوئی ویران زمانے مین نہ یون گھر دیکھا
بے رخی سے بھی کیا ذبح مجھے قاتل نے	اپنے کشتہ کو ذرا منہ نہ پھرا کر دیکھا
اک اشارے سے گلو کاٹ کی کشتو نسے کہا	لوہا دیکھا مری تلوار کا جوہر دیکھا
تن و بلبل ہوں ان کہ دیکھی نہ کبھی باغ کی شکل	کھلتے ہی آنکھ کے صیاد کا بس گھر دیکھا

دل سے بولا کہ یہ بوسونکے نشان کیسے ہین
صبحکو اوسنے جو آئینہ اوٹھا کر دیکھا

سخت جالونکی جو سر تن سے جدا کرتے ہین
میان سے کھینچ کے جلاد نے خنجر دیکھا

مین یہ کہتا تھا ولا برق گرے گی اسپر
کوے جانانسے پھر آیا نہ کبوتر دیکھا

صاف معلوم ہوا دیدۂ گریان ہے کوئی
سینے رونے مین جو آئینۂ سکندر دیکھا

ایکدم ساتھ ترا دیکے چھپی ابر مین یہ
حوصلہ برق کا تونے دل مضطر دیکھا

اوسکی سی اسمین وہ رنگی نہین بجز کے ہے
تونے آئینہ مرے دلکا سکندر دیکھا

فوج اغیار کرین محو تماشا ہون حضور
کسطرح آپ نے مجکو تہ خنجر دیکھا

ابر باریک مین جسطرح نظر آئے قمر
پردۂ زلف مین یون مرخ انور دیکھا

تیغ جلاد سے کٹ جائیگی گردن شاید
خواب مین آج جو ابروے ستمگر دیکھا

نور میری شب فرقت نے کیا یون زائل
چشم اعمی کی طرح دیدۂ اختر دیکھا

سرو و شمشاد مقابل ہون یہ کیا طاقت ہے
ایک گیسو کو ترے قد کے برابر دیکھا

اپنی تصویر ہی منظور بنائی تھی تجھے
کچھ بھی آئینہ مین جز اپنے سکندر دیکھا

دل مین سمجھا کہ ہے منظور اسے بادہ کشی
خط مین تحریر جو سینے خط ساغر دیکھا

صبح کو کشتۂ حسرت جو اسے ہونا تھا
شمع کو پاس سے پروانون نے شب بھر دیکھا

غزل ۳۸	اس مہینہ مین نہ سر تن سے جدا ہو فاخر آج سینے سے تو دیکھ کے خنجر دیکھا	تعداد اشعار ۲۰

قلزم اشک وانکو نہ برابر دیکھا
چشم گریاں سے اگر ہمنے سمندر دیکھا

بیقراری مین کسیکو بھی نہ کمتر دیکھا
دل و سیماب کو رکھکر جو برابر دیکھا

تکیہ خشت لحد خاک کا بستر دیکھا
جو نہ دیکھا تھا کبھی اب وہ نیا گھر دیکھا

ہمسری کی بھی تو کی دور سے اک اتفاق فقط
بدر کو بھی نہ ترے رخ کی برابر دیکھا

ساربان ناقۂ لیلی کو بھگایا تو کیا
سایہ سان قیس کو محمل کے برابر دیکھا

دیکھنے کی نہ رہی تاب گرا غش کھا کر
مجھے اوسنے جو تڑپتا سر بستر دیکھا

مین نہ کہتا تھا کہ ہے رنگ حنائی خوشتر ۔ خون دل کا صفتِ خونِ کبوتر دیکھا
ہوس بوسہ بڑھی وصل کی امید ہوئی ۔ لبِ جانان کو قرین جب لبِ ساغر دیکھا
اندھی ہو جاتی ہین ظلمت مین سب آنکھون والے ۔ تو نے ظلمات مین کیا جا کے سکندر دیکھا
میرے آنسو بھی ہوے خشک اسی ارمان مین ۔ جب سے اوس گل کی بنا گوش مین گوہر دیکھا
ذبح کرنے مین پھرا ہی جو رہا منہ کو وہ شوخ ۔ یاس سے مہر فلک کو تہ خنجر دیکھا
کوئی گریان لحدِ کشتۂ حسرت پہ نہین ۔ ہان مگر شمع کو روتی ہوئی اکثر دیکھا
صبح اس چاند کو آنکھون سے جو ہونا نہان ۔ شمع لیکر رخِ دلدار کو شب بھر دیکھا
وقت بد پھر گئے اعضا بھی مقدر کی طرح ۔ عالمِ یاس مراد اور یہ محشر دیکھا
خواب بھی خوب ہے انسان کی تسکین کے لیے ۔ جسکا مشتاق تھا زانو پہ وہی سر دیکھا
دل بھر آیا مرے آنسو بھی بہے ساتھ اوسکے ۔ روے جانان پہ اگر گوشۂ چادر دیکھا
دیکھ عصیان کی سزا خلد مین بھیجا مجھکو ۔ عدل کو رحم کو خالق کی برابر دیکھا

بال بکھرائے ہیں کیوں لو سنو مرے ماتم میں	غم مجھے یہ ہے کہ اوروں نے کھلے سر دیکھا
ہوش ہوتا تو میں کیوں گور رسیہ میں آتا	بند ہو کر جو کھلی آنکھ تو یہ گھر دیکھا

غزل ۹۳	کسقدر جلد دم ذبح کٹا سر میرا اونکو جی بھر کے نہ آخر تہِ خنجر دیکھا	تعداد اشعار ۳۰

سحاب کو بھی برسنے میں کچھ حجاب نہ تھا	مقابلہ میں جو یہ دیدۂ پرآب نہ تھا
مجھے خیال ہوا کب کہ جب شباب نہ تھا	زیادہ دل سے کوئی خانمان خراب نہ تھا
وصال یار میں کب ساغر شراب نہ تھا	ہماری بزم میں کس شب کو آفتاب نہ تھا
کھلا یہ حال قیامت میں سوزِ فرقت کا	جگر کا داغ یہ جلتا تھا آفتاب نہ تھا
ہماری ساتھ تڑپتی تھی کیوں یہ فرقتیں	شریکِ برق اگر دل کا اضطراب نہ تھا
ہماری عمر دو روزہ کی دو ہی فصلیں تھیں	سوائے طفلی و پیری کبھی شباب نہ تھا
مثال وسمہ ہے سادہ سے کسطرح دیتا	بغیرِ خار چمن میں کوئی گلاب نہ تھا

برس کے دیدۂ گریان نے کیا قیامت کی ۔ مکان وہ کون تھا عالم مین جو خراب نہ تھا
ہوا مین اوڑ گیا کیون نامہ دست قاصد سے ۔ مرے تو خط مین بھی مضمون اضطراب نہ تھا
وہ چشم مست نہ کیون یاد آتی ساقی کو ۔ کسیکی آنکھ تھی اولٹی ہوی حباب نہ تھا
برس برس کے جو روتا تھا ہجر جانان مین ۔ ہماری آنکھ تھی روتی ہوی سحاب نہ تھا
گلون نے چار نہ کین آنکھین عندلیبون سے ۔ سوا ہمارے دیدۂ نرگس کسے حجاب نہ تھا
تمہارے کوچے مین کیون دھوپ آتی جاتی ہے ۔ جنان مین دیکھ رہا ہون آفتاب نہ تھا
اگر جہان مین نہ ہوتا یہ چرخ ناہنجار ۔ تو تیری ظلم شعاری کا پھر جواب نہ تھا
ہماری خون کی مہندی لگائی کیون مین نے ۔ جوانی آپکی تھی موسم خضاب نہ تھا
بہا دیا جسے پانی سمجھکر ریتی پر ۔ لہو یہ عاشق جانباز کا تھا آب نہ تھا
مین پھر طالع بیدار کا ہون شکر گزار ۔ ذرا اودن آنکھون مین وصلت کی شب کو خواب نہ تھا
اونھین وصال کے پہلے بہت تھی شرم و حیا ۔ ہمارے پاس جو بیٹھے تو پھر حجاب نہ تھا

اگر نہ دیکھتے آئینہ تم دمِ زینت / تو پھر تمھارے رخِ صاف کا جواب نہ تھا

سوال وصل کی ہی وہ مجھپہ دشنام / جواب غیر کا یہ تھا مرا جواب نہ تھا

بری بھی اچھی بھی ہوتی ہیں باغِ عالم میں / چمن میں خار سے خالی کوئی گلاب نہ تھا

فقیر جانکے کہدیتے کچھ نہ کچھ مجھسے / مرا سوال ہے کیا قابلِ جواب نہ تھا

مری اجل کا بہانا تھا وصل کا انکار / پیام موت کا تھا صاف وہ جواب نہ تھا

جہان میں کیوں نہ عدیم المثال ہو مشہور / کہ اوسکے حسنِ خداداد کا جواب نہ تھا

وفائیں گنتا تھا اپنی خفا ہوئے تم کیوں / تمھارے ظلم و ستم کا کوئی حساب نہ تھا

بہاتی اشک نہ کیوں آنکھ مینہ برسنے میں / کہ دودِ آہ تھا چھایا ہوا سحاب نہ تھا

وہ میری خطِ شکستہ پہ لکھتے کیا نامہ / کہ سرنوشت کا پاس اونکے کچھ جواب نہ تھا

حباب چرخ کی گردش سے جام کیا ہوتا / یہ منقلب تھا اسے خوفِ انقلاب نہ تھا

زمین میں دورِ فلک کو میں مانتا کیونکر / مرے ہوونکے لیے کوئی انقلاب نہ تھا

غزل ۴

سوال وصل پہ کیونکر نہ وہ خموش ہین
تمھاری بات کا فاخر کوئی جواب نہ تھا

تعداد اشعار ۲۵

کب لفت ابرو مین ہین بسمل نہین ہوتا
کب حلق تہِ خنجر قاتل نہین ہوتا

نالو نسے دل گل کوئی بسمل نہین ہوتا
زخمون پہ نمک شور عنادل نہین ہوتا

دعوی کبھی یکتائی کا باطل نہین ہوتا
اوس رخسے خود آئینہ مقابل نہین ہوتا

اوس چال مین انداز ہی کیا کبک دری کا
رفتار سے پامال مرا دل نہین ہوتا

وہ رات تڑپتے ہی گذرتی ہے سحر تک
جس شبکو کہ پہلو مین مرا دل نہین ہوتا

یون خنجر ابرو کا چڑھانا نہین اچھا
کیا آپ سمجھتے ہین مین بسمل نہین ہوتا

آرام نہ کیون کوچہ گیسو مین ہو دلکو
رہرو کو سکون کب سر منزل نہین ہوتا

عارض کا تو کیا ذکر حسینان جہانکے
تارا سا چمکتا ہوا کب تل نہین ہوتا

آ ہوش مین اے شیخ کہ پہونچا ہے لب گور
بیہوش مسافر سر منزل نہین ہوتا

وصلت مین بھی فرقت کا وہی ڈر ہی سمایا — کم آج بھی درد جگر و دل نہین ہوتا

وہ ہاتھ دم ذبح جو سینے پہ دھرا ہین — بیتاب ذرا بھی دل بسمل نہین ہوتا

دل لے لیا باتو نہین اشارہ نہین کیا قتل — اونکو تو کوئی امر بھی مشکل نہین ہوتا

دل جھیل کے جیسے یم فرقت مین ہی ڈوبا — یون غرق سفینہ لب ساحل نہین ہوتا

جز نان مہ و مہر کے کچھ اور نہین ہے — مین چرخ دنی سے کبھی سائل نہین ہوتا

ہون عاشق محتاج پہ نفرت ہی طلب سے — بوسونکا بھی اونسے کبھی سائل نہین ہوتا

روتا نہین کب یاد مین گیسو کی لہو مین — کس رات کو خون جگر و دل نہین ہوتا

دشنام رقیبون کو بھی دیتے ہین سو ہر کا — ان باتون کا بندہ متحمل نہین ہوتا

وصلت کا کبھی خواب مین وعدہ نہین کرتا — وہ عالم غفلت مین بھی غافل نہین ہوتا

ہین زار ترے ہجر سے تھو گین کے لہو کیا — عرق ہوتی ہی انکو مرض سل نہین ہوتا

شمعونکو جلاؤ بھی تو جلتی ہین بجھی سی — محفلین جو وہ رونق محفل نہین ہوتا

کہتا تھا تعجب سے تعقب مین یہ مجنون
خستہ کبھی یہ ناقۂ محمل نہین ہوتا

کشتونکو دم ذبح بھی یہ پاس ادب ہے
آلودۂ خون دامنِ قاتل نہین ہوتا

اے قیس تری آہ مین تاثیر نہین کچھ
بیچین دلِ صاحبِ محمل نہین ہوتا

نقصان اوسیکا ہے جو اپنونسے جدا ہو
ترشا ہوا ناخن مہِ کامل نہین ہوتا

غزل ۱۴	جی بھر کے مزا وصل کا ملتا نہین فاخر پہلو مین وہ ہوتے ہین تو یہ دل نہین ہوتا	تعداد اشعار ۱۹

ازل سے حوصلہ ہے تیری آشنائی کا
عدو کی زیست نہ کیونکر ہو غم جدائی کا

وہ پورا ہاتھ پڑا تیغ آزمائی کا
وہان زخم سے اک غل ہوا دہائی کا

ہزار بار چمن مین بہار آکے گئی
نہین ہے حوصلہ اب کچھ مجھے رہائی کا

اکیلی قبر مین ظلمت سے یہ ہوا روشن
یہی تھا رنگ ہماری شبِ جدائی کا

کمر خمیدہ نہ کسطرح چرخ پیر کی ہو
لیے ہے بار گنہ سر پہ اک خدائی کا

ہے ناز کیون تجھی ہرجائیونکی الفت پر | کچھ اعتبار نہین ان کی آشنائی کا
دم نظارہ پھسلتا ہی پای نظارہ | رخ صبیح مین وہ حسن ہی صفائی کا
جنون مین ہی سر شوریدہ کی یہ فرمایش | مزا ہی سنگ در بت پہ جبہ سائی کا
بلند ہو کے ستارے زمین پہ گرتے ہین | طریقہ آہ شرر زا مین ہی ہوائی کا
حضور جھوٹن کہین وہ مین سچ جان اپنی | گمان ہی عاشق صادق پہ بیوفائی کا
لہو سفید ہو دنیا کا مثل شیر اگر | تو کیون نہ خون کا پیاسا ہو بھائی بھائی کا
اگر وہ فتنۂ محشر ہو قاتل عالم | مثال حشر ہو غل چار سو دہائی کا
لیا جو بزم مین بوسہ تو مسکرا کے کہا | خدا بھلا کرے دنیا مین بےحیائی کا
بھٹک کے جب رہ کعبہ راہ دیر کی لی | تو میرے لئے کیا کام رہنمائی کا
ڈبو دیا یم فرقت مین ناخدا نے مجھے | برا جہان مین یارب ہو آشنائی کا
ہر ایک جا نگہ دیوانہ سنگسار کرے | یہی نتیجہ بتونکی ہے آشنائی کا

دیا ہی مینے تو دل وہ جفائین کرتی ہین | جہانمین کیا ہی برائی عوض بھلائی کا
برہمنو انھین تم کیون خدا سمجھتے ہو | کبھی بتون نے بھی دعوی کیا خدائی کا

غزل ۲۴ | ثنا ہی گیسوی مشکین لکھون چراے فاخر سواد اور زیادہ ہو روشنائی کا | تعداد اشعار ۱۹

ہوا نہ دست شکستہ کو غم جدائی کا | اثر دکھایا مرے خون نے مومیائی کا
وہ سیدھی راہ چلین عاشقو نسے اتو ہم | سبق پڑھائین فلک کو بھی کج ادائی کا
چھٹین گے قید ہی زندان زندگی مین کبھی | خیال بھی اونھین ہوتا نہین رہائی کا
برہنگی ہے بھی عریان نہین ہے بزم مین شمع | کہ بر مین پہنے ہے وہ جامہ بیحیائی کا
کیا ہے داور محشر سے خون کا اقرار | سقر ہون مین بھی یہان تو ترے صفائی کا
نکل کو دیکھ لے اسکی یہی وصیت ہے | جنازہ در پہ رکھا ہی ترے فدائی کا
لیا ہی بوسہ سیب ذقن محبت مین | ثمر ملا یہ مجھی نخل آشنائی کا

خطا کسی کی نہین گر نہ یار تک پہونچا
گلہ ہے اپنی ہی قسمت سے نارسائی کا

اکیلی قبر کی راتین ہین قیامت تک
اب اور حال کہون کیا غم جدائی کا

قفس کی تیلیان توڑ دی ہین بیقراری نے
مرا تڑپنا ہی باعث ہوا رہائی کا

فراق مین یم خوبی کے کیون نہ مضطر ہون
سمک کو غم ہے بڑا بحر کی جدائی کا

چراغ روز کے مانند بے فروغ ہوئے
پڑا جو شمع پہ پرتو تری کلائی کا

یہ دل بھی ہو دل فرہاد کی طرح پتھر
کہ کاٹنا ہے اسے کوہ غم جدائی کا

کیا حلال قفس سے نکال بلبل کو
نتیجہ قید سے بدتر ہوا رہائی کا

اجاڑ دیکھ سکونگا نہ باغ کو صیاد
خزان مین حکم نہ دینا مری رہائی کا

شراب و لولہ وصل نے یہ مست کیا
کہ در میانسے اوٹھا پردا پارسائی کا

بہانہ دزد حنا کا نہ کیجیے مجھسے
کسینے بوسہ لیا ہے کف حنائی کا

یہ سرکشی نہ کرے شمع فقیر و نسے
کہین نہ کاسہ سر کاسہ ہو گدائی کا

پڑھے گا خط بھی نہ گر دیکھ دست نازک سے
لچکنا سیکھ لیا تیغ نے کلائی کا

غزل ۳۴
اکیلی ہجر کی راتوں مین بیقراری ہے
اثر نہ کیون دل فاخر پہ ہو جدائی کا
تعداد اشعار ۱۷

عدم کو بن سے گئے تھا یہ رہگذر کیسا
سفر مین پیچ کیا دیوانون نے سفر کیسا

نہ جانے آج ہے وہ غیرت قمر کیسا
مثال چرخ کے پھرتا ہے میرا سر کیسا

مثال شمع جلا رات بھر جگر کیسا
ہوا ہے ساتھ یہ ٹھنڈا دم سحر کیسا

وہ میرے پاس نہ آئے گئے رقیب کے گھر
فغان و آہ مین او لٹا ہوا اثر کیسا

جنون مین ضیق مکان مثل قیدخانہ ہے
رہونگا اب کسی صحرا مین جا کے گھر کیسا

علاج کیا نہ عیادت کو بھی کبھی آیا
مریض ہجر سے عیسیٰ ہے بیخبر کیسا

طلب کرو تو ابھی دیدون اپنی جان تلک
یہ قلب کیسا مری جان یہ جگر کیسا

قضا تو آگئی وہ آج کل ہی آتے رہے
دیا کیے مجھے دھوکا وہ عمر بھر کیسا

تپ فراق طبیبو زیادہ اور ہوئی
کمیا دوائی تمھاری مجھے ضرر کیسا

سرو ہی باندھکی پہلوین اپنے کتنے ہین
ہوا ہے نیمچہ یہ زینت کمر کیسا

بسر کرونگا فقیرانہ لامکانی ہین
پڑا رہونگا در یار پر مین گھر کیسا

یہی تھا دعوی نزاکت کا ای ستم ایجاد
ہے بار تیغ اوٹھاے ہوے کمر کیسا

ہوا کی ساتھ مری خاک اوس تلک پہونچی
کیا ہے یار کے دربار مین گذر کیسا

فروغ داغ جگر ہے وہی مزار مین بھی
ہے آج شبکو بھی خورشید جلوہ گر کیسا

ملا نہ صبح قیامت بھی فتنہ محشر
مرا تھا نالہ شبگیر بے اثر کیسا

یہی نا میرے گلے پر وہ تیغ پھیرینگے
جھپٹ کے بوسہ ابرو مین لونگا ڈر کیسا

غزل ۴۴	تڑپ تڑپ کے بدلتا ہون کروٹین فاخر ترقیون پہ ہے دردِ دل جگر کیسا	تعداد اشعار ۱۸

جگر کا داغ ہے پری مین جلوہ گر کیسا
ہے دن کو آج ضیا بار یہ قمر کیسا

بڑھا کچھ اور بھی صندل سے درد سر کیسا — دوا نے آج یہ اولٹا کیا اثر کیسا
یہ کیا ہے اب جو ذرا بات تک نہین کرتے — تمھین خیال ہمارا تھا پیشتر کیسا
اسی نے وار کو تیغ ادا کی روکا ہے — بچایا دل نے مجھے صورت سپر کیسا
قریب پر وا بلایا او نھین بھی دی صدا — فقیر بن کے گیا ہون مین تا بدر کیسا
ہنسے وہ دیکھ کے آئینہ مین جو کان اپنے — ہوا ہی دانتو نسے او نکی خجل گہر کیسا
وہ پہلو ونکو دبائے ہین دو نون ہاتھونسے — ہر اک ہے چین سے میرا دل و جگر کیسا
نکل کے بطن صدف سے جدائی قہر ہوئی — ملا ہے گرد یتیمی مین بھی گہر کیسا
جہان مین کیون نہ عدیم المثال ہو وہ شوخ — پری مین بھی یہ نہین حسن ہے بشر کیسا
نصیب وصل کمر ہو بغیر مشاطہ — عدم کی راہ مین در کار راہبر کیسا
لہو پیا ہی کسی بے گنہ کا کیا دم صبح — ہوا ہی خون سے تر دامن سحر کیسا
مثال نوح کی کشتی تن بچا یارب — اوٹھا رہی ہے یہ طوفان چشم تر کیسا

مریضِ غم کے سنانے کو سُنکے کہتے ہیں
دکھا رہی ہے مرے دلکو یہ خبر کیسا

وفورِ شرم سے تر ہو نہ وہ پسینے میں
ہوا کا خلوتِ محبوب میں گذر کیسا

دوچار ہوتے ہی آنکھیں حلال کر ڈالا
جگر کے پار ہوا ناوکِ نظر کیسا

اودھر کو شمع ہوئی گل ادھر کو جان نکلی
ملا ہے مجکو دمِ صبح ہمسفر کیسا

ہوا ہے دید کمر کو میں لکھ کے پچتایا
جہان میں اوڑ گیا خط لے کے نامہ بر کیسا

غزل ۴ — تعداد اشعار ۲۵

کلیجہ ہاتھوں سے پکڑا ہے وہ گھر پہ خود آ کے
ہماری آہ نے فاخر کیا اثر کیسا

تماشا عشق کے ہمراہ جی کر دیکھ لینا تھا
ذرا آبِ بقا پی کر سکندر دیکھ لینا تھا

مریضِ ہجر کو بھی سوی بستر دیکھ لینا تھا
ذرا حالت کو میری منہ پھرا کر دیکھ لینا تھا

جدا کرتیں ہیں سر کے زیرِ خنجر دیکھ لینا تھا
ہماری سخت جانی کا بھی جوہر دیکھ لینا تھا

نہ ملتا تو نہ ملتا ذوق ارمان تو نکل جاتا
طلب کر کے گدا آسا مقدر دیکھ لینا تھا

گمان یہ ہم نشینوں پر کیا کیوں نامہ بھیجو کا
خطِ جاناں کو پہلے زیرِ بستر دیکھ لینا تھا

اگر باور نہ تھا مرنے کا میرے بدگمانی سے
ذرا سینے پہ دم کو ہاتھ رکھکر دیکھ لینا تھا

نگاہِ مست کو اتنا ہی کافی تھا پئے مستی
نظر بھر کر چھلکنا ہی کا ساغر دیکھ لینا تھا

ترس کھا کر ہٹا لیتا چھری گردن سے وہ شاید
نگاہِ یاس سے سوئے ستمگر دیکھ لینا تھا

جلا کر تم مسیحائی کا دعوی آزما لیتے
سرِ میت لگا کر ایک ٹھوکر دیکھ لینا تھا

گرائے جو حسن ہستی پہ پھر بھی کبھی بجلی
ادھر بھی منہ پھرا کر مسکرا کر دیکھ لینا تھا

ارادہ تھا جو مجھ سے سخت جاں کے قتل کرنے کا
کمر سے کھینچ کر قاتل کو خنجر دیکھ لینا تھا

چھری پھیری عبث خود حسرتِ پرواز جاتی تھی
تجھے صیاد میرے پر کتر کر دیکھ لینا تھا

تمنا جو شہادت کی تھی اور دل میں کہتے تھے
ذرا طوفان بحرِ آبِ خنجر دیکھ لینا تھا

صباحت سے ذرا لیلی کے دعوے کو مٹا دیتے
رخِ نیکو آئینہ رکھکر برابر دیکھ لینا تھا

ضرور اس وقت قاتل جانفشانی کا یقیں ہوتا
تجھے تن سے جدا کر کے مرا سر دیکھ لینا تھا

اودھر سے جب جنازہ کشتۂ فرقت کا گذرا تھا — ذرا تکلیف کر کے تمکو در پر دیکھ لینا تھا

چٹک کر میری آہ آتشین سے ٹکڑے ہو اٹھتے — بتو تمکو لحد کا آگ پتھر دیکھ لینا تھا

خدنگ ناز کا وہ توڑ دکھلانے کو کہتے ہین — کلیجہ تھام کے اے قلب مضطر دیکھ لینا تھا

اوسے خط اوسقدر لکھنا تھا جتنا بار اوٹھا سکتا — دم تحریر بازو سے کبوتر دیکھ لینا تھا

بڑا دعوی تھا خورشید قیامت کو بھی سوزش کا — مرے داغ جگر کو اہل محشر دیکھ لینا تھا

کبھی تھمتا نہ تیرا دست نازک میرے سینے پر — تڑپ کا حال رکھکر ہاتھ دل پر دیکھ لینا تھا

نظر اپنی سوا اور کچھ تو صورت نہین آتی — بنا کر آئینہ پہلے سکندر دیکھ لینا تھا

گیا تھک کر نہ پہونچا کوچۂ جانان تلک آخر — اوڑا کر زور پرواز کبوتر دیکھ لینا تھا

مرے دل کی تڑپ کا امتحان یون ہی کیا ہوتا — تمھین سیماب بھی رکھکر برابر دیکھ لینا تھا

غزل ۱۰۴	نگاہ مہر کا خواہان تھا روز حشر فاخر بھی اسی بھی ساقی تسنیم و کوثر دیکھ لینا تھا	تعداد اشعار ۱۹

صد چاک صفت قلب کے داماں نہیں دیکھا
اے جوشِ جنوں دست و گریباں نہیں دیکھا

کب ہاتھ میں تلوار کو عریاں نہیں دیکھا
کب در پہ ترے گنجِ شہیداں نہیں دیکھا

دے اوج ذرا دستِ جنوں جامہ دری کو
مانندِ سحر چاک گریباں نہیں دیکھا

تاثیر ہوئی گریۂ بلبل کی یہ کیسی
گلشن میں کسی گل کو بھی خنداں نہیں دیکھا

اربابِ فلک کے لیے پروا نہیں درکار
فانوس میں کب شمع کو عریاں نہیں دیکھا

جلتا دل پہ داغ ہے جسطرح ہمارا
روشن کوئی یوں سروِ چراغاں نہیں دیکھا

آنکھ ایسی ترے کشتۂ حسرت کی کھلی ہے
نرگس کو بھی یوں باغ میں حیراں نہیں دیکھا

عبرت کی نظر سے کبھی ہے موت فراموش
اک دن بھی سوے گورِ غریباں نہیں دیکھا

اسکی بھی اوڑیں دھجیاں اے پنجۂ وحشت
دامن کی طرح چاک گریباں نہیں دیکھا

آبِ دمِ شمشیر نہیں باڑھ پہ قاتل
طوفانِ یمِ خونِ شہیداں نہیں دیکھا

کیا ترکِ تعلق نے بکھیڑوں سے چھڑایا
کانٹوں سے الجھتے ہوے داماں نہیں دیکھا

کب ریگ پہ تڑپے نہیں زخمی ترے قاتل | کب زخمِ شگفتہ کو نمکدان نہیں دیکھا
رہتے نہیں مسدود کبھی راہ عدم کی | کس روز روان قافلۂ جان نہیں دیکھا
اے دستِ جنون بس ہے نہیں پہنچے ترا زور | یون چاک سے لوکا گریبان نہیں دیکھا
بولا وہ کہا بذار جگر تاک کے میرا | آلودہ ترے خون میں پیکان نہیں دیکھا
دل سے مرے کہتے ہین یہ ارمان مقیّد | یون تنگ کوئی خانۂ زندان نہیں دیکھا
کیا وحشت و پیری نے جھکایا ہے تنِ زار | پرخم کوئی یون تارِ گریبان نہیں دیکھا
رونا تھا اسی ہجر کی راتونکو جو تا عمر | اس دل کو شبِ وصل مین خندان نہیں دیکھا

غزل ١٧٤

تصویر کسی کی ہے کلیجے سے لگائی
فاخر کو شبِ ہجر پریشان نہیں دیکھا

تعداد اشعار ٢٣

حسرت ہے کہ دل نے کوئی مہمان نہیں دیکھا | پیوست کسی تیر کا پیکان نہیں دیکھا
مدت سے بپا نوح کا طوفان نہیں دیکھا | ہان زور ترا دیدۂ گریان نہیں دیکھا

بے خون تمنا سے شادان نہین دیکھا
یون دل سے نکلتے ہوے ارمان نہین دیکھا

ناخن جو مجھے کاٹ کے کنٹھا مین بناؤن
گردون نے مہ نو سا گریبان نہین دیکھا

آہین خس و خاشاک اڑاتی ہین ہمیشہ
پرخار کبھی دل کا بیابان نہین دیکھا

زنجیر کے نالون کی نقیبانہ صدا سے
یون وحشیون کا دشت بیابان نہین دیکھا

احسان ہو جو اے دست جنون چاک اسے کر
دم گھٹتا ہے یون تنگ گریبان نہین دیکھا

دشوار تھا رہتے جو بجا ہوش تمھارے
یہ کیسے مرا حال پریشان نہین دیکھا

رخسار پہ پروانہ نے تن اسکا چھپایا
محفل مین کسی شمع کو عریان نہین دیکھا

روٹھے تھے بگولے تو یہ دیتا تھا صدا قیس
محمل کو تو اے گرد بیابان نہین دیکھا

دولت کے لیے بہر حفاظت ہین جھگڑے
دروازۂ درویش پہ دربان نہین دیکھا

اعلی کا رہی حال بھی ادنی سے جدا ہے
دامن سے ملا چاک گریبان نہین دیکھا

خارون سے بچا جو وہ پھٹا دست جنون سے
یون دھجیان اوڑتے ہوے دامان نہین دیکھا

وحشت نے بھی یان آکے کیا مجھسے کنارہ
ایسا کوئی پرہول بیابان نہین دیکھا

چڑھ چڑھ کے سرافراز نہ عشاق ہون کیونکر
اوس رہ پہ سوادار کے دربان نہین دیکھا

خط اوس گل رخسار پہ سبزہ کی روش ہے
اک پھول مین انداز گلستان نہین دیکھا

کیا شمع گل اشک بہاتی ہے سر بزم
ہنستا ہوا یون دیدۂ گریان نہین دیکھا

کیا قدر ترے مصحف عارض کی کرے غیر
کافر نے کبھی آنکھ سے قرآن نہین دیکھا

ابرو جو دکھایا ہے تو رخ کو بھی دکھا دو
بسم اللہ تو دیکھ کے قرآن نہین دیکھا

محشر مین بھی ستار نے قاتل کو چھپایا
مقتول کے ہاتھون مین گریبان نہین دیکھا

فرقت مین کوئی چیز پھانسے نہین دیتا
اس غم سے سوا حلق کا دربان نہین دیکھا

غزل ۴

رہتی نہین کب فکر تجھے شعر کی فاخر
کس روز تجھے سر بگریبان نہین دیکھا

تعداد اشعار ۱۵

تن لاغر نے دیا اوج مجھے خار ونکا
سایہ پڑتا نہین سر پہ کبھی دیوار و نکا

جان ہی دی قفس تنگ مین عاجز ہو کر
حال کچھ ایسا ہوا تازہ گرفتارونکا

گھر سے وہ غیرت یوسف نہین آتا باہر
ایک انبوہ ہی چوکھٹ پہ خریدارونکا

بیکسون ہی پہ سدا جور و جفا کرتے رہے
کچھ بھی بگڑا نہ زمانہ مین ستمگارونکا

کون تھا رحمت خالق کے سوا محشر مین
فیصلہ اسنے کیا ہمسے گنہگارونکا

صحبتین جنسے شب و روز رہا کرتی تھین
اب نشان بھی کہین ملتا نہین ان یارونکا

کس محبت سے شب وصل گلے سے اپنے
یاد آتا ہے وہ پہنانا مجھے ہارونکا

ٹکڑے ٹکڑے کیے نظرونسے مرے قلب و جگر
کام تیرونسے لیا آپ نے تلوارونکا

بوسہ کسکے دہن زخم کا اسنے تھا لیا
اب تلک خونسے جو منہ لال ہے سوفارونکا

راز دل دیکھ نہ خلوت مین بھی منہ سے نکلے
کیا نہین جانتا تو کان ہے دیوارونکا

موسم گل مین چلے جبکہ خزان کے جھونکے
رنگ بدلا نظر آنے لگا گلزارونکا

خوف سے عشق پڑا ہے ترے زندان بلا مین
جانے دیتے وہ آتے ہے گرفتارونکا

ترچھی نظروں سے حسینوں کی ہوا دل ہدف	کوئی ناوک نہ پڑا جیسے کمانداروں کا
آتش حسن ہی یوسف کی بھڑکتی جاتی	گرم سودا نہ ہو کیوں مصر کے بازاروں کا

غزل ۴	آتش حسن سے ہونٹوں کو جلایا فاخر بوسہ کا ہے کو لیا شوق سے رخساروں کا	تعداد اشعار ۱۰

حال کچھ قابل درمان نہیں بیماروں کا	دست تدبیر بھی اب شل ہے پرستاروں کا
سخت جانوں کے گلے کاٹنا کچھ سہل نہیں	قاتلو میاں میں دم بند ہے تلواروں کا
مرض ہجر سے جانبر کوئی ہوتا ہی نہیں	گر کے مشکل ہے سنبھلنا انہیں بیماروں کا
دیکھنے سے نہ ہو کس طرح نگہ کو قوت	سبزۂ خط ہے نمو پر ترے رخساروں کا
قدر دانوں سے ہر اک چیز کی ہوتی ہے قدر	نام یوسف سے سوا ہوتا خریداروں کا
اے جنوں برہنہ پائی کا مزہ لینا ہے	مجھ سے وحشی کے لیے فرش بچھا خاروں کا
[illegible] شیب بن گیا تیر نگہ	خود کمان جھک کے ہوا قد ہے کمانداروں کا

ہونٹھ جل جائینگے بوسونکے تصور مین مرے
شعلۂ حسن بڑھا اور جو رخسارونکا

قاتلونسے مجھے ملاح کا لیناہے کام
ہے یم آہ غضب باڑھ پہ تلوارونکا

صبح کے ہونیکی عاشق کو خبر دیتے ہین
ڈوبنا خوب نہین وصل کی شب تارونکا

دیکھ لیتا ہون شب وصل اسی مین صورت
آئینہ کم نہین کچھ یار کے رخسارونکا

لے نہ جا باغ مین دم بھر کو قفس سے صیاد
اضطراب اور رسوا ہو نہ گرفتارونکا

مجھسے بیحس کو پڑے دیکھ کے وہ کہتے ہین
بیٹھنا اوٹھنا بھی آتا نہین بیمارونکا

پاون رکھتے ہین کہین اور کہین پڑتا ہے
آپکی چال مین انداز ہے میخوارونکا

غزل ۵ — تعداد اشعار ۱

سخت مشکل ہے بچے جان محبت ہے درمان
حال فاخر ہے براہجر کے بیمارونکا

مجھسے لپٹے ہین جدا کچھ نہین قابو اپنا
شب وصلت مین بھی ویران پہلو اپنا

گرم ہے شعلۂ رخسار سے پہلو اپنا
تکیہ اوس سر کا نہ ہے بخت ہے زانو اپنا

دل میں ہے یادِ حبیب و الم و درد و غم — شب فرقت میں بھی آباد ہے پہلو اپنا

پاس بیٹھے وہ کبھی اور کبھی اٹھ کے چلے — کبھی ویران کبھی آباد ہے پہلو اپنا

غیر سمجھیں گے مرے منہ پہ لگائی تلوار — تم چڑھاؤ نہ مجھے دیکھ کے ابرو اپنا

دلِ صد چاک پہ آرے ہی چلا کرتے ہیں — کوئی کنگھی سے جو سلجھاتا ہے گیسو اپنا

سرد مہری بتاتے ہیں ہاں ہجر نصیب — گرم اک دن نہ ہوا وصل سے پہلو اپنا

برق و سیماب سے بڑھ جاتی ہے جو بیتابی ہیں — پھینکدوں دل کو ابھی چیر کے پہلو اپنا

اشکِ خوناب بہاتی ہیں جو میری آنکھیں — درد یاقوت سے لبریز ہے چلو اپنا

اک نہ اک غیرتِ خورشید سے ہوتا ہے وصال — گرم رہتا ہے زمستاں میں بھی پہلو اپنا

ٹھوکریں لاش بھی کھاتی نہ پسِ مرگ تری — سر نہ رکھتا کسی قدموں پہ اگر تو اپنا

سرو آہ ہونے ہر اک اشک جما کرتے ہیں — ہو گیا گوہر نایاب ہر آنسو اپنا

ترک الفت ہی ممکن ہے نہ ممکن ہے وصال — نہ تو دلبر ہے نہ اس شوخ پہ قابو اپنا

بین اوٹھا پہلو سے دلبر سہی تو دل بیٹھ گیا ۔۔ نہوا پر نہوا حیف یہ بدخو اپنا

سخت جانون کی گلو جب کٹے وہ بولے ۔۔ تیغ بے آب کہ کمزور ہی بازو اپنا

زور پرواز سے اوڑتا مین قفس کو لیکر ۔۔ شل نہوتا کہین صیاد جو بازو اپنا

غزل ۲۵

مصرع دل میر اگر فتار نہووے فاخر
صورت دام وہ پھیلا ہے گیسو اپنا

تعداد اشعار ۱۸

دل بیتاب پہ اوسوقت ہو قابو اپنا ۔۔ اونکے پہلو سے جو لپٹا رہے پہلو اپنا

کس طرح ہو دل بیتاب پہ قابو اپنا ۔۔ آج پہلو مین نہین زینت پہلو اپنا

دشت مین یاد جو وہ گیسوئے مشکین آئے ۔۔ نافہ خود لائے مرے واسطے آہو اپنا

چھوڑا صیاد نے مجبور سمجھکر مجھکو ۔۔ کام آیا یہی ٹوٹا ہوا بازو اپنا

آگ لگ جائیگی دامن سے شرر کی طرح ۔۔ بھر ڈھائیگا یہی ایک ہی آنسو اپنا

ہزار رکھکے جو سویا تھا شب وصل وہ گل ۔۔ اب وہی سونگھتا ہون تکیہ پہلو اپنا

سوختہ مثلِ کبابِ آتشِ فرقت سے ہے دل — گرم کیون ہو نہ روان آنکھ سے آنسو اپنا

دل کی الجھن سے تو خاک بچاتا مجھکو — کھولنا تم نہ ذری لاشے پہ گیسو اپنا

ساحرِ دل مین اسی بات پہ کرتا تھا غرور — کارگر حضرتِ موسیٰ پہ ہو جادو اپنا

سر جھکاتے ہی نظر آگئین کیا کیا شکلین — جامِ جم سے ہے سوا کاسۂ زانو اپنا

جستجو مین قدِ جانانہ کی مین کھو آیا ہون — دل تو ہی دیدے مجھے سروِ لبِ جو اپنا

رخ سے میرے جو ملائی ہین وہ رخ کو دمِ فکر — آئینہ پرتوِ عارض سے ہے پہلو اپنا

اونکی شوخی کی نہین اس سے سوا کوئی دلیل — جب ہنساتے ہین نکل آتا ہے آنسو اپنا

مثلِ ناسور کی بہتے ہین مرے دیدۂ تر — کبھی تھمتا ہی نہین آنکھ سے آنسو اپنا

نزع مین خشک ہوئی دیدۂ گریان افسوس — دامنِ یار پہ گرتا کوئی آنسو اپنا

آنکھین پھر پھر کے یہ کہتی تھین بتِ ساحر کی — مین دکھاؤن کوئی چلتا ہوا جادو اپنا

لطف ہو ابرِ گہربار سے موتی برسین — تم جھٹک دو جو نہا کر کبھی گیسو اپنا

غزل ۵۲	ٹھوکریں کوہ بیابانکی نہ کیونکر کھاتے دل پہ فاخر نہ رہا عشق مین قابو اپنا	تعداد اشعار ۲۱

دل سے اولجھ کے زلف مین آیا نہ جائیگا
اب سر سے اس پہ لگا بھی سایہ نہ جائیگا

ای ابر تجھسے جو شمین آیا نہ جائے گا
دریا مثال چشم بہایا نہ جائیگا

جھونکے ہوائے تند خزانکے یہ کہتے ہین
بس اب چراغ لالہ جلایا نہ جائیگا

کہتی ہے نازکی کہ وہ مہندی لگائین کیا
رنگ حنا کا بار اوٹھایا نہ جائیگا

بس دو قدم حضور نے تکلیف کی بہت
میت کے ساتھ قبر تک آیا نہ جائیگا

میرے گلے سے تیغ اوٹھا کر یہ کہتے ہین
ہمسے کسیکا خون بہایا نہ جائیگا

مجھ زار کو گرا دو نہ آنکھوں سے اپنی تم
پھر مثل اشک مجکو اوٹھایا نہ جائیگا

یہ سونچکر وہ مہندی لگاتے نہین کبھی
دل بیکسونکا ہمسے جلایا نہ جائیگا

مانند شبنم آپ رولاتی تو ہین مجھے
لیکن گلونکی طرح ہنسایا نہ جائیگا

مجکو دکھاؤ شعبدے آنکھوں کی رات بھر
کیا جادو آج بھی یہ جگا یا نہ جائیگا

مجھ دل جلے کی قبر پہ تسکین کو لیے
بادل سے ایک اشک بہایا نہ جائیگا

کھچواؤ مجکو دار پہ منصور کی طرح
مجھ سے بھی رازِ عشق چھپایا نہ جائیگا

برباد کیا کریگی ہوا خاکِ ناتوان
بیٹھا ہوا غبار اوٹھایا نہ جائیگا

اے عشق شیب مین تو مٹا داغ دل کو تو
دن کو بھی کیا چراغ بجھایا نہ جائیگا

شکلِ شمیم ہوگا مرے دل سے منتشر
اوس گل کا رازِ عشق چھپایا نہ جائیگا

آہوں مین سوزِ عشق نے دل پھونکا جسطرح
آندھی مین یون چراغ جلایا نہ جائیگا

یہ دیکھنے کی آتشِ گل کی ہے گرمیان
اس سے تو آشیانہ جلایا نہ جائیگا

کیون آپ دیتے ہین مجھے چھینٹے گلاب کے
مجھ ناتوان سے ہوش مین آیا نہ جائیگا

یہ پیچ پیچ کمر مین لگاتے ہو کسلیے
تمسے تو ایک ہاتھ لگایا نہ جائیگا

اوس شعلہ رو کی گرم مزاجی کا ہے یہ قول
وہ دل ہے کونسا جو جلایا نہ جائیگا

غزل ۵۵

کہتا ہے رعبِ حسن یہ اوس بدمزاج کا
فاخر انھین گلے سے لگایا نہ جائیگا

تعداد اشعار ۱۹

سینہ پر تمھاری تیغ کے آیا نہ جائیگا
غیروں نے ایک ہاتھ بھی کھایا نہ جائیگا

آگے کسیکے ہاتھ بڑھایا نہ جائیگا
حرفِ طلب زبان پہ لایا نہ جائیگا

لاشِ رقیبِ سوختہ جان پھینکیگی قبر
یہ گرم لقمہ گور سے کھایا نہ جائیگا

مشکل ہے اتحاد مین کھلنے نپاے بات
دلسے جگر کا راز چھپایا نہ جائیگا

کچھ ڈر نہین مجھے نگہ گرم یار سے
میرا دلِ فسردہ جلایا نہ جائیگا

مثلِ خمار ہوگا عیان چشم مست سے
کیفِ شرابِ ناب چھپایا نجائیگا

آہون سے داغِ دل کو نہوگا ضرر کبھی
صرصر سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اوس حور کی گلی مین نہین روشنی کا نام
جنت مین بھی چراغ جلایا نہ جائیگا

کہدیگی زلزلے سے دلِ مضطرب کا حال
تربت سے میرا راز چھپایا نجائیگا

ہوگا عیان رنگ کی طرح عشق گلرخان
پردہ نشے آنکھ کی بھی چھپایا نہ جائیگا

جسکا مکان ہے آپ بچا ئیگا وہ آسے
دل سوزش دروشنی جلایا نجائیگا

ڈوبا ہوا ہون بحر اشک ندامت مین تا گلو
اب آتش سقر سے جلایا نہ جائیگا

ہم باز آئے آپکے ایسے سنگار سے
مہندی لگا کے پاؤنمین آیا نہ جائیگا

تم کیا ہمارے طائر دل کو کروگے صید
اوڑتا ہوا نشانہ اوڑایا نہ جائیگا

ہون عندلیب گلشن فردوس کی ہے دوست
بجلی سے آشیانہ جلایا نہ جائیگا

پہونچونگا خاک گرکے نہ مین کیون ہون ناتوان
نقش قدم زمین سے اوٹھایا نہ جائیگا

سچ ہے بدی مین کوئی کسیکا نہین شریک
انسان کے ساتھ قبر مین سایہ نہ جائیگا

اوس مشت حولناک مین مدفن مرا بنا
برسون جہان چراغ جلایا نہ جائیگا

غزل ۱۴۰

الفت کی بیخودی مین رہیگا نہ دھیان کچھ
فاخر سے راز عشق چھپایا نہ جائے گا

تعداد اشعار ۱۰

چڑھا کے سر پہ کبھی صاحبِ وقار کیا
کبھی نظر سے گرا کر ذلیل و خوار کیا

پلا کے ساغرِ مے بھی نہ ہمکنار کیا
عبث حضور نے مجھکو گناہگار کیا

برس کے ابر نے آنکھوں کو اشکبار کیا
تڑپ کے برق نے دل اور بیقرار کیا

لہو سے پاؤں کے خاروں کو لالہ زار کیا
خزاں کی فصل کو بھی موسم بہار کیا

جواب سخت سے اوس نے مجھے اشکبار کیا
مجھی کو میری تمنا نے شرمسار کیا

چمن کی سیر کو آیا جو ایک شنگ پری
بہار نے زرِ گل کا طبق نثار کیا

اشارا یہ دلِ بیتاب کا ہے بجلی سے
تڑپ تڑپ کے تجھے بھی تو بیقرار کیا

نظر اوٹھا کے جو وہ دیکھتے تو کیا ہوتا
کہ اونکی نیچی نگاہوں نے دل فگار کیا

دہن سے جان بھی نکلی جو سانس ہچکی کے
کسی نے یاد ہمیں وقتِ احتضار کیا

جلا کے تختۂ مدفن کو خاک کر ڈالا
کبھی جو نالۂ سوزاں نے شرار کیا

دمِ اخیر عیادت بھی کی تو پھر کیا کی
کچھ اور آپ نے دل آ کی بیقرار کیا

برا ہو آہ کہ رسوا کیا محبت مین
ہمارا رازِ دلی اسنے آشکار کیا

ہمارے دل کو لیا چھین کر نہ کچھ پوچھے
ہر ایک جبر ترا ہمنے اختیار کیا

نہین ہے تم سا کماندار دوسرا کوئی
کہ ایک تیر مین قلب و جگر فگار کیا

دیا نہ دل مجھے دم بھر کے واسطے اپنا
قسم ہے پھر بھی نہ مرا تمنے اعتبار کیا

شبِ فراق جو تصویر اوسکی ہاتھ لگی
لگا لگا کے گلے خوب ہمنے پیار کیا

یہ دوستی تری اے آسمان عداوت ہے
دمِ اخیر مجھے یار سے دوچار کیا

فنا کے بعد بھی صابر ہر اک بلا مین تھا
زبان سے شکر خدا کا دمِ فشار کیا

برس کے ابر بہاری نے بھی نہ روک لیا
تباہ بادِ صبا نے مرا غبار کیا

جہان مین حشر و لحد مین ہا مین چشم براہ
کہان کہان نہ ترا ہمنے انتظار کیا

وہ آکے بیٹھے تھے رونے ہنسا دیا اوسکو
غضب چراغ نے ہنسکر سرِ مزار کیا

وہ مہر ہے جوشش گریہ پہ مجھسے کہتے ہین
رولا رولا کے مجھے تونے اشکبار کیا

لیا نہ قول کوئی دلسے شیخ تمھین ہی ہی
جو سچ سمجھو تم تو بڑا ہم نے اعتبار کیا

صد الحمد سے یہ آئی گیا جو وہ ڑا اسکے
نکچھ خیال مدارا تو نے شہسوار کیا

گلہ یہ تجھسے ہمارا ہے موت کیون نہ آئی
شب فراق بڑا تیرا انتظار کیا

سوال وصل پہ محفل مین گالیان کیون دین
حضور چار مین مجکو ذلیل و خوار کیا

تمام رات تکے سرہے رویا کرتی ہے
یہ کسنے شمع کو تربت پہ سوگوار کیا

نصیب نصف ملاقات بھی مجھے نہ ہوئی
تری طرح ترے نامے کا انتظار کیا

وہ لیکے طائر دل کو پھنسے ہین الفت مین
مزے کی بات ہے خود صید نے شکار کیا

غزل ۵

بتون سے لیکے جو واپس کیا نہ دل کو کبھی
تو پھر کسی نے نہ فاخر کا اعتبار کیا

تعداد اشعار

ردیف بائے موحدہ

ماہ کی صورت جو ہوتا وہ لبین داغ آفتاب
چرخ چارم پر نہ ہوتا پھر وہ داغ آفتاب

دست ساقی مین نظر آیا ایاغ آفتاب
گھر مین شیشے ملگیا مجکو سراغ آفتاب

شبکو جو ہی دست ساقی مین ایاغ آفتاب
دن کو ہوگا آسمان پر یہ چراغ آفتاب

سیری آہون کے جو جھونکے آسمانون تک گئے
شامِ فرقت گل کیا اپنے چراغ آفتاب

کیون جلا کرتا ہے دنکو شبکو کیون ہوتا ہے سرد
داغ کیا ہی اس دل سوزانکا داغ آفتاب

آسمانپر کب شفق پھولی ہی ہنگام غروب
رنگ بھر کیا خزان مین بھی یہ باغ آفتاب

رات کا دن دن کی شب ہی عالم بالا پہ کیا
دن کو جلتا شبکو بجھتا ہی چراغ آفتاب

تیرہ بختی سے گگن مین رنگ کالا ہو گیا
اب بجا ہی گر کہون اسکو مین زاغ آفتاب

اے فلک تیرا جہانسے یہ نرالا ہی رواج
دن کو جلتا ہی ہر اک گھر مین چراغ آفتاب

دن کو رہتی ہی ترقی شب تنزل ہی اسے
داغ سوزان یہ ہمارا کیا ہی داغ آفتاب

پختہ اسکی دھوپ سے پیڑونمین ہوتے ہین ثمر
ہے بجا گر مین کہون گلشن کو باغ آفتاب

میکدہ ساقی یہ تیرا آسمانسے بڑھ گیا
روز و شب جلتا ہی اس گھر مین چراغ آفتاب

تازہ لقمہ صبحدم کیونکر نہ مجکو ہو نصیب
گرم ہوتا ہی سحر کو روز اجاغ آفتاب

زلف مین وہ عارضِ روشن نظر آیا ہمین
رات کو ہمنے لگایا ہی سراغِ آفتاب

یہ پیالہ بادۂ حُبِ علیؑ کا ہی پیے
نور سے مملو نہ کیونکر ہو ایاغِ آفتاب

ہی مئے گلگون احمر دانۂ انگور کی
گھر مین ساقی کے پھلا پھولا ہی باغِ آفتاب

سارے عالم مین انھین دونو کی پھیلی ہی ضیا
اک مرا داغِ جگر اک ہی چراغِ آفتاب

اک گل خورشید کی بو سے بسی رہتی ہین یہ
آسمان چارون ہین گویا چار باغِ آفتاب

تین فانوسین فلک کی ہین حفاظت کے لیے
گل ہوا سے ہو نہین سکتا چراغِ آفتاب

شیشۂ گردون بھرا ہی بادۂ نور سے
پنبۂ مینا نہ کیونکر ہو دماغِ آفتاب

غزل ۵۶	داغِ سوزان مین نہ کیون فاخر اثر ہو زہر کا سبزۂ بیگانہ کرتا ہے سراغِ آفتاب	تعداد اشعار ۱۱
	ردیف تائے فوقانی	

وہ بولے پھر وصل پر گفتگو بہت
اترا گیا ہے منہ کے لگانے پہ تو بہت

گلزار و دشت و کوہ مین کی جستجو بہت
ترسا نہ اب تو دیدے سے اے ماہ رو بہت

اوبے گھر کی حرص کرے ہی خدا پرست
ہے آبرو کے واسطے آب وضو بہت

باتین بھی اوسکی ورگ گانے سے کم نہین
قدرت خدا کی ہے وہ صنم خوش گلو بہت

اے موت ایکدم ٹھہر آنے کو ہے وہ شوخ
ہنگام نزع دید کی ہے آرزو بہت

سیراب کر دو پھر خدا جلد قاتلو
پیاسا ہے آب تیغ کا سوکھا گلو بہت

یعنی تجھے ہے جان تو لیلے فراق مین
کیون ورد قلب آج ستاتا ہے تو بہت

بوسے کی قیل و قال پہ بولا وہ تند خو
اب کیجیے نہ آپ ذرا گفتگو بہت

گردن سے میری طوق یہ اے عشق دور کر
قمری کی طرح اب نہ پھرا کو بکو بہت

غزل ۵	اوس بدمزاج سے کہین فاخر بگڑ نہ جائے تکرار دیکھو خوب نہین دو بدو بہت	تعداد اشعار ۹

اے آسماں یوں تو ہیں میرے عدو بہت	پر روز و شب ہے درپئے آزار تو بہت
کیا وصل کی کروں ہوس آرزو بہت	بدخو و بدمزاج ہے وہ تندخو بہت
دردِ فراق کی نہیں تجھ سے سوا دوا	اے موت تیرے آنے کی ہے آرزو بہت
دل سے زیادہ وہ رگِ گردن سے ہے قریب	جینے کی دور دور عبث جستجو بہت
وہ دلربا تو خیر سے یادش بخیر ہے	تڑپا رہی ہے آج کیوں اے برق تو بہت
کیونکر نہ جائے زر کے لیے مشفقوں کی جان	اہلِ دول کے دوست ہیں کم اور عدو بہت
اک بات ہی میں ہو گیا مطلب روا مرا	مجھ سے کبھی نہ اوس سے ہوئی گفتگو بہت
نکلی ہوئی زباں ہے دہن سے نیام کی	ہے تیغِ ترک تشنۂ خونِ گلو بہت

غزل ۵	کیونکر فراقِ دوست میں دے دوں نہ اپنی جان فاخر وصال کی ہے مجھے آرزو بہت	تعداد اشعار ۱۵
	ردیف ثائے مثلثہ	

دھرو نہ مفت کی احسان کا سر پہ بار عبث
دمِ اخیر عیادت کو آئے یار عبث

لحد پہ میری نہ آیا وہ شہسوار عبث
تباہ بادِ صبا نے کیا غبار عبث

پھری گلے پہ نہ تیغِ ادا یار عبث
خدنگِ ناز نے دل کو کیا فگار عبث

پسا ہوا ہون مین خود آپ آسمانون کا
دوبارہ دیتی ہی تو اے زمین فشار عبث

کلیجہ تھام لیا باغبان نے اے گلچین
گلون کو ہاتھ سے تو نے دیا فشار عبث

وہ جانتے ہین دلا یہ بہانہ کرتا ہے
ہوا ہے دردِ جگر مین تجھے قرار عبث

کسی کے یہ ہوے ہین اور نہ ہونگے حشر تلک
بتون کے عشق مین اے دل ہی بیقرار عبث

فراق مین گلِ رنگین ہین خار آنکھون مین
دکھا رہی ہی تماشا مجھے بہار عبث

کبھی نہ آئیگا وہ بیوفا عیادت کو
دمِ اخیر ہے آنکھون کو انتظار عبث

نہ پہونچی خاک ذرا بھی کسی کے دامن تک
مرا ہوا نے پریشان کیا غبار عبث

پھنسے وہ آپ ہی آخر کو دامِ الفت مین
ہمارے طائرِ دل کا کیا شکار عبث

نشان بھی ظلم فلک سے مٹے گا دو دن مین
بنایا آپ نے مظلوم کا مزار عبث

کسی کا دل نہ پتنگون کے ساتھ جل جاے
جلایا کسنے چراغ سر مزار عبث

وہ آتے جاتے اوٹھاتے ہین رنج زحمت کا
بنایا کوچۂ دلدار مین مزار عبث

غزل ۹۵

لگائی تہمت دزدی دل حسینون نے
مٹا جہان مین فاخر کا اعتبار عبث

تعداد اشعار

ردیف جیم

ہون کیون نہ بحر طبع کی نہرین بسان موج
میری زبان ہے شستہ و رفتہ زبان موج

جز شور آئے خاک سمجھ مین بیان موج
باہر نکل پڑی ہے وہن سے زبان موج

دریا کی طرح جوش طبیعت سے شیب مین
ہین جھریان پڑی ہوئی تن پر بسان موج

گریان جو ہم سے دشت مین ہر یار روان کرین
ہون نقش پا حباب تو جاوے بسان موج

ہنگام جوش فکر کے کیا زبان مری
لیتی نہین قرار ہوا مین زبان موج

ای بحر کم رہے نہ دل بیقرار سے | اپنا اضطراب ہین آج امتحان موج

ساحل پہ یاد وہ بیم خوبی جو آگیا | دل بیقرار ہو گیا میر البسان موج

ہے بہ کے اشک شور جو دریا مین شکستہ | ہوا اور بھی سوالیہ در یافتگان موج

کہدیتی حال صاف مرے اضطراب کا | رکھتی اگر کلام کی طاقت زبان موج

ہو ظالمون کے بھی دل مظلوم مین جگہ | گر چاہے وہ حباب نچے جو مکان موج

ہو چشم تر کے واسطے مژگان تر ضرور | گرداب کے دہن کے لیے ہو زبان موج

موجون سے پھوٹ پھوٹ کے کتنا ہی ہر حباب | نابود میری طرح ہو یارب نشان موج

لہرونپہ لہرین اٹھتی ہین یون بحر عشق کی | جیسے ہو آگے پیچھے روان کاروان موج

ثابت ہوا اضطراب مین کیا لطف والفت | ماہی کے طعمہ سے نہین واقف زبان موج

غزل ۲۰

جاری ہین اشک شیشہ دل کی صدا نہین
دریا روان ہے بند ہے فا خر زبان موج

تعداد اشعار ۲۴

دل ہے شکستہ خاطر ناشاد کی طرح
یا تون ہین میری دردِ ہجر فریاد کی طرح

باغ جہا مین کب ہو نہین آزاد کی طرح
تھامے زمین پاؤن ہین شمشاد کی طرح

چہکون اگر مین بلبل ناشاد کی طرح
پھر شور زمزمہ بھی ہو فریاد کی طرح

ملتا نہین ہون کسی سے کتیاد کی طرح
جھکتا نہین ہون خنجر فولاد کی طرح

اونکو ہے فکر صید جو صیاد کی طرح
نالہ ہین دل کے بلبل ناشاد کی طرح

گر حال درد دل مین لکھون اوس سیچ کو
پیدا صریر کلک ہو فریاد کی طرح

باغ جہان مین قید ہون مثل شمیم گل
ہین زار بھی اسیر ہون آزاد کی طرح

اوٹھا بگولہ کوئی جو گلشن کی خاک کا
کھینچا سر آسمان پہ شمشاد کی طرح

مثل حرم جو شیخ اذان دیر مین بھی دے
ناقوس کا بھی شور ہو فریاد کی طرح

گردن پہ ہاتھ بھی ہو روان ساتھ تیغ کے
بیداد مجھ پہ کیجیے بیداد کی طرح

کہتے ہین وہ جواب مین کچھ کہتا نہین ہین
تیری زبان دراز ہے آزاد کی طرح

تنگ آکے میرے شور و فغاں سے یہ بولے وہ
فریاد آپ کیجیے فریاد کی طرح

گلزار داغ دل بھی ارم سے نہیں ہے کم
پنہاں نہ کیوں ہو گلشن شداد کی طرح

برق جمال یار کی تصویر کھینچ لوں
کب سست ہوتے ہیں مانی و بہزاد کی طرح

ہر آہ میں نکلتے ہیں تن سے مرے شرر
آتش بھری ہے کوزۂ حداد کی طرح

دشت جنوں میں خار بھی پیاسے کھڑے ہیں
خون پی لیا ہے نشتر فصاد کی طرح

بلبل وہ ہوں کہ دوست بھی میرا عدو ہوا
دشمن ہے باغباں بھی صیاد کی طرح

آوارہ دشت وہ ہوں کہ خاروں کا ڈر نہیں
سخت آبلہ ہیں تیغۂ فولاد کی طرح

اے سرو قد تمہارے لیے یہ ضرور ہے
اکڑو جوان باغ سے شمشاد کی طرح

اقلیم عشق میں کوئی عاشق نہیں رہا
ویران شہر ہے عدم آباد کی طرح

ارمان میرے قلب شکستہ میں کیا ملے
خود بے نشان ہے مرقد برباد کی طرح

سختی غم کو تیشۂ غم سے کرونگا طے
کاٹونگا کوہ ہجر میں فرہاد کی طرح

شوخیِ نقشِ پا کو وہ کہتے ہین دیکھکر | ہین پاؤن میرے خامۂ بہزاد کی طرح

غزل ۱۲ | فاخر یہ سب ہے آپ کی تعلیم کا اثر
شاگرد بھی جو ہو گئے اوستاد کی طرح | تعداد اشعار ۲۹

کب خارِ غم ہے نشترِ فصاد کیطرح | بر مار ہاہے قلب کو خزاد کی طرح
اونکا ہے گِدگُدانا بھی بیداد کی طرح | فاخر صدا ہے خندہ ہو فریاد کی طرح
غربت پہ میری دیدۂ زنجیر رو دیے | آہن ہے سخت کب دل حداد کی طرح
وہ کیون نہ میرے بلبلِ دل کو کرین اسیر | ہے شوقِ صید خاطرِ صیاد کی طرح
سر پھوڑ دون جا کے سنگِ دریار پر اگر | ہو جوئی خون روان سرِ فرہاد کیطرح
گو خاک ہو گیا ہون پہ ہون قاتلِ رقیب | کشتہ کرونگا کشتۂ فولاد کی طرح
پھولا پھلا بہار و خزان مین یہ کبھی | کیا نخلِ آرزو بھی ہے شمشاد کی طرح
شانون پہ گیسوؤنکو نہ بکھرائیے حضور | رکھیے نہ دام دوشپہ صیاد کی طرح

ٹالے سے باغباں کے ٹلتا ہوں کب بھلا
ہیں پا بگل ہوں باغ میں شمشاد کی طرح

ڈرتا ہوں باغ کوچہ جانانکی سیر سے
ہو سامنا نہ سوت کا شداد کی طرح

آئے ہیں کوسنے لب جان بخش یار پر
عیسے ابھی میرے حق میں جلاد کی طرح

بے سمجھے بوجھے غیر پہ کیوں معترض ہو تو
ایراد کرتا ہے تو کر ایراد کی طرح

تیوری چڑھائیں وہ تو نہ کیونکر گلے کٹیں
ابرو پہ بل ہے خنجر فولاد کی طرح

کرتا ہے ظلم و جور وہ مجھپر نئے نئے
ظالم ہے کون اوس ستم ایجاد کی طرح

شاگرد وہ کسی کا نہیں مکر و کید میں
خالق یہ فن ہے حسن خداداد کی طرح

بلبل کی آہ گرم سے چٹکیں نہ غنچے کیوں
ہے رنگ لالہ شعلہ فریاد کی طرح

سرور عیش و وصل میں رہتے ہیں روز و شب
زندان غم سے دور ہیں آزاد کی طرح

بکھرائیے نہ گیسو ونکو بہر مرغ دل
پھیلائیے نہ دام کو صیاد کی طرح

د قید کا مدعو نکی نشان تک ہے نہ کچھ
برباد کر فلک نہیں برباد کیطرح

داغ دل و جگر سے شرارے بلند ہین | روشن ہے سینہ کورۂ حداد کی طرح
نالہ کنان غریب جو اک قافلہ مین ہے | ہے بانگ زنگ شورش فریاد کی طرح
اے ہمصفیر وصل جو لیگا ہمین کوئی | دے گا وہ آب و دانہ بھی صیاد کی طرح
پالو جو پلتے ہو مرا مرغ دل مگر | کرنا قفس مین بند نہ صیاد کی طرح
فصل بہار جا کے جو ہے آمد خزان | شور شکست غنچہ ہے فریاد کی طرح
سینے مین شعلے سوے نفس سے تیز ہین | دہکی ہے آگ کورۂ حداد کی طرح
کیون ابتدا سے یاد نہ اوس سرو قد کو ہو | خلقت ازل سے دل کی ہے شمشاد کی طرح
کیونکر کٹے نہ آمد و رفت نفس سے حلق | چلتی ہے سانس خنجر بیداد کی طرح
ہے وقت احتضار نکلتی ہے تن سے روح | آواز ہچکیون کی ہے فریاد کی طرح

غزل ٢١ | قاآخر دل شکستہ سے مجکو یہ خوف ہے
ہو منہدم نہ خانۂ برباد کی طرح | تعداد اشعار

ردیف خائے معجمہ

ہر ایک تری بات ہی اے ماہ لقا شوخ
انداز و ادا دلبری و شرم و حیا شوخ

اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی آتی ہے چمن میں
اوس شوخ کے مانند ہے کیا باد صبا شوخ

زلفیں جو بنا نہیں بگڑ جاتی ہیں اونکی
زچ ہو کے وہ کہتے ہیں کہ کیا ہے یہ ہوا شوخ

اٹھلاتی ہوئی کیوں نہ چلی میرے گلے پر
نازک وہ کلائی ہے تو ہے تیغ جفا شوخ

شوخی سے کسی رخ پہ پریشاں ہے گیسو
مانند صبا کی ہے مری آہ رسا شوخ

کیا وحشیوں نے ہم آنکھیں چھپائی ہیں زمیں پر
ہیں دیدۂ آہو سے نشان کف پا شوخ

کیا ہے کسی محمل میں کوئی غیرت لیلے
اس قافلہ میں آج ہے کیا بانگ درا شوخ

خط میں کہیں شوخی کہیں سبکی ہے عبارت
تحریر بھی اوس طبع کے مانند ہے کیا شوخ

بے جان لیے آکے پلٹ جاتی ہے ہر بار
معشوق کے مانند ہے کیا میری قضا شوخ

بالوں میں شمار و نہیں وہ کرتے ہیں بسمل
ہے رنگ طبیعت کی طرح تیغ ادا شوخ

اون نیچی نگاہون نے کیئے قلب و جگر خون
کس طرح کی ہین ناوک انداز و ادا شوخ

گل کرتی ہی جاتی ہوئی شمعونکو لحد کی
چالاک ہے کیا قہر کی کتنی ہی ہوا شوخ

سر کاٹ کی تم شوق سی ہاتھون مین ملو خون
اس رنگ کے آگے ہی کہان رنگ حنا شوخ

ظاہر مین ہی کچھ اور تو باطن مین ہی کچھ اور
ہے طبع دو رنگی مین تری مثل حنا شوخ

غزل ۱۳۱

بالو تمہین ہنسی کی جو چھپا دیتا ہون اون کو
اور وسے یہ کہتے ہین کہ فاخر بھی ہی کیا شوخ

تعداد اشعار ۱۵

ردیف دال مہملہ

ستم و جور سے ہے نام و نشان صیاد
عندلیبون سے ہی آباد دوکان صیاد

خاک بجلی سے ہو جل جلکے مکان صیاد
یا الٰہی نہ رہے نام و نشان صیاد

جان گویا ہی مری روح روان صیاد
مین نہ ہون گر تو نہ ہو جسم مین جان صیاد

بلبل نے بھی جلایا ہی نشیمن کو ترے
پھونکدے آتشین آہونسے مکان صیاد

ذبح مجکو جو کرے خود اجل آئے اوسکی — مین وہ ہون بلبل شیدا جو ہی جان صیاد

کہولتا ہی نہین کہڑکی کو قفس کی یہ کبہی — مدہی رہتا ہی صدا مجہپہ گمان صیاد

نام میرا ہی یہ دن رات جپا کرتا ہے — آشنا ہج سے میری ہی زبان صیاد

ہون وہ بلبل کہ مری موت فسانہ ہوچکی — داستان میری ہی ہر ورد زبان صیاد

ہمصفیرون کا صدا آمری ہتا ہی ہجوم — میرے ہی دم سے ہے آباد مکان صیاد

جب مین جاؤن کہہ پاؤں کی محبت ہوتی — ساتھ ہو نالہ بلبل کے فغان صیاد

وفتران غم بلبل کو بہم کیا یہ کرے — مثل اوراق پریشان ہی بیان صیاد

آشیانہ کہو اب یان نہ لگائی بلبل — آج کل باغ مین بنتا ہی مکان صیاد

جب نہ تب دیکہو اسیرونپہ خفا ہوتا ہی — قطع کردے کوئی قینچی سی زبان صیاد

عندلیبون کے لہو کا یہ غضب پیاسا ہی — منہ سے باہر نکل آئی ہی زبان صیاد

غزل ١٢٦ | اب ٹھکانا ہی کہان باغ مین اپنا فاخر | تعداد اشعار

باغبان بھی مرا دشمن ہے بسانِ صیاد

ردیف ذال معجمہ

ہاتھ آیا نہ مرے وائے مقدر کاغذ
قاصد آیا بھی تو رستے مین گرا کر کاغذ

نام کا میرے جو بھیجے مرا دلبر کاغذ
رکھون آنکھون پہ کبھی اور کبھی سر پہ کاغذ

مشغلہ ہو گا انھین سے شبِ تنہائی مین
پڑھکے رکھو رکھدے سینے تہِ بستر کاغذ

خود گلا کاٹکے مرجا یہی لکھا اوسنے
نامہ بر لیکے چلا ہاتھ مین خنجر کاغذ

خط جو اک غیرتِ بلقیس کو لکھا مینے
لیکے منقار مین جاتا ہے کبوتر کاغذ

نامہ بر کو دیا کیا خوب مکر خط کا جواب
پرزے پرزے کیا اوس شوخ نے پڑھکر کاغذ

غم مین اوس سیم بدن کے جو ہوا مین گریان
زرفشان ہو گیا اشکونسے مقرر کاغذ

اوڑکے جائیگا خط آہون کی ہوا مین تک تک
نامہ بر لیکے نہ جائے نہ کبوتر کاغذ

نامہ بر ایک کے بعد ایک روان کرتا ہون
بھیجے جاتا ہون بصد شوق مکرر کاغذ

چھوٹا وس عارض نوری کی جو پڑھنے مین پڑی
ہو گیا ہاتھ مین آئینہ سکندر کاغذ

ہون وہ گمنام کہ ملتا نہین قاصد کو پتا
لیے پھرتا ہی مرے نام کا دردر کاغذ

خیر قاصد کی ہو یہ خواب برا دیکھا ہے
خون مین ڈوبا ہوا لاتا ہے کبوتر کاغذ

پھر جواب خط اغیار کا دینا کیسا
دیکھتے ہی نہین وہ آنکھ اوٹھا کر کاغذ

لب لگا کر جو لفافہ کو کیا بند اوسنے
بس کے آیا صفت برگ گل تر کاغذ

غزل ۹۶ | درتک اوسکے مین گیا خط کے پتے سے فاخر | تعداد اشعار ۶
آپ ہی ہو گیا حق مین مرے رہبر کاغذ

ردیف راے مہملہ

پا گئین وہ جگر و قلب کی راہین کیونکر
گڑ گئین تیر سی وہ تیز نگاہین کیونکر

وہ تو غیرون پہ مرین ہم اونھین چاہین کیونکر
اک اکیلے ہمین الفت کو نباہین کیونکر

تیر بن بنکے لڑین وس سے نگاہین کیونکر
یار کی پیش نظر چپنون مین آہین کیونکر

بند ہو جائینگی تاثیر کی راہین کیونکر
دل دکھائین کی عزیزونکی نہ آہین کیونکر

ہاتھ سے تھام کے مجنونسے یہ لیلی نے کہا
پردۂ محمل کا اوٹھاتی ہین یہ آہین کیونکر

اُف تلک منہ سے نکلتی نہین بیمارون کے
شدت درد جگر مین یہ کراہین کیونکر

گر گئین یہ جگر و دل مین سنانونکی طرح
ہو گئین چار مرے اونسے نگاہین کیونکر

دل بھٹکتا ہوا پھرتا ہی مرا مدت سے
کوچۂ زلف کی معلوم ہون راہین کیونکر

سنکے الفت کو مری ہنسکی یہ فرماتے ہین
نہین چاہا نہ اونھین جب تو وہ چاہین کیونکر

اختیاری یہ محبت نہین تمسے واللہ
جان ہی جاتی ہماری تو نہ چاہین کیونکر

دل سنبھالو نہ اگر نام بدل دون اپنا
دیکھون کرتی نہین تاثیر یہ آہین کیونکر

سانس کے ساتھ ہوا بنکے یہ جائینگی ضرور
دل مین اوسکی نہ رسائی کرین آہین کیونکر

راہبر کوئی نہین پہلے پہل جاتا ہون
وادی عشق کی سلجھائینگی راہین کیونکر

ہمسے عاشق تو ہزارون ہین اکیلے وہ ہین
کس سے کس سے وہ محبت کو نباہین کیونکر

ناتوانی سے تو آتی نہیں تا گوش صدا / دل سے آئینگی لبوں تک مرے آہیں کیونکر

چار آنکھیں ہوں تو سیدھی رہے تقدیر مری / پھر میں دیکھوں کہ پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر

شربت دید سے بیمار میں جان آتی ہے / میٹھی میٹھی نہ مزا دیں وہ نگاہیں کیونکر

ضعف تو سانس بھی لینے نہیں دیتا اونکو / آہیں کیونکر کریں بیمار کراہیں کیونکر

مجھ سے برگشتہ مقدر کو بھی کھٹکا ہے یہی / نہیں معلوم پھریں اونکی نگاہیں کیونکر

آفت آتی ہے کہ فتنہ کوئی ہوتا ہے بپا / دیکھیے اوٹھتی ہیں نیچی وہ نگاہیں کیونکر

غزل ۶۶	جان دینے کو یہ موجود ہے وہ ڈرتے ہیں مثل فاخر کے رقیبوں کو وہ چاہیں کیونکر	تعداد اشعار ۳۰

ادب سے نامۂ بلقیس لیچلا سر پر / ہے تاج صورت ہدہد سر کبوتر پر

غبار خط سے ہے یہ کب اوس رخ منور پر / پڑی ہیں چھائیاں آئینۂ سکندر پر

تڑپ تڑپ کے کٹی رات ساری بستر پر / بھوؤں کی یاد میں آرے چلا کیے سر پر

فلک سے سنگ گرے بازوی کبوتر پر
روان کیا ہی خطِ شوق دوشِ صرصر پر

بندھا ہی اوس شہِ خوبان کا نامہ بازو مین
گمانِ بالِ ہما ہے پرِ کبوتر پر

لبون پہ اونکے کب آئی ہین دل ہزارونکے
ہجوم تشنہ لبونکا ہی نہرِ کوثر پر

جبین سے اپنے یہ کسنے چھڑائی ہی افشان
پڑے ہوے ہین ستارے لحد کی چادر پر

تکلف اہل صفا بھی پسند کرتے ہین
اتو ہے لہر کا آبِ روانکی چادر پر

لہو مرا ہو نہ خونِ رقیب مین شامل
وہ تیز کرتے ہین تیغِ دودم کو پتھر پر

کریم دامنِ رحمت سے تو چھپا لینا
نہ فاش پردۂ عصیان ہو اہلِ محشر پر

اثر دکھائے ذرا بھی جو بیقرارئ دل
کلیجہ تھامے ہوے آئین خود مرے گھر پر

غرض نہین مجھے مشاطہ کی خوشامد سے
ہے وصلِ یار فقط منحصر مقدر پر

شبِ فراق مین بچنے کی کون صورت ہے
پہاڑ ٹوٹ پڑا غمکا جانِ مضطر پر

شگفتہ ہوگئے گلہاے زخم اشکون سے
گمانِ ابرِ بہاران ہی دیدۂ تر پر

پھر اک حسین جہان کا نظارہ کرتا ہے — یہ رشک ہوتا ہی آئینہ سکندر پر

زمین کو زلزلہ آیا جو بیقرار ہوا — اوٹھا لیا مرے نالون نے آسمان سر پر

مریض ہجر کی کوئی خبر نہین لیتا — تڑپ رہا ہون اکیلا پڑا مین بستر پر

تصور لب جانا نمین چشم پرنم ہے — کھڑی ہے حور لیے جام حوض کوثر پر

جو دیکھا دور سے سمجھے وہ میرے نامہ کو — دبا ہی لاتا ہی منقار مین کبوتر پر

زمین مین آج پڑے ہین بغیر فرش کے وہ — سدا جو زیست مین سوتے تھے نرم بستر پر

جو نامہ اوس شہ خوبان کا لیکے آیا ہے — کبھی ہے سایہ ہما بال کا کبوتر پر

یہ کون میکش رنگین مزاج آئے گا — کیا بہار نے مینا گلونکے ساغر پر

عوض جواب کے پرزے اوڑے نامہ کے — پھر آئی اولٹی چھری گردن کبوتر پر

امید شیشہ و خم کیون ہو بادہ خوارونکو — پھرائی آنکھ ہی ساقی نے ایک ساغر پر

تڑپ تڑپ کے دل بیقرار نے میرے — گرائی چرخ سے بجلی لحد کے پتھر پر

مرض کو عشق کے گرد ملال نے کھویا
گمان خاکِ شفا ہی دلِ مکدر پر

چٹک چٹاک کے جو ٹکڑے لحد کے اوڑتے ہین
اثر یہ سوزشِ دل نے کیا ہی پتھر پر

شبِ وصال گری تھی جو اونچی افشانکے
وہی ستارے چمکتے ہین میرے بستر پر

یہ جا بجا نہین خونناب اشک کی چھینٹین
بچھے ہین گلِ قالین کی طرح بستر پر

غزل ۶	نوید سلطنت وصل یار لایا ہے گمان ہما کا ہے فاختہ مجھے کبوتر پر	تعداد اشعار ۳۹

اثر محبتِ زر نے کیا ہے پتھر پر
پڑا ہے داغِ درم بھی دلِ تونگر پر

خط اضطراب مین لکھا ہی مینے بستر پر
شکن یہ فرش پہ پا ہین خطوط مسطر پر

نظر کے پڑتے ہی ظاہر ہو عشق دلبر کو
لکھا ہے خون سے نامہ پر کبوتر پر

خطر رقیب ادھر سے جو لیکے جاوان
گراؤن آہ کی بجلی سرِ کبوتر پر

ہمارے خط کے تصور مین ناوک افگن نے
لگایا تیر ہوائی پر کبوتر پر

سنون ہی خاک کے نیچے دباہون پست مین مین — غبار بار گران یون ہے جسمِ لاغر پر
یہ اک حسین کا دل سخت ہے تصور ہے — جڑی ہے یار کی تصویر جیسے پتھر پر
جوابِ خط مین سبب کیا جو اتنی دیر ہوئی — روانہ اور کبوتر کرون کبوتر پر
ہمارے خون سے سیراب کر اسے قاتل — پڑے ہین پیاس کے کانٹے زبانِ خنجر پر
پلٹ کے کوچہ جانان سے پھر نہین آیا — کوئی بجوگ پڑا راہ مین کبوتر پر
خبر یہ قیس کی لیلی کو دی بگولون نے — اوڑا رہا ہے بیابان کی خاک وہ سر پر
تمام رات تڑپنے کو یادِ مژگان مین — بچھایا خار کا بستر ہے اپنے بستر پر
تصورِ دُرِ دندان مین چشم حیران ہے — صدف کی ناؤ ہے استادہ آبِ گوہر پر
اسی سے پوچھ لے فصاد حالِ وحشت کو — کہ داستانِ جنون ہے زبانِ نشتر پر
کیا سبیل جو قاتل نے فی سبیل اللہ — گرے ہین دوڑ کے پیاسے بھی آبِ خنجر پر
سمجھ کے خاک کا تودہ اسی پہ مشق کرو — لگاؤ ناوکِ مژگان دلِ مکدر پر

ہے شب کے درد جگر کا اثر یہ صبح تلک
شکن جبین پہ ہی چرسین پڑی ہین بستر پر

ہمارے داغ جگر سوز پر نہین پھاہا
پڑا ہے لکۂ ابر آفتاب محشر پر

گلی بنا کے روانہ کیا ہی اوس گل پاس
دیئے ہین خون کے چھینٹے پر کبوتر پر

اسی سے غمزہ حسینون کو ہی ملا جو مجھے
اوٹھا کی آئینہ پھیکون رخ سکندر پر

یہ آبرو اسے فیضان چشم نے بخشی
ہمارے اشک کا پانی پھرا گوہر پر

ہوے اوس شہ خوبان کو جوش الفت مین
لکھا ہے مطلب دل شہپر کبوتر پر

رمد ہوگا کبھی بیکسونکی آنکھونمین
دعا قدح لکھی ہی مغان نے ساغر پر

ہو عشق بت دل سنگین برہمن کو تو ہو
ضرر نہین ہے کہ پتھر گرا ہی پتھر پر

دم وصال جو ٹوٹا تھا اوس گلی کا ہار
وہی ہین پھول بچھاتا ہون و زبستر پر

یہین روانہ کیا سوئے یار جلدی مین
فقط وصال ہے لکھکر پر کبوتر پر

زمین کوچۂ جانان فلک سے لڑتی ہی کہ
نگاہ پڑتی ہی ذرونکی چشم اختر پر

لکھا جو خواب مین نامہ خیال قاصد سے
روان کیا وہ ہوا پر کبوتر پر

بسر شراب مین ہوتی ہی بادہ خوارونکی
جہازِ عمر روانہ ہے آتش تر پر

ہوا ابھی اب نہین جاروب کش جو بعد مرگ
بچھی ہے گرد کی چادر لحد کی چادر پر

جہان مین رخصت سفر بھی ہے ناریونکے لیے
کلاہِ شعلۂ آتش ہے شمع کے سر پر

دیا ہی رنگ سحر خونِ زعفرانی سے
چھڑانا سونیکا پانی بھی آبِ خنجر پر

کسی کے کام صنعت پس فنا آئی
اک آئینہ بھی نہین قدرِ سکندر پر

بھوون پہ بال پڑے تھی نقاب بھی ڈالی
اک اور کاٹھی پہ کاٹھی چڑھائی خنجر پر

ہمارا خط جو گیا لیکے ذبح کر ڈالا
غضب کیا یہ ستم بے زبان کبوتر پر

رسائی شام و سحر کیا ہو تیرہ بختونکی
کہ مہر و ماہ کا پہرا ہی یار کے در پر

کمرین شباب مین کشتہ تیغون و ابرو سے
ہے دوہری باڑھ جوانیکی ونکی خنجر پر

ہوا سے بال جو بکھرے پٹکدیا شانہ
بہت وہ رنج ہین جو قابو نہین ہی صرصر پر

غزل ۶۸	خبر مریض محبت کی کیا کہون فاخر مثال تکیہ کے بیچین پڑا ہے بستر پر	تعداد اشعار ۱۳

بہانہ آنسو وتھین چشم سے لہو ہوکر
غم فراق رہا دل مین آرزو ہوکر

نسیم آہ رقیبان سے منتشر ہوگا
دلونکا راز کھلیگا گلونکی بو ہوکر

عدم مین اونکی کمر کا نشان ملیگا نہ ملے
چلا ہون دھر سے سر گرم جستجو ہوکر

خوشی سے کھاتی ہین تلوار مین یہ قاتل کی
جہان سے اوٹھ گئے جانباز سرخرو ہوکر

ہوائے صبح کو مجھ زار کو تباہ کیا
رہا مین باغ مین شب بھر گلونکی بو ہوکر

دم ہرفت جو کشش کی دل پر ارمان نے
رہا ہے قلب مین پیکان گلونکی بو ہوکر

حریص بادہ یہ پیرمغان سے کہتے ہین
شکم بھرے گا نہ دس جام سے سبو ہوکر

وہ آئی دل کی طرح اور گئے قضا کی طرح
ہلاک دوست نے ہمکو کیا عدو ہوکر

غنا سے دل نہ ہمارا ہوا پری بیچین
اثر صدا مین نہ پیدا ہوا خوش گلو ہوکر

خیال تھا مجھے باتوں مین مناؤن گا
زیادہ اور بھی بگڑے وہ گفتگو ہو کر

جہاز آگئے طوفان مین کشتیان ڈوبین
گئے جو آہ کی جھونکی کنار جو ہو کر

اوٹھاؤ ہاتھ تم اب دوستی و الفت سے
چھری گلے پہ سر پھیر و عدو ہو کر

وہی حسین ہے حسین نہ عیب ہو کوئی
کلف چھپتے نہیں رخ پہ ماہرو ہو کر

شگفتہ صورت گل باغباز کا قلب ہوا
صبا جو باغ مین آئی کنارجو ہو کر

یہ میزبان بھی کوئی دم کا آپ ہی مہمان
لہو نہ دلمین رہے صرف آرزو ہو کر

پسند کیون نہ گدا کو ہو تن پہ نقش حصیر
قبای جسم کی زینت بڑھی اُتو ہو کر

غزل ۱۹	غم و ملال ہوئے تھے جو ہجر کی شب مین رہے ہین وہ دل فاخر مین آرزو ہو کر	تعداد اشعار ۷

رہا تباہ مہینون گلون کی بو ہو کر
مین کوی یار مین پہونچا ہون کو بکو ہو کر

ہوس گلہ کی مجھے تو ہی دو بدو ہو کر
زبان بند کہین ہو نہ روبرو ہو کر

کرو حلال نہ مہندی لگا کے ہاتھوں سے
حنا یہ رنگ نہ لائے کہیں لہو ہو کر

نکلتے یہ تو مری جان بھی نکل جاتی
کہ دل میں حسرت و ارمان رہ گئے لہو ہو کر

قفس میں کیوں نہ ہوں صیاد کا میں شکر گذار
نگاہ لطف و عنایت کرے عدو ہو کر

جو دل میں آئے نشاط و سرور و عیش کبھی
رہے وہ حسرت و حرمان آرزو ہو کر

رولا رولا کے کیا تیر غم نے یوں افگار
بہا ہے آنکھ سے اشکوں میں دل لہو ہو کر

اجل نے وصل میں ناحق مجھکو چھوڑ دیا
یہ کام دوست نے بڑھکر کیا عدو ہو کر

ہماری روح کو اک رات ہوگا قرب نصیب
رہیگی اوسکے گل و گوش پیچ بو ہو کر

تنک مزاج بدخو سے خوف ہے مجکو
ملال اور سوا ہو نہ گفتگو ہو کر

ترقی خط عارض ہے اونکی آنکھوں سے
نمو یہ سبزہ نہ کیوں ہو کنار جو ہو کر

ہماری حق میں ہوئی زہر یاد ماہ وشان
دوبارہ زخم جگر پھٹ گئے رفو ہو کر

شب فراق میں لگی مراد بر آئی
اگر یہ دم ہی نکلتا ہے آرزو ہو کر

گلے پہ پھرتے ہی خنجر کی سانس قطع ہوئی	کٹا ہے تار نفس بھی رگ گلو ہو کر
رہی گی روح ہماری انھین حسینو نمین	رگو نمین تنکے لہو اور گلو نمین بو ہو کر
کلیجہ پھٹ گیا میرا بتونکی باتون سے	لہو جگر کا بہا خون آرزو ہو کر
شمیم زلف یہ لیکر کہان کہان نہ گئی	صبا اب آئی مرے در پہ چار سو ہو کر
یہ بے سبب نہین آنکھو نسے اشک سرخ رواں	بہا ہے آبلہ دل مرا لہو ہو کر
ہمارے دل سے جو نکلا غم فراق کبھی	رہا وہ دل مین حسینونکی آرزو ہو کر
بگاڑا کام مرا اولٹی سیدھی باتون نے	خفا وہ ہو گئے کچھ اور گفتگو ہو کر
دل نزار کے دل کی امید بر آئی	بسا ہے گیسوے مشکین مین جا کے بو ہو کر

غزل ۸	نصیب ہم کو گلو نکا ہو وصل تب فاخر فنا یہ روح ہماری اگر ہو ۔ بو ہو کر	تعداد اشعار
	ردیف زاے معجمہ	

سنی جب خنجر قاتل کی آواز
نہ نکلی خوف سے بسمل کی آواز

جگر ہاتھونسے تھامے سننے والے
اثر رکھتی ہے آہِ دل کی آواز

فغان سنکر مری سمجھے وہ دل مین
یہ آتی ہے کسی بسمل کی آواز

کیا باتون مین ہمکو جسنے بسمل
سنا پھر تو اوسے قاتل کی آواز

تلاطم شور یہ کیسا تھا یارب
نہ سمجھا مین لبِ ساحل کی آواز

مسافر نے صدا پائی اِسی سے
ہوئی رہبر سگِ منزل کی آواز

کیا نالون سے دل نے اوسکو تسخیر
سُنی معمول نے عامل کی آواز

کھرا کھوٹا پرکھتے ہین اسی سے
محک ہے خود زرِ کامل کی آواز

ذقن کی چاہ مین آئی دلون سے
اسیرانِ چہ بابل کی آواز

مرے دھوکے سے وہ آتے ہین تا تک
جو سنتے ہین کسی سائل کی آواز

کیے دیتی ہے ٹکڑے دل کے یارب
غضب پُر درد ہے سائل کی آواز

اثر دل پر ہو ہمدردی کے باعث — سُنے بسمل اگر بسمل کی آواز

پڑا دل مین ہمارے داغِ الفت — سنی جب وس مہ کامل کی آواز

بڑا ارمان بالون کا تھا مجنون — سُنی بھی صاحبِ محمل کی آواز

تصور مین یہ مجنون کہہ رہا ہے — وہ آئی ناقۂ محمل کی آواز

غزل ۱۷ — تعداد اشعار ۱۵

ہوا الفت کا دل مین جوش فاخر

سنی جب عاشق کامل کی آواز

ردیف سین مہملہ

کوئی مونس تو ہو تو صیاد گرفتار کے پاس — پھول کچھ توڑ کے رکھ بلبل گلزار کے پاس

منع کرتے ہو ہر اک کو جو عیادت کے لیے — کہہ دو آئی نہ اجل بھی مرے بیمار کے پاس

گوشۂ ابروئے جانان مین ہے یون خال سیاہ — رستمی جیسے سپر ہو کوئی تلوار کے پاس

چھوڑ کے کیونکر نہ گیا وہ مریض غم کو — اک پرستار نہین نرگس بیمار کے پاس

لیگا کوئی نہ حسینو مین شکستہ دل کو / جنس ناقص کو نہ لیجا تو خریدار کے پاس

حال کیا پوچھتے ہو ہے کوئی دم کا مہمان / اپنے بیگانے ہین گریان ترے بیمار کے پاس

ظہر کو در پہ ترے عصر کو پچھواڑے ہون / سایہ پیر ابھی ہے سایۂ دیوار کے پاس

سچ ہے ٹلتی نہین جسوقت اجل آتی ہے / دم بخود خود ہین اطبا ترے بیمار کے پاس

شوق صیاد ہے گر صید عنادل کا تجھے / موسم گل ہین مکان لے کوئی گلزار کے پاس

وصل کرتا نہین منظور تو دیدے مجکو / اپنے دل کے لیے جاتا ہون دلدار کے پاس

کیسے پھر شب کو بسر ہوتی اکیلی کیونکر / یہ کلیجہ بھی جو ہوتا نہ دل زار کے پاس

جان کیونکر ہے نکلتی شب تنہائی ہین / مرتے دم بھی کوئی مونس نہین بیمار کے پاس

اپنے دربان پہ عموماً ہے یہ اونکی تاکید / کوئی بستر نہ لگائے مری دیوار کے پاس

زندگی سے نہو مایوس یہ کیا کرتے ہو / دیکھو روتے نہین آواز سے بیمار کے پاس

غزل	اسیرا کیون نہو گلچین کو گلون کا فاخر	تعداد اشعار ۱۵

طمع لے کر کسے جاتے نہیں زردار کے پاس

ردیف شین معجمہ

جانیکو یہ عدم ہے نہیں کچھ سفر کا ہوش — پروانوں کو ذرا نہیں شمع سحر کا ہوش

صندل کی کچھ نہ فکر ہے نہ درد سر کا ہوش — اوس بے خبر کو کچھ نہیں میری خبر کا ہوش

جوش بکا میں کچھ نہیں دیوار و در کا ہوش — بے جا یار ہے نہیں کچھ اپنے گھر کا ہوش

بیخود ہوں کوہ و دشت میں فرہاد و قیس سا — پاؤں کی کچھ خبر ہے نہ مطلق ہے سر کا ہوش

بیمار عشق حالت غش میں پڑا ہے یوں — کچھ درد دل کی فکر نہ درد جگر کا ہوش

در پیش راہ سخت ہے خالی ہے ہاتھ میں — غافل تجھے ذرا نہیں زاد سفر کا ہوش

کانوں میں ہے بھری شب فرقت ہے صدا — کچھ بھی نہیں ہے نالہ مرغ سحر کا ہوش

دلسے وہ سار ہو کہ کلیجے کے پار ہو — مجکو نہیں ہے یار کے تیر نظر کا ہوش

بیمانیاز وہ ہوں ہاتھ پہ سر ہوں لیے ہوے — تلوار کا نہ ہوش نہ مجکو سپر کا ہوش

بے سمجھے دل رقیب کا لیتے ہیں مول وہ
کچھ نفع کا خیال نہ انکو ضرر کا ہوش

دیکھو نہ یہ لچکنے لگے بارِ زلف سے
اے نازنین تمھیں نہیں اپنی کمر کا ہوش

آوارگانِ عشق کو اِک جا نہیں قرار
گلشن کا کچھ خیال نہ صحرا نہ گھر کا ہوش

ہو ہو کے خون آنکھوں سے شاید یہ بہ گئے
بیہوش ہیں کچھ نہیں قلب و جگر کا ہوش

مثلِ غبار کیوں نہ پریشان ہوں آہ ہم
رہتا نہیں ہوا سے ہمیں بشر کا ہوش

غزل	پہلو سے کون لے گیا فاخر نکال کے مطلق نہیں اس اپنے دلِ بیخبر کا ہوش	تعداد اشعار ۱
	ردیف حاء مہملہ	

اس گلکو کبھی یار ہیں یوں کب مکاں کی حرص
بلبل کو جیسے باغ میں ہو آشیاں کی حرص

ہو بعد پھر وصال نکیوں اور شوق وصل
حصہ میں میرے آئی ساری جہاں کی حرص

مجکو بھی کم نہیں ہے ہوس یہ رو دوست
گر ہے سوا گلوں کو لیے باغباں کی حرص

مثل گدایہ لوگ قناعت کرینگے کیا	ہوتی نہین ہے کم کبھی اہل جہانکی حرص
آنسو روان ہوے دل گم گشتہ کے لیے	یوسف کی جستجو مین بڑھی کاروانکی حرص
غم خون دل کو پی کے جگر کیطرف چلا	آخر کو رفتہ رفتہ بڑھی میہمانکی حرص
درد تپ فراق کی تسکین کے لیے	مجکو نہ کیون ہو نالۂ آہ و فغانکی حرص
غنچے شگفتہ ہو گئے دل کو ہوس ہوئی	بالیدگی گل سے بڑھی باغبانکی حرص
کیا ذائقہ ملا جو زبانسے زبان لڑی	مجکو نہ کیون ہو بوسہ غنچہ دہانکی حرص

غزل ۱۷	فاخر ترقیون کی نہ کیون ہو ہوس مجھے کسکو نہین حیات مین نام و نشانکی حرص	تعداد اشعار ۱۰

ردیف ضاد معجمہ

جان لیتا نہین کیون شوقسے تو درد کی عوض	توڑ کے گلچین ل بلبل کو گل تر کی عوض
قول یہ میکش کمظرف کا ہے ساقی سے	ہے پچلو ہی مین جلدی مجھے ساغر کی عوض

کوچہ گردی حسینان پہ یہ کرتا ہے وہ ترک
پاؤن تلوار سے کاٹون گا ترے سرکے عوض

یاد مژگان مین کہین نیند نہ آئی مجھکو
فرش خارون کا ہو کمخواب کے بستر کے عوض

دیکھکر تیغ کو پہلو مین وہ بولے شبکو
دشمن جان تو ترے پاس ہے دلبر کے عوض

یا الٰہی مرے پاؤنکی طرح سے یہ پھرے
گردشین چرخ کو دے میرے مقدر کے عوض

دل کی دھڑکن کے لیے خون ملا سینہ پہ
ذبح قاصد کو کیا اوسنے کبوتر کے عوض

چین اسکو نہین مجکو جو سکون ہے شب ہجر
برق بیتاب ہے میرے دل مضطر کے عوض

اونکی تیوری ہی جو بلجائے تو ہو نگاہین جلال
جنبش ابرو کی ہے کافی مجھے خنجر کے عوض

غزل ۵	آبرو اسکی نہ کیونکر ہو سوا فاخر کو تار اشکون کا ہو جب رشتۂ گوہر کے عوض	تعداد اشعار ۱۰
	ردیف طائے مہملہ	

بھیجے مجھے اگر وہ تغافل شعار خط
رستے مین گم نہ ہو مرے پروردگار خط

آئے جو میرے پاس شبِ انتظار خط — کیون ہو نہ میری زیست کا پھر اعتبار خط

سبزہ نمو ہے گلشنِ رخسارِ یار پر — دیتا ہے لالہ زار مین کیا کیا بہار خط

مطلب سمجھ سکونگا مین کیا انتظار مین — پڑھنے نہ دیگا دردِ دلِ بیقرار خط

قاصد کوئی نہین ہے کبوتر کوئی نہین — لیجا صبا اوڑا کے تو ہی پیشِ یار خط

بھیجے نہ اک جواب بھی بھولے سے وہ کبھی — اوس ترکِ بے وفا کو مین لکھون ہزار خط

تحریر سے کدورتِ دل ہو گئی عیان — بھیجا جو اوسنے لکھکے بخطِ غبار خط

پہنچا جو بعدِ دفن مرے نامہ یار کو — لیکر چلے وہ پاس سے سوے مزار خط

سبزہ نمو ہے آگ پہ حیرت کا ہی مقام — اوس روے آتشین پہ ہے کیا پُر بہار خط

غزل ۷۶	فاخر ہوئی نہ اونسے ملاقات بھی نصیب دکھلا رہا ہے اونکی طرح انتظار خط	اعداد اشعار ۱۱
	ردیف ظاے معجمہ	

اون کو نہین ہے میرے دلِ زار کا لحاظ
مطلق نہین مسیح کو بیمار کا لحاظ

جیسے مجھے ہے کوچۂ دلدار کا لحاظ
بلبل کو اسطرح نہین گلزار کا لحاظ

جلوہ دکھانا ہی تھا تو انکار کیون کیا
کچھ بھی کیا نہ طالبِ دیدار کا لحاظ

ہنگامِ نزع دیکھلو چلکے تو اک نظر
لازم تمھین ہے عاشقِ بیمار کا لحاظ

مین زار اوڑ کے جاؤنگا اوس تک ہوا کے ساتھ
مجکو نہین ذرا در و دیوار کا لحاظ

صیاد آبکی سال تو کرتا اسیر رہا
ہوتا جو اسکو مرغِ گرفتار کا لحاظ

مجکو بھی سرفراز کرو آکے ایکدن
اتنا نہ چاہیے تمھین اغیار کا لحاظ

اوس خود غرض کو کچھ بھی نہین ہے کسی سے کام
اپنونکا کچھ خیال نہ اغیار کا لحاظ

منت سے پہلے لیا پامال پھر کیا
کچھ بھی کیا نہ میرے دلِ زار کا لحاظ

عشقِ دروغ سے اوسے بدنام کر دیا
اغیار نے کیا نہ ذرا یار کا لحاظ

اوسکو نہ کیون ہو فاخر غمخوار کا لحاظ

ردیف عین مہملہ

ظاہر ہوا وہ ظلم پہ جو تھا خیال شمع
پروانونکو جلاکی ہوا کیا مآل شمع

شبکو جو مثل بلبل و گل ہو وصال شمع
پروانون پہ لٹاتی گل زر نہال شمع

ای ماہ وصل روز کو کہتے ہو مجھسے کیون
پروانونسے بھی دنکو ہوا ہی وصال شمع

اوس شعلہ رو کی یاد ہی آٹھون پہر سدا
رہتا ہی روز و شب مجھے یکسان خیال شمع

کامل کی سامنی کسی ناقص کا کیا فروغ
وقت طلوع مہر ہے وقت زوال شمع

اے شعلہ رو جلاتے مرا دل نہ تم اگر
پروانون کو جلاتی یہ پھر کیا مجال شمع

پروانون کو جلاکی نہ جلتی تو جانتے
خود جلگئی جلاکی تو ہی کیا کمال شمع

یون میرے دل کو وہ رخ انور پسند ہی
پروانون کو عزیز ہو جیسے جمال شمع

دل مجھسے مانگتی ہو تم آج کس لیے
پروانون سے کسی نے سنا ہے سوال شمع

اگر ہوا بجھاوے تو جلنے سے یہ بچے	رہتا ہی شام سی یہ سحر تک خیال شمع
ظاہر کرین وہ رنج دلی مجھپہ کسطرح	پروانون پر ثبوت ہوا کب ملال شمع
گلگیر سے کٹے کہ رہے سر میان بزم	کھینچا ہے سر تو دیکھیے کیا ہو مآل شمع

غزل ۸	اوس شعلہ رو کی بزم مین جلتا ہی رات بھر فاخر ہمارا داغ جگر ہے مثال شمع	تعداد اشعار ۱۱

ردیف غین معجمہ

کیا عندلیب ہی کو ہی شوق لقائے باغ	ہی باغبان کا قلب بھی دل فدائے باغ
آہون سے کیون نہ ہو دل پر داغ کو سکون	ہوتی ہی فصل گل مین مفرح ہوائے باغ
وہ خانہ باغ قلب مین آئیگا ایک دن	اوسکے لیے یہ باغ ہی وہ گل برائے باغ
صیاد کیون قفس مین لیے پھرتا ہی مجھے	میرا نہ جی لگیگا کسی جا سوائے باغ
تعریف مین زبان ہی سوسن صفت خموش	بلبل کی ہو زبان تو کرون مین ثنائے باغ

آنکھیں ای زخم گل سے جو کرتا ہے ہمسری
اس رنگ و بو کا ہو وے تو کوئی دکھائے باغ

سنکر خزاں کی ظلم کو ہو جائیگی ہلاک
صیاد بلبلوں سے نہ کہہ ماجرائے باغ

اے عندلیب ڈر جو ہے صیاد کا یہاں
جنگل میں آشیانہ بنا تو بجائے باغ

کس حسرتوں سے ہو رہی ہے عندلیب فوت
رگ رگ سے آ رہی ہے صدا ہائے ہائے باغ

آنکھیں یہیں کہیں تو نہیں بند ہو گئیں
دیکھا نہ کچھ جہان میں ہمنے سوائے باغ

غزل ۹

فاتحہ کے ساتھ آئے جو وہ سیر کے لیے
کیونکر نہ پھر خوشی سے زر گل لٹائے باغ

تعداد اشعار ۱۷

ردیف ف

وحشت کا رخ ہوا ہے دل زار کی طرف
آئی نہ ڈر کے موت بھی بیمار کی طرف

مائل جو دل ہے شعلۂ رخسار کی طرف
پروانہ بنکے جائیگا دربار کی طرف

آنکھیں ہیں یا وہ نگہ میرے دل زار کی طرف
چشم مسیح ہے رخ بیمار کی طرف

بیچین نصیب کسکے طپیدن ہون شہید
رہ رہ کے دیکھتے ہین وہ تلوار کی طرف

مر مر کے یون اکیلی کٹی رات ہجر کی
آئی نہ موت بھی ترے بیمار کی طرف

ہین وہ گدا ہون ظل ہما چاہتا نہین
بستر لگاؤن سایۂ دیوار کی طرف

کیا دور کر ہدف ہو جو تیر نگاہ سے
بیدرد سب وہ دیکھتے ہین دل زار کی طرف

خود جھانکتے ہین حکم ہے دربان کو یہ مگر
آئی نہ کوئی روزن دیوار کی طرف

اب لوٹنے کو ہانگے مرے دل کے آبلے
پاؤن بڑھے ہین وادی پرخار کی طرف

اے آپکو بیگناہ بھی ان مین شریک ہون
رحمت بڑھی صفوف گنہگار کی طرف

صیاد اسکو لے گیا سب دیکھتے رہے
گل بھی ہوئے نہ بلبل گلزار کی طرف

اک جھوٹ سچ کا دوست تھا وہ بھی جدا ہوا
دل بھی ہمارا ہو گیا دلدار کی طرف

یون کھودون حلق دوڑ کے قاتل کی تیغ پر
آئے نہ پاس ہاتھ بھی تلوار کی طرف

کرتا ہون آہ آتشین ابر کو دیکھکر
آتی ہے برق کوند کے تلوار کی طرف

محشر میں بھی رہیگی وہی ہم سے بیرخی — دیکھو تو مڑکے طالب دیدار کی طرف

کیا کیا نہ دلکو واسطے سرگوشیاں ہیں — جب کان لے گیا لب سوفار کی طرف

غزل ۸

تعداد اشعار ۸

فاخر کو کیوں نہ حشر میں بخشش کی ہو امید
اسکی نظر ہے رحمت غفار کی طرف

دل لے چلا مجھے مژہ یار کی طرف — لایا ہے کھینچ کھینچ کے بیدار کی طرف

دل ہے روانہ کوچہ دلدار کی طرف — یوسف چلا ہے مصر کے بازار کی طرف

دل آگیا ہے ابروے خمدار کی طرف — سینہ سپر چلا ہوں میں تلوار کی طرف

ڈر ہے کہ بوسہ لینے سے جلنے لگیں نہ لب — کیا منہ بڑھاؤں آتش رخسار کی طرف

اوسکے فروغ حسن پہ یوں ہی رہی بہار — آئی خزاں نہ اوس گل رخسار کی طرف

یارب ہو خیر دل کا مرے اور رنگ ہے — اسکی نظر ہے پہلوے دلدار کی طرف

صیاد نے اسیر قفس میں کیا تو کیا — بلبل کا دھیان ہے گل گلزار کی طرف

دم توڑتا ہے اونکا مریض غم فراق
حسرت سے دیکھتے ہین وہ بیمار کی طرف

بیتاب ہوکی گھر سے نکل آئے بیدھڑک
آئی جو لاش کوچۂ دلدار کی طرف

ہون منتظر صدف کی طرح سے گہر کا مین
چلو لیے ہون چشم گہربار کی طرف

کشتہ ہین جو دید کا کرتا ہون مین سوال
بجلی گرے گی طالب دیدار کی طرف

ایسے عجب کہین نہ شکستہ ہو دل مرا
شیشہ نہ پھینک میرے دل زار کی طرف

داغ دل و جگر کی ہوس کیون ہو مجھے
میری نظر ہے درہم و دینار کی طرف

اللہ ری کشش کہ نہ پہلو مین تھم سکا
دل خود چلا ہی کھنچکے کماندار کی طرف

تنہا مریض ہجر ہی ہمدم کوئی نہین
اک بیکسی ہی بس ترے بیمار کی طرف

کہدو یہ اونسے ہین جو جنازہ لیے ہوے
تابوت لیچلین در دلدار کی طرف

جینے سی یاس ہے کہ نہ نکلتا ہے تن سے دم
حسرت کی ہی نظر در و دیوار کی طرف

غزل ۸	فرہاد کی طرح سے ہے فاخر جنون مجھے	تعداد اشعار

بڑھتے ہین ہاتھ دامنِ کہسار کی طرف

ردیف قاف

ماہ کی صورت رہینگی گردشِ ایامِ عشق
داغ اوٹھا کر دلپہ ہم روشن کرینگے نامِ عشق

دیر مین وہ بت اگر جاری کرے احکامِ عشق
گبر بھی پڑھنے لگین پھر کلمۂ اسلامِ عشق

ان بتونکی چاہ مین ذلت سے بھی توقیر ہے
نامور دنیا مین وہ ہے جو کہ ہے بدنامِ عشق

لذتِ الفت ملی ہے چشمِ جانانسے مجھے
ہے بجا آنکھو نکو اوسکی گر کہون بادامِ عشق

جان رو رو کر فراقِ یار مین سیری گئی
زندگی کا جام چھلکا یہ ہوا اتمامِ عشق

خط نکل آیا رخِ جانان پہ چلکر دیکھیے
حسن کے قاصد نے مجھکو یہ دیا پیغامِ عشق

نزد بانِ فکر بھی اوسجا ٹھہر سکتا نہین
بام گردون سے سوا ہے مرتبہ مین بامِ عشق

نکلے حسرت قاصدِ جانان چشم و گوش کی
خط مجھے دیکر زبانی بھی دیا پیغامِ عشق

بعد اوسکے ایک لیلی کا مین مجنون ہوگیا
ابتدا میرے لیے ہے قیس کا انجامِ عشق

وصل شیرین کا نہ لیلیٰ کا مجھے ممکن ہوا
صورت فرہاد و مجنون مین ہا ناکام عشق

آسیا ساں ہجر مین نالے کیونکر نہ کرون
زلف و رخ مین اوس بت مہرو کی صبح و شام عشق

چاہ مین یوسف کی ہوتی ہی نئی سر سے جوان
کیا زلیخا کو دکھاتا ہی پھرہ انجام عشق

یاد ابرو مین بہاؤن خون آنکھون سے نکیون
ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہی دل مرا صمصام عشق

کلمہ الفت زبان دہر کا پڑھتا ہون مین
کفر کہتا ہی جسے زاہد وہ ہی اسلام عشق

غم سے جل جل کر سحر تک ہو گئی دونون تمام
شمع و پروانہ کا آخر یہ ہوا انجام عشق

کیا تماشا دل نے الفت کی دکھائی ہین یہین
جام جم سے سیر مین بھر کر یہین کے جام عشق

دے رہا ہی وہ مے الفت کے ساغر بھر کے آج
چل رہی ہین بزم ساقی مین برابر جام عشق

خون سے میرے تیغ قاتل نے کیا طرفہ خضاب
لال سارے ہو گئے موی سر صمصام عشق

درد پیدا ہو گئی دنیا کی سب آغاز مین
لے چلا کم بخت آخر گور مین انجام عشق

غزل ۲۸	حسرت مردہ ہے فاخر ساتھ ہی وقتی رہی	تعداد اشعار

اوٹھ گیا دنیا سے کوئی آج کیا ناکام عشق

الفت شد از رسول جو پروردگار عشق
تا لامکان رسید سر افتخار عشق

ہو ہمسری عاشقون کو نہ کیون اعتبار عشق
قربان ہم پہ عشق ہی ہم ہین نثار عشق

فرہاد و قیس ایک نہین یادگار عشق
ہم بھی تو مدتون سے ہین خدمتگذار عشق

آباد انکی مرگ سے ہوگا دیار عشق
عشاق کی خزان ہوئی تو آئی بہار عشق

اب مین ہون بعد قیس کے حاجت برار عشق
آباد میرے دم سے ہی آخر دیار عشق

پستی مین اوج سے ہی سوا ذی وقار عشق
ہے خاکپا ہی عیش سر انکسار عشق

دشمن ہے جان کا فلک کجمدار عشق
نخچیر موت ہی بسمل شکار عشق

جتنی خزان ہی اوتنی ہی ہوگی بہار عشق
یکرنگ ہی سدا چمن روزگار عشق

باریک مثل زلف ہی لیل و نہار عشق
ہی صبح ہجر شام سواد دیار عشق

سینے مین دل کبھی تھا مرا افتخار عشق
داغ جوانی ایک ہی اب یادگار عشق

آہون کے ضبط سے گلِ الفت کھلین کیون
پھرتی ہی داغِ دل مین نسیمِ بہارِ عشق

پس پس گیا ہی بارِ محبت سے یار کے
گذرا ہی دل پہ صدمۂ و رنج و فشارِ عشق

دل مر گیا تو الفتِ جانان بھی مر گیی
سینہ کو جانتا ہون مین اپنے مزارِ عشق

کیونکر ہوس نہ الفتِ خوبانکی مین کرون
عاشق مزاج رہتا ہے امیدوارِ عشق

الفت بتونکی لیکی چلا ہون لحد مین مین
میرا جو ہی مزار وہی ہے مزارِ عشق

فرہاد و قیس و وامق و محمود مر گئے
ویران مدتون سے پڑا ہے دیارِ عشق

ہے آب و گل مین الفتِ لیلی ملی ہوئی
مخلوط خاکِ قیس مین کیا ہی غبارِ عشق

عشقِ بتان دہر سے جو ہی بھرا ہوا
دل ایسا کیون دیا مرے پروردگارِ عشق

بے پردہ لیلی آئی تری آگی قیس کیا
کسطرح آنکھین چار کرین شرمسارِ عشق

عاشق بھی جان دیتا ہی فرہاد کی طرح
ہے خودکشی ضرور ہی انجام کارِ عشق

ان پھولون مین شریک ہے اوس گلبدن کی بو
ہر باغ داغ ہی جگر مین بہارِ عشق

تھا قصدِ صید دام محبت مین پھنس گیا
دل آپ ہوگیا ہی ہمارا شکارِ عشق

اوٹھی یہ دل او ن آنکھونکی الفت مین ایکدن
دکھلا دی انقلاب جو لیل و نہارِ عشق

کیا سخت راہ وادیِ الفت ہی اے جنون
چبھتا ہی مدتون دلِ عاشق مین خارِ عشق

اس میرے دل امین کسی کی نہ چاہ ہو
بس عشق ہوا اترا مرے پروردگارِ عشق

لیجا اوڑا کی نجد مین بادِ صبا اسے
مجنونکی خاک ہو کہ غبارِ دیارِ عشق

الفت بتونکی گردِ کدورت مین ملگئی
ہمنے بنایا قبر مین اپنے مزارِ عشق

ملکِ عدم کو قافلۂ عاشقان گیا
خالی پڑی ہوئی سرا ہی دیارِ عشق

اشکونکی سیل سے خانۂ دل کو ہو خوف کیا
مضبوط ہی بنا ہی مکانِ دیارِ عشق

بینائی جاکی سر حد لیلی تلک بڑھے
ہے کحل چشم قیس سوادِ دیارِ عشق

ارمان و یاس کا دل عاشق مین ہے ہجوم
مملو ہی رہرونسی سرای دیارِ عشق

ہوگا کبھی فریفتہ لیلی پہ قلب قیس
دنیا مین آجکل تو نہین اعتبارِ عشق

بختِ سیاہ قیس مین دونون شریک ہین | اک زلفِ لیلی ایک سوادِ دیارِ عشق

غزل ۱۴

مجنون کے بعد وادیِ اُلفت کا ہون مین قیس
آباد میرے دم سے ہی فاخر دیارِ عشق

شعر ۲۰

ردیف کاف فارسی

اُسکی درگاہ کا محتاج رہا ایک نہ ایک
ہاتھ پھیلایا کیے شاہ و گدا ایک نہ ایک

آگ کو پوجتا ہی بُت کو برہمن تو کبھی
اپنے ہاتھون سے بناتا ہی خدا ایک نہ ایک

بے حجابانہ ہوئی وصل کی شب کو بھی ذرا
پردہ دار اُنکے رہے شرم و حیا ایک نہ ایک

یادِ گیسو ہی کبھی دل کو کبھی خال کی یاد
روز آتی ہی مرے گھر مین بلا ایک نہ ایک

وہ قمر اُٹھ کے گیا غیرتِ مہر و آیا
ہم بغل مجھسے رہا ماہ لقا ایک نہ ایک

جستجو سیل کو رہتی ہی تو بجلی کو تلاش
ڈھونڈھتی رہتی ہی گھر میرا بلا ایک نہ ایک

قتل کرتے ہین کسیکو تو کسی کو وہ اسیر
روز عشاق کو دیتے ہین سزا ایک نہ ایک

نہج کوئی نہ کوئی ہوتا ہی جانبازون مین
رنگ اُن دونون مین لاتی ہی حنا ایک نہ ایک

مجھکو بلواتے ہین یا آپ چلے آتے ہین
اثر کرتی ہی اثر آہِ رسا ایک نہ ایک

عرش لرزا کہ دلِ سختِ بتان نرم ہوے
لائی تاثیر مری آہِ رسا ایک نہ ایک

زلف کھولے سرِ بازار وہ جب آتے ہین
روز ہوتا ہی گرفتارِ بلا ایک نہ ایک

قیس و فرہاد کی مٹی بھی ہوئی اب برباد
خاک اُڑانے پہ ہی آمادہ ہوا ایک نہ ایک

وصل سے دور تپِ ہجر ہو یا دردِ جگر
اپنی تاثیر دکھائیگی دوا ایک نہ ایک

ستم و رحم جفا کیش سے دیوانون مین
چھوٹ گیا ایک اک قید رہا ایک نہ ایک

بوسہ سیبِ ذقن پستۂ لب لیتا ہون
وصل کی شب مجھے ملتا ہی مزا ایک نہ ایک

آتشِ شمشیر سے بچنے کا نہین قصر بدن
گھر گرائیگی ہی سیلِ فنا ایک نہ ایک

میرے مرنے کا ہوا رنج رقیبون کو بھی
سرمہ سان چشمِ حسینان سے گرا ایک نہ ایک

غول نے شب کو ستایا جو درندون نے مجھے
دشمنِ جان رہِ غربت مین ہوا ایک نہ ایک

قید کرتے ہین وہ یا سر کو جدا کرتے ہین | روز عشاق پہ کرتے ہین جفا ایک نہ ایک

غزل ۸۴

رنج و غم بنکے رہے حسرت و ارمان فاخر
خانۂ قلب مین مہمان رہا ایک نہ ایک

شعر ۲۰

ای بت مطلب دل ہوگا روا ایک نہ ایک | میری آہون مین اثر دیگا خدا ایک نہ ایک
خون کرتی ہے تری تیغ ادا ایک نہ ایک | کاٹ دیتی ہے اشارے مین گلا ایک نہ ایک
پاسبان کی نہ ضرورت ہے نہ کار دربان | اُنکے دروازے پہ رہتا ہے گدا ایک نہ ایک
درد فرقت نہ گیا دیدے گر وصل تو ہے | ہر مرض کی ہے زمانے مین دوا ایک نہ ایک
آندھیون سے جو بچا برق گری ای دہقان | تیری خرمن کے لیے ہیگی بلا ایک نہ ایک
کودک و پیر و جوان کو ہے مفر موت سے کب | روز کرتا ہے زمانے مین قضا ایک نہ ایک
چھوڑدے گر دہر اگر شئہ خوبی جو طیور | تیرے صدقے مین ابھی ہوئے ہما ایک نہ ایک
مرگ عاشق کی کبھی قید عنادل کی کبھی | روز اڑاتی ہے خبر باد صبا ایک نہ ایک

کبھی ہاتھ اُسکے بندھے اور ہوا قید کبھی
ہے سزا یافتہ یہ دزد حنا ایک نہ ایک

وصل کیا ایک بھی بوسہ نہین دیتے مجھکو
وہ جو الجھائین کرون اُنسے گلا ایک نہ ایک

وصل سے عشق کے امراض گھٹے جاتے ہین
آج ہی تاثیر دکھاتی ہے دوا ایک نہ ایک

شمع کی آتش الفت نے دکھائی تاثیر
خاک جل جل کے پتنگون مین ہوا ایک نہ ایک

خرمن ہستی اغیار مری محفل مین
یار کی برق تبسم سے جلا ایک نہ ایک

ہین شرقی و جنوبی و شمالی و غربی
لیے پھرتی ہے مری خاک ہوا ایک نہ ایک

اَسرا آنکھ کا مژگان ہو کہ تار اشکون کا
دست بیمار مین رہتا ہے عصا ایک نہ ایک

خون عشاق بہاتا ہے جلاتا ہے قلوب
فتنہ کرتا ہے بپا رنگ حنا ایک نہ ایک

چادر گرد کی ابر بہاری چھایا
شامیانہ مری تربت پہ رہا ایک نہ ایک

وصل مین ہوتی ہے بالیدگی ایسی مجھکو
ٹوٹ جاتا ہے مرا بند قبا ایک نہ ایک

اَسرا آہ کا نالون کا سہارا ہے مجھے
ناتوان ہاتھ مین رہتا ہے عصا ایک نہ ایک

غزل	ایک دن کی ہو مصیبت تو اٹھا لے انسان روز فاخر پہ وہ کرتے ہین جفا ایک نہ ایک	شعر ۲۳
	ردیف لام	

رنج و غم و ملال و الم ہین نثار دل
کعبہ سمجھ کے کرتے ہین طوف مزار دل

ہی میری آہ سرد نسیم بہار دل
ہو کیون نہ بوے گل کیطرح انتشار دل

داغ کہن ہرے ہوے انجام شیب مین
آئی ہی لو خزان کی خزان مین بہار دل

بجلی تڑپ تڑپ کے جو گرتی ہی اس جگہ
شاید کوئی بنا ہوا یان ہی مزار دل

تپ آ گئی بلا سے مجھے سوز عشق مین
اچھا ہوا نکل تو گیا کچھ بخار دل

رو رو کے مین نے اُنسے صفائی جو کی
اشکون سے پاک و صاف کیا ہی غبار دل

کشتہ کرین حضور جو شمشیر ناز سے
خود اپنے ہاتھ سے مین بناؤن مزار دل

پامال کرتے جاتے ہین رفتار ناز سے
تلوون سے کھیلتے ہین وہ اپنے شکار دل

سیماب اِسکے سامنے کیا ہوگا بیقرار ‏ ‏ ‏ ہی برق سے کبھی بڑھ کے کہین اضطرابِ دل

دل ہل کے اپنے پانون سے برباد کر دیا ‏ ‏ ‏ سب خاک مین ملا دیا تمنے وقارِ دل

کچھ خود بخود حضور پریشان ہین آج کل ‏ ‏ ‏ کیا آپ سے کہون سببِ انتشارِ دل

سب آرزو و حسرت و ارمان جدا ہوے ‏ ‏ ‏ پہلو مین اک جگر ہی فقط غمگسارِ دل

تمنے اِسے جو اپنی نظر سے گرا دیا ‏ ‏ ‏ میرے کبھی سامنے نہ رہا اب وقارِ دل

آتا ہی دیکھون کوچۂ جانان سے پھر کے کب ‏ ‏ ‏ اک مدت مدید سے ہی انتظارِ دل

پہلو مین میرے سامنے بیٹھا لو غیر کو ‏ ‏ ‏ کیونکر یہ بات ہو نہ بھلا ناگوارِ دل

اُسکی تڑپ سے اِسکا سکون ہی کہین سوا ‏ ‏ ‏ بجلی کا اضطراب نہ صبر و قرارِ دل

حیران ہون بوسہ لون کہ لون اُسکا بزم مین ‏ ‏ ‏ وہ ناگوارِ یار تو یہ ناگوارِ دل

دونون مثال عاشق و معشوق ایک ہین ‏ ‏ ‏ دل ہی جگر یہ اور جگر ہی نثارِ دل

صورت ملال و رنج کی آئی مجھے نظر ‏ ‏ ‏ آئینے کا غبار ہی اُٹھا غبارِ دل

اپنون کا ہو گیا ہی جہان مین لہو سفید	غیرون کو کیا جگر نہو اسکو گوار دل
روز غم و ملال کٹین مجھسے کس طرح	اک کوہ جمع ہو کے ہوا ہی غبار دل

غزل	شاہد کیسکے بال پریشان ہین انڈنون فاخر کچھ آج کل ہی سوا انتشار دل	شعر ۲۵

پانون سے مہندی سان جو ملو ہو وقار دل	روندو برنگ سبزہ تو ہو افتخار دل
لاتے ہین ہاتھ سینے پہ پھر قرار دل	حسن طلب ہے یا کہ ہین وہ خواستگار دل
بالین پہ کیون کھڑے ہو دم احتضار دل	جلدی ہو سو نکلتی ہی جان نزار دل
مرجھانے کو خزان سے گل زخم سینہ ہین	ہی بیقرار موج نسیم بہار دل
پامال کر رہے ہین وہ سینے کو پانون سے	منظور ہی رہے نہ جہان مین مزار دل
آندھی جو آج آئی ہی کعبے کی سمت سے	پھیلا ہی اُٹھ کے کیا یہ کسیکا غبار دل
چھٹ چھٹ کے اسکے زخم شگفتہ ہوین گل	ہی ہیلو سے خزان بھی دبانے بہار دل

جسدن سے دیکھا غیر پہ مرتے ہوے انکھین
اُس روز سے ہمین نہ رہا اعتبارِ دل

اُجڑا ہی اسکا ملک ختن سے ملا ہوا
ہی زلفِ مشکفام سوادِ دیارِ دل

اے یاس و بیکسی تو ہی آباد کر اسے
ویران مدتون سے پڑا ہی دیارِ دل

اسکا بندھا ہوا ہون جہان چاہے لیچلے
مین ہون اسیرِ سلسلۂ اختیارِ دل

بکھرا تو اپنے گیسوے پُر پیچ کو کہین
پھندا بناکے بال کا کھیلو شکارِ دل

اب نقدِ دل بھی دیتے ہین اپنا وہ مشغلہ
داغون سے درہمون کے بڑھا اعتبارِ دل

کوئی جلاوے شمع کہ پروانے جمع ہون
ویران بیچراغ پڑا ہی مزارِ دل

پہلو مین اسکے آج کل اُسکی بغل مین ہی
سچ ہی شباب مین نہین کچھ اعتبارِ دل

ارمانِ وصلِ یار مین مردہ جو دل ہوا
خود میری حسرتون نے بنایا مزارِ دل

جتنے تھے دوڑ دوڑ کے آنکھون سے گر گئے
خالی ہی طفلِ اشک سے ہمدِ کنارِ دل

دل مٹ گیا تو حسرت و ارمان بھی مٹ گئے
باقی رہا نہ سینے مین کچھ یادگارِ دل

عشق بتان مرے ہوئے دل مین ہی رکھیا | چھاتی پہ ہی دھرا ہوا سنگ مزار دل
دلسوزیون کی بتون سے امید کیون نہو | داغ جگر بنا ہی چراغ مزار دل
جسمین سوا ترے نہ محبت بتون کی ہو | وہ دل مجھے دے اے مرے پروردگار دل
ہی شامیانہ ابر کی صورت کھنچا ہوا | سایہ فگن ہی دود چراغ مزار دل
مٹھی سے انکی خون کے قطرے ٹپکتے ہین | ہوتا ہی یون دبانے سے انکے فشار دل
تیغ عشق ذقن سے ہی عاشق دونیم | نسبت سے ہی یہی ذو الفقار دل

غزل ۹۷ — کیا آئے قلب یار مین فاخر مرا خیال | غم ہی کا حاجب در قصر غبار دل — شعر ۳۰

آتے ہی خزان تنگ ہوا حوصلۂ گل | جاتا ہی سوے ملک عدم قافلۂ گل
باقی نہ رہا اب جو کوئی سلسلۂ گل | صیاد سے کرتے ہین عنادل گلۂ گل
گلشن سے خزان لیکے چلی قافلۂ گل | مرکب کے عوض آپ بنی راحلۂ گل

آنے لگی آواز جرس برگ خزان سے   گلشن سے روانہ جو ہوا قافلۂ گل
ہنستے ہین نہ اب اور نہ شگفتہ ہین غنچے ہین   تھا فصل بہاران ہی تلک ولولۂ گل
کرتا ہی تپا جوشش محبت مین دیدہ   بلبل سے زیادہ ہی کہین ولولۂ گل
کچھ ذبح ہوئین بلبلین کچھ ہوگئین محبوس   جاتا ہی رہا باغ سے اب مشغلۂ گل
ہمراہی گلچین مین روان ہو گا سحر کو   شب بھر کے لیے باغ مین ہی قافلۂ گل
ویران نہ کیونکر ہو چمن فصل خزان مین   جان بلبلون کی لیکے چلا قافلۂ گل
وان دام محبت مین عنادل ہین گرفتار   یان ہیچ صبا باغ مین ہی سلسلۂ گل
بلبل کو یہ دیتا ہی خبر باد بہاری   کل صبح کو گلزار مین ہی داخلۂ گل
گلشن سے روان ہو کے عدم پہونچا خزان مین   ٹھہرا سر منزل نہ کہین قافلۂ گل
باقی نہ رہا نام کو گلشن مین کوئی پھول   اس فصل خزان نے کیا اب فیصلۂ گل
سنکر خبر قید عنادل یہ چلے ہین   ہی خانۂ صیاد مین اب غلغلۂ گل

صیاد سے گلچین کی سوا جور و جفا ہی — ہی صعب عنادل سے کہین جو صدمۂ گل

پھولون سے عنادل کو ہو کیا ترک تعلق — ہی رشتۂ جان بلبلون کا سلسلۂ گل

یون رات کو بلبل کی اسیری پہ بکا کی — شبنم نے بھرا آنسوون سے سنبلۂ گل

بنجائے پہ پھر گال کسی غنچہ دہن کا — ہو جائے الف پیچ مین گر فاصلۂ گل

اُترے ہوے یہ دامن گلچین مین نہین پھول — منزل پہ سر شام بسا قافلۂ گل

غزل ۵۴ — شعر ۱۹

فاخر سے نہ پوچھو کہ ترے شغل ہین کیا کیا
بلبل کو بھی کیا کام بجز مشغلۂ گل

بلبل کی جان چپکی نہو گا نموے گل — صیاد عندلیب کا گلچین عدوے گل

پھر اور بھی نظر مین بڑھے آبروے گل — گر اشک عندلیب کرے شست و شوے گل

یکرنگ تھی جو دونون کی خواہش نیاز کی — بلبل کی آرزو مین رہی آرزوے گل

عاشق کے دل کو شاق ہی معشوق کا فراق — بلبل نہ کیون خزان مین کرے جستجوے گل

کانٹے ذلیل و خوار ہین پھولون کے سامنے / کچھ آبروے خار نہین روبروے گل

بلبل کی طرح دل بھی مرا ہوگیا نثار / اُسکے گلے ہین اور بڑھا حُسن روے گل

سچ ہی کہ مالدار کا دشمن ہی سب جہان / کوئی عدوے خار نہین جز عدوے گل

اس قافیے مین جسکو نہ معنی کا ہو خیال / پھر شوق سے وہ شعر مین باندھے وضوے گل

ڈھونڈھا خزان مین یون کہ ہوئی آپ بھی فنا / بلبل گئی عدم کو پئے جستجوے گل

پھولون کے پاس ذبح جو صیاد نے کیا / بلبل کے خون سے سُرخ ہوا رنگ روے گل

ایسی قفس مین نیند عنادل کی اُڑ گئی / تسکین ہوئی نہ خواب مین بھی بوے گل

گلچین نہ آنے پائے نہ صیاد باغ مین / ارمان یہ عندلیب کا وہ آرزوے گل

کھالے بھرے ہوے ہین عنادل کے خون سے / زیبا ہی گر کہون مین اسے آبجوے گل

گلچین ملا نہ خاک مین پھولون کو توڑ کے / کم آبروے دُر سے نہین آبروے گل

تختے کھلے ہوے ہین جو فصل بہار مین / پھیلی ہوئی ہی باغ مین ہرسمت بوے گل

ایسو نکرنہ گلرخون کے گلے کا یہ ہار ہو
ڈورے مین ہی گندھا ہوا اک اک گلے گل

گلچین سحر کے ہوتے ہی گلشن سے لیگیا
بلبل کو کب نصیب ہوئی دید روے گل

آہون سے رات داغ محبت کا کھل گیا
ہو منتشر ہوا سے نہ کسطرح بوے گل

غزل ۹۱

ممنون اسکا کیون نہو فاخر جو ہو مثاب
ہوتی ہے وجہ خواندن صلوات بوے گل

شعر ۱۹

ہر چشم عندلیب جو مشتاق روے گل
کانون کی آرزو ہے سنین گفتگوے گل

گرد و غبار سے نہو کیون صاف روے گل
شبنم جو ہر سحر کو کرے شست و شوے گل

اسطرح بلبلون سے کھنچے پھول باغ مین
آخر کو بوے عطر ہوئی آپ بوے گل

نازک مزاج ناز و نعم کے پلے ہین یہ
آتی ہے خود نسیم دبے پاؤن سوے گل

اے باغبان لٹادے قریب گلاب کے
منظور ہے اگر یہ بچے آنچ سے گل

تاثیر قرب صحبت ورد عذار سے
آتی ہے اُنکے کان کے پتون سے بوے گل

تحریر وصف عارض رنگین یار سے
آتی ہی میرے غنچۂ خامہ سے بوے گل

ہیں شمیم جسم یون ہی بسا ہوا
کلیون سے پیرہن کی نکلتی ہی بوے گل

موتی سے موتیا تو ہوا باغ دہر مین
اب اور اس سے بڑھ کے ہو کیا آبروے گل

بلبل اگر تھی قید تو آزاد تھے یہ کب
گلچین نے ریسمان مین باندھا گلوے گل

ہون جمع آکے بلبل و پروانہ ایک جا
جلوہ فگن جو باغ مین ہو شمع روے گل

سرشار بلبلین ہون نہ کیونکر بہار مین
مدہوش کر رہی ہی مۓ موج بوے گل

جھونکے چلے چمن مین جو باد سموم کے
پتون کی طرح زرد ہوا رنگ روے گل

پہلے سے مہوشان مین جو گذری تمام رات
جاتا رہا سحر کو وہ سب اوج بوے گل

اک رات کے عروج پہ غرہ نہ چاہیے
اتراتی کیون ہی اپنی لطافت پہ بوے گل

سینے مین میرے ایک چمن ہی کھلا ہوا
قلب و جگر کے زخم سے آتی ہی بوے گل

بلبل تیری آہ شررزا نے کیا کیا
اک برق کوندتی ہوئی آتی ہی سوے گل

پنہان ہمارے دل مین ہی یون راز عشق یار
غنچے مین جسطرح سے ہو پوشیدہ بوے گل

غزل ۹۰

فاخر وطن مین قید سبکو رہینگے کیا
دیوار پھاندتی ہی گلستان کی بوے گل

شعر ۱۹

بلبل جو ذبح ہونے کو ہو روبروے گل
کس یاس کی نگاہ سے تکتی ہی سوے گل

شرمندگی سے زرد نہ کیونکر ہو روے گل
پہلو سے گلرخسان مین نہین آج بوے گل

پوشیدہ راز ہوسکا کیا باغبان پر
منقار عندلیب سے آتی ہی بوے گل

کس پھول کی شراب کھنچی ہی یہ ساقیا
آتی ہی صاف غنچۂ مینا سے بوے گل

قاتل ہی جو سرون کا چمن یون کھلا ہوا
پھل سے ترے حسام کے آتی ہی بوے گل

بلبل چمن سے لائی ہی پھولون کو توڑ کے
دیتا ہی آج غنچۂ منقار بوے گل

زہاد کی نسیم نفس کا اثر ہوا
دینے لگا جو غنچۂ مسواک بوے گل

غنچے کی یہ چٹک نہین آواز زنگ ہی
جاتی ہی لیکے قافلۂ گل سے بوے گل

روتا بغیر وجہ نہین عندلیب کا	ہوتا ہی آب اشک سے اسکے نمو ے گل
مرجھا گیا فلک پہ ہی پھول آفتاب کا	باد سموم سے جو اڑا رنگ روے گل
یہ ہی شراب صبح نسیم سحر کا فیض	کیونکر نہ بلبلون کو کرے مست بوے گل
غنچے مین بند ہی کبھی باہر چمن کے ہی	آزاد بھی اسیر بھی رہتی ہی بوے گل
پژمردہ گل ملا کے رخون سے یہ بولے وہ	بلبل کو کیا پسند ہوا حسن روے گل
کیا ہو شگفتہ غنچۂ دل عندلیب کا	ہی دامن نسیم مین پوشیدہ بوے گل
انگور زخم قلب عنادل پھٹے ہین کیا	دیتی ہی بو شراب کی کیون آج بوے گل
پائی جو رنگ و حسن سے اپنے مشابہت	کس رشک سے وہ محو نظارہ ہین سوے گل
پروانون سے وہ چپ ہی یہ چپ عندلیب سے	ہی مثل شمع بزم خموشی مین خوے گل

تاثیر آہ گرم عنادل کو دیکھیے
فاخر چمن مین خشک ہوئی آبجوے گل

غزل ۹۱	ردیف میم	شعر ۲۰

مغرور یون ہین کشتیِ عمرِ روان سے ہم
کھینچے ہوے ہوا پہ ہین سر آسمان سے ہم

کوے بتان سے لڑکے چلے پاسبان سے ہم
آدم کی طرح نکلے ہین باغِ جنان سے ہم

مجبور سخت ہو گئے ظلمِ بتان سے ہم
دل آسیا سا ڈھونڈھ کے لائین کہان سے ہم

رکھتے ہین دل مین حسرت و ارمان و آرزو
برسون نکلتے ہین نہین اپنے مکان سے ہم

اچھا ستالے ہمکو یہ بیکس سمجھ کے آج
بدلہ ضرور لینگے کبھی آسمان سے ہم

کیسا وصال دید نہ اسکی ہوئی نصیب
ناشاد و نامراد چلے اِس جہان سے ہم

صیاد نے اسیر کیا دام مین ہمین
آئے نکل کے باغ مین گر آشیان سے ہم

پھرتے ہین مثلِ گردِ رہِ قافلہ تباہ
آوارہ چھٹکے دشت مین ہین کاروان سے ہم

جائینگے اُڑکے ساتھ ہوا مین وہ زار ہین
روکے نہین رُکینگے ترے پاسبان سے ہم

کہتے ہین وہ سحر ہوئی اب گھر کو جائیے
عاجز شبِ وصال ہین شورِ اذان سے ہم

جلتے ہین چھپکے چھپکے جلاتا ہی جو ہمین
خاموش شمع سان ہین کہین کیا زبان سے ہم

صیاد کی طرح سے نہ دیکھی بہار باغ
فصل بہار ہی مین چلے بوستان سے ہم

اے عندلیب بھول نہ جانا ہمین ذرا
اڑتے رہے ہین تیرے لیے باغبان سے ہم

دامن ہین کوہ کے بھی تو اس موت سے نیچے
اگر یہان چھپے تھے فقط خوف جان سے ہم

خواہش اجل سے کرتے ہین پیچل تو تپ ہین
تنگ آ گئے ہین ایسے ہی تنگ مکان سے ہم

کمبخت موت آئے تو راحت نصیب ہو
بیزار ہین فراق کی شب اپنی جان سے ہم

وہ ہمکو دوبدو کہین ہم انکو دوبدو
کیا ہمسر زبان جو لڑائین زبان سے ہم

باقی رہے نشان لحد مرکے کچھ دنون
امیدوار اتنے ہین بس آسمان سے ہم

جو چاہو ظلم و جور و تعدی کرو بتو
ہونگے نہ ناصبور کسی امتحان سے ہم

غزل ۹۲	استاد جو ہین کہتے ہین استاد وہ ہمین فاخراب اور کیا کہین اپنی زبان سے ہم	شعر ۱۱

ہین راست باز خلق مین پیر و جوانسے ہم
مجھکو ملے نہ تیر کی صورت کمانسے ہم

بلبل کو بند کیا کرین حسن بیان سے ہم
کہتے نہین ہین بحث کبھی بیزبان سے ہم

چلتے ٹھہر ٹھہر کے ہین خفقانسے ہم
کم ضعف مین نہین ہین کسی ناتوانسے ہم

ای مصحفی وہ تیغ ہین نہ کیون نبچانسے ہم
ہین نیم سر بریدہ حسام خزانسے ہم

نازو نعم سے پالا تھا آغوش مین اسے
دل جو اٹھاسکے رنج و ملال ان کہانسے ہم

آتی ہے آندھی رعد گرجتا ہے چرخ پر
لیتے ہین کام ہجر مین آہ و فغانسے ہم

اے دوست اب تو قبر مین جلوہ دکھا ہمین
ارمان دید لئے ہین گذر جانسے ہم

گردش یہ بے سبب نہین سنگ لحد کو ہے
مضطر ہین بعد مرگ بھی ہجر جانسے ہم

ڈرتے نہین ہین سنگ حوادث سے افلاک
ہین سخت جان زیادہ کہین استخوانسے ہم

آوارہ کردیا غم ویرانہ نے ہمین
گلشن کو جاتے نہین فصل خزانسے ہم

ساقی سے فخر کرکے یہ کہتی ہے دخت رز
ہین خسرو زیادہ کہین ارغوانسے ہم

قاتل لگا وہ ہاتھ کہ قصہ تمام ہو
ایسا نہو کہ سکتے ہین نہ پہچان سے ہم

دیتے نہ یہ جواب بتان جہان کبھی
بے فائدہ سوال کرین ہین زبان سے ہم

کرکر دو باتین منھ سے نکلتی ہین اے مسیح
روتے ہین آپ ہجر مین اپنے بیان سے ہم

دل خون کرے جگر کا تو دل کو کرین حلال
عادل ہین وہ جہان مین نوشیروان سے ہم

غم آئے کہدو شوق سے دل کے مکان مین
جان تک عزیز رکھتے نہین میہمان سے ہم

بجلی کبھی آسمان گرائے تو ڈر نہین
جلجائین پر اڑین نہ کبھی آشیان سے ہم

کہدو یہ آسمان سے مٹائے کہین تلک
رکھتے نہین غرض کوئی نام و نشان سے ہم

کہتے ہین باغبان سے جو آتا ہے باغ یہ
ہین زرد و زار آمد فصل خزان سے ہم

آباد تھا ہمارے ہی دم سے دیار عشق
برباد وہ مکان ہوا اٹھے جہان سے ہم

اپنا اس سے بڑھکے اور تواضع ہو کیا بیان
جھکتے ہین دوستون سے زیادہ کمان سے ہم

جو قصہ گو دکھادے ہمین جلکے روے یار
افسانون سے نہ بہلینگے نادان سے ہم

دے سلطنت جو بعد صعوبات کیا عجب | یوسف کی طرح چھوٹ گئے کاروان سے ہم
چا ہین گذرے موسم گل قید مین ہمین | مدت کے بعد آج ملے آشیانے سے ہم
زور شباب دیکھ ہمارا یہ شیب ہی | صد سالہ پیر ہو کے لڑین نوجوان سے ہم
ہر بار چرخ پیر دباتا ہی تو عبث | دبتے نہین جہان مین کسی نوجوان سے ہم
ابر سیاہ زلف حسینان کا ہی یہ قول | نازل ہوے بلا کی طرح آسمان سے ہم
خون دل کا خشک ہو گیا آتے ہی تیر | شرمندہ کب تلک رہین تیرے میہمان سے ہم

غزل ۹۳

مضمون فکر کا ڈھونڈھ کے فاخر عدم سے لائے
یون بڑھ گئے ہین فکر مین عمر روان سے ہم

شعر ۳

ردیف نون

بیکار ہی شراب جو خمار ہی نہین | سامان وصل کا ہی تو ہوا یار ہی نہین
کیا اوس سے پوچھتے ہو جو ہشیار ہی نہین | مین اپنے دل سے آپ خبردار ہی نہین

قاتل کو میرے قتل سے انکار ہی نہین
پر کیا کرے کہ خنجر خونخوار ہی نہین

پژمردہ گل ہین خاک ہی اُڑتی شجر ہین خشک
گل جسطرح تھا آج وہ گلزار ہی نہین

کرتے ہین قصد تو وہ مرے قتل کا ضرور
پر کیا کرین کہ ہاتھ مین تلوار ہی نہین

سمجھا ہی میرے خون کو وہ خون حلال کیا
قاتل کو میرے ذبح سے انکار ہی نہین

پہلو سے دل کو چھین کے کرتے ہو پیار یا
تمسا جہان مین کوئی دل آزار ہی نہین

کافر ہویا کہ مومن دیندار ہو کوئی
اُس بُت کو خون بہانے سے انکار ہی نہین

کرتا ہون جب طلب وہ چلے آتے ہین یہان
انکو کبھی وصال سے انکار ہی نہین

اب کیون غرور ہی نکل آیا ہی رُخ پہ خط
جیسا تھا پہلے صاف وہ رخسار ہی نہین

ای باغبان بناؤن نشیمن مین کسطرح
اس تیرے باغ مین تو کوئی خار ہی نہین

بن بن کے لاکھ باغ مین چلتی تو ہی صبا
اٹکھیلیون کی پر تری رفتار ہی نہین

صدقے مین شاہِ حُسن کے آزاد سب ہوے
اب قید کوئی مرغِ گرفتار ہی نہین

بعدِ نجات حشر مین رحمت کا تھا یہ قول ۔ اب اسکو بخشون کوئی گنہگار ہی نہین

آنکھون کو میری دید کا لپکا تو ہے مگر ۔ جھانکون مین کیا کہ روزنِ دیوار ہی نہین

گھبرائے میکدے سے مین نہ کیون خستہ حال ۔ کس سے ہو مشغلہ کوئی میخوار ہی نہین

شکوہ مین اُنسے وعدہ خلافی کا کیا کرون ۔ اُنکو قبول وصل کا اقرار ہی نہین

پوچھا جو نرخ دل کو تو شوخی سے بولے وہ ۔ قیمت بتاؤن کیا مین خریدار ہی نہین

باہر ہون حصارِ وطن سے سفر مین بھی ۔ لیکن قدم مین گردشِ پرکار ہی نہین

دیو شب فراق سے کر لے مقابلہ ۔ جان دینا ہجر یار مین دشوار ہی نہین

پہلو سے میرے اُٹھین تو بیدل نہ کیون ہون مین ۔ دل لیکے جو نہ جائے وہ دلدار ہی نہین

کھتی ہی بہر دید بصارت یہ پیر کی ۔ کیا نکلون گھر سے طاقتِ رفتار ہی نہین

اکرم کے بعد ہجر ہی رہتا ہی مدتون ۔ ہمکو تو وصلِ یار سزاوار ہی نہین

کہتے ہین دیکھکر وہ دم واپسین مجھے ۔ ادنی یہ اسکا فعل ہی بیمار ہی نہین

سو بار جاکے دیکھ چکا ہون مین مصر مین
یوسف نہین تو رونق بازار ہی نہین

کہتے ہین مجھسے ابرو و مژگان دکھا کے وہ
ناوک بھی میرے پاس ہے تلوار ہی نہین

وہ میرے شوق دید مین کہتے ہین جھانک کر
کمبخت آج وہ پس دیوار ہی نہین

جلوہ دکھائے برق تجلی سے کسے کلیم
اب اور کوئی طالب دیدار ہی نہین

آنکھون مین انکی بند ہے کسطرح نظر
گھر ہے کھلا ہوا کوئی دیوار ہی نہین

غزل ۹۳

بازار مصر مین اسے لیجاکے کیا کرون
فاخر کے دل کا کوئی خریدار ہی نہین

شعر ۲۳

زنگ و ناقوس و موذن کوئی دلشاد نہین
کون اس غمکدے مین مائل فریاد نہین

تنگ کب سختی جان سے مری جلاد نہین
کب گلے پر کشش خنجر فولاد نہین

ترک جلاد فلک کا کوئی استاد نہین
سبق جور و جفا کچھ بھی اسے یاد نہین

بات یہ ملک خموشان مین عجائب دیکھی
شہر کا شہر بسا ہے مگر آباد نہین

جان رہے یا نہ رہے پھونکدے گر ہم ہون سے — یا ہمین اب نہین یا خانۂ صیاد نہین

جوشش سودا نہین کب عشق مژہ مین مجھکو — تشنۂ لب خون کا مرے نشتر فصاد نہین

طوق قمری کے پڑا داغ پڑا بلبل کے — قید الفت مین کوئی باغ مین آزاد نہین

اُسکے صدقے مین رہا ہو گئے قیدی شاید — آج زندان مین کوئی مائل فریاد نہین

صفحۂ دل پہ مرے کھینچ دین اُسکی تصویر — یہ بھی کیا دسترس مانی و بہزاد نہین

کیا کہون لیگیا دل کون مرے پہلو سے — ایک مدت کی ہے یہ بات مجھے یاد نہین

دونون کا مثل نہین ایک ہین اپنے فن مین — مجھ سا صابر نہین اُن سا ستم ایجاد نہین

اتنی مدت ہوئی صیاد قفس مین مجھکو — آشیانہ تھا کہان باغ مین کچھ یاد نہین

پیچ گیسو سے مرا دل نہ کبھی ہوگا رہا — قیدی خانۂ زنجیر کی میعاد نہین

خاک و آتش ہی ہوا آب ہی اک جا پہ ہم — ان عناصر سے زیادہ کوئی اضداد نہین

شوخیان اُنکی جو بچپن کی بیان کین مینے — بولے شرما کے یہ باتین تو ہمین یاد نہین

ہمسے اے پیرِ فلک بل کی تو کیوں لیتا ہے
کچھ جوانوں کی نظر میں تری بنیاد نہیں

کل وہ چھپ چھپکے مرے پاس لیے وصل آنا
آج بھولے ہوے بیٹھے ہو مری یاد نہیں

چین اسطرح سے صیاد مجھے دیتا ہے
دل قفس میں بھی مرا مائل فریاد نہیں

کہتے تھے شانہ و گیسو کو سرِ مار سیاہ
ابھی زلف سے ڈرنا وہ تمھیں یاد نہیں

دیکھکر جسم کے زخموں کو یہ بولے زخمی
آنکھ سے آج نہاں گلشنِ شداد نہیں

قیس کا خضرِ بیابان سے الگ جادہ ہے
یہ وہ شاگرد ہے جو پیرو استاد نہیں

اثر اون کیوں نہ بن آئے ستم ایجاد دل کی
ناتوانی سے مجھے طاقت فریاد نہیں

غزل ۹۵

کچھ تعلق انھیں فصلیں میں رہتا ہے ضرور
سرو فاخر کوئی اس باغ میں آزاد نہیں

شعر ۲۰

کچھ روانی تری اے تیشۂ فولاد نہیں
نہرِ خون سرِ بریدۂ فرہاد نہیں

خوفِ گلچین کا نہ غمِ وحشت صیاد نہیں
عندلیب آج کوئی مائل فریاد نہیں

بے سکھائے انھین کب درسِ جفا یاد نہین | خود وہ اُستاد ہین انکا کوئی اُستاد نہین

یہ جوانانِ چمن قید سے آزاد نہین | یا گل باغ مین کب صورتِ شمشاد نہین

مجھ سے کہتے ہین شبِ وصل وہ بوسہ لیکر | کیا سبب ہے کہ جو اسوقت بھی تو شاد نہین

اب مین ڈھونڈھون کدھر اُس یوسفِ گم گشتہ کو | یار کے چاہِ ذقن مین دل ناشاد نہین

آج پہناتا ہے زنجیر توکل کاٹے گا | سخت آہن سے زیادہ دلِ حداد نہین

عشوہ و ناز و ادا شوخی و بیدادگری | کون سی ہے وہ ادا جسکی مجھے یاد نہین

سایۂ زلف پریرو سے بچانا یارب | اس بلا سے کوئی دیوانون مین آزاد نہین

ظلم و بیداد نئی طرح سے وہ کرتے ہین | کون سی ہے وہ جفا جسمین کہ اُستاد نہین

اُسنے دزدیدہ نظر سے جو ادھر دیکھ لیا | سمجھا پہلو مین مرے اب دلِ ناشاد نہین

جبر ہر ایک مصیبت مین جفا عاشق پر | ایک ہم بھول گئے ایک تمھین یاد نہین

شوخ کا تیرِ نظر کیون نہ در آئے دلمین | آئینہ یہ ہے کوئی قلعۂ فولاد نہین

اُنکے ابروے کشیدہ سے ہین کیون خم فتراک
تیغ کھینچے ہوے سر پر کوئی جلاد نہین

چٹکیون سے دلِ بیحال کو بیسود ملے
سُرمہ ہو جائیگا اسکی کوئی بنیاد نہین

ہجرِ یوسف مین نہ کیون گریہ کنان ہون یعقوب
کوئی ایسا نہین جسکو غمِ اولاد نہین

سبقت لے دیوانہ کیسے خوب مزے لیلی سے
فقرہ بازی مین کوئی قیس سا اُستاد نہین

فقر کو گوشۂ عزلت مین چھپا لے اپنے
کیا دراز اتنی کُلاہِ سرِ آزاد نہین

خاک ہوگا نہ شہیدِ نگہِ ناز کبھی
کشتۂ تیغِ ادا کشتۂ فولاد نہین

شعر ۳۲	نامرادی سے کہو ڈھونڈھ کے لادے فاخر آج پہلو مین ہمارے دلِ ناشاد نہین	غزل ۹۶

تڑپتا دل رہے کیونکر نہ بر مین
اُٹھی ہے ہوک سی میرے جگر مین

بھرے ہین نالۂ شبگیر اثر مین
چلے آئینگے کل وہ میرے گھر مین

دل ویران نہین ہے جسکے بر مین
اُداسی چھائی ہے میری نظر مین

چلے آئیں وہ تھلنبے دل کو گھر مین — اثر پیدا ہوا آہِ بے اثر مین
لباسِ صندلی کیون ہو نہ بر مین — رہا کرتا ہی فاخر دردِ سر مین
یون آنکھون مین چھپے رہتے ہین گیسو — جہان تاریک ہی میری نظر مین
غمِ ہجران کے دعوت کیا کرون مین — لہو باقی نہین میرے جگر مین
حبابون کی طرح سے زندگی ہی — نہین دم کا بھروسا کچھ بشر مین
کسی کا خون ناحق کیا کروگے — لگائی تیغ کیون ایجان کمر مین
سحر کو رُخ کا اُسکے دھیان آیا — کیا طوف کوے گیسو رات بھر مین
بسان سوزن ساعت ہی گردش — سفر در پیش ہی مجھکو حضر مین
پتا اُنکا ملا مجھکو اِسی سے — نشان پا جو دیکھے رہگذر مین
ہزارون گردنین کاٹین نہ کیونکر — لگا ہی نیمچہ اُنکی کمر مین
لچک کر بل نہ کیون گیسو کھائے — کہان ہی بار کی طاقت کمر مین

اگرچہ اب آکے پروانے بھلا کیا — وہ رونق ہی نہیں شمع سحر مین

زمانے مین حسین گو ہین ہزارون — سما تا پر نہین کوئی نظر مین

ہین رو رو دن شبِ فرقت جو آنسو — سمندر کیا بھرا ہی چشمِ تر مین

نہ ڈر صیاد جاونگا کہان مین — نہین ہی طاقتِ پرواز پر مین

نہ کیون ٹکڑے ہو دل اُسکی جفا سے — برش ہی تیغ کی نیچی نظر مین

فروغِ داغِ دل پیری مین کیا ہو — ضیا باقی نہین شمعِ سحر مین

نہ کیونکر سرکشی مین ایسی ادا ہو — لچک ہی تیغ کی اُسکی کمر مین

ہوئی ہی فکر اُن آنسون کی مجھکو — سراپا غرق ہون آبِ گہر مین

مثالِ شیشۂ ساعت ہون اے یار — گئی ہی عمر بھر میری سفر مین

گذر دل کا ہوا گیسو سے تجھ پر — مسافر بھٹکے آیا رات بھر مین

نشانِ نقشِ پا سمجھین وہ شاید — بچھاؤن کیون نہ آنکھین رہگذر مین

کوئی بیٹھا ہی کیا پہلو مین اُسکے ‌ ‌ اُٹھا ہی درد کچھ قلب و جگر مین

تپش کا بڑا ہوتا ہی صدمہ ‌ ‌ پڑا ناسور اک قلب گہر مین

چلے جاتے ہین آنسو بھی ہمارے ‌ ‌ غضب کی آگ ہی سوز جگر مین

کیا ہی تیغ دندان سے جو کشتہ ‌ ‌ مجھے تم توپ دو گرد گہر مین

اثر بیداد کا کا ہو سے الٰہی ‌ ‌ غبار کوچہ زخم جگر مین

نسیم دامن شمشیر سے یہ ‌ ‌ کھلے ہین پھول قاتل کی سپر مین

عزیز اقبال مرقد مین نکیرین ‌ ‌ ملا اک دوست مجھکو عمر بھر مین

غزل ۹ ‌ ‌ نہین کوئی سیہ خانے مین فاخر ‌ ‌ اندھیرا ہی رہا کرتا ہی گھر مین ‌ ‌ شعر ۳

بھی غمزے جنگ و جدال کرتے ہین ‌ ‌ ہمین کو اُلٹی چھری سے حلال کرتے ہین

وہ دیکھے آئینے کو تو خیال کرتے ہین ‌ ‌ جو اپنے عکس سے پہرون ملال کرتے ہین

جب ایک پھول سے رخ کا خیال کرتے ہین
نظارۂ گل باغ جمال کرتے ہین

وہ اپنی چال مین بھی ہمسے چال کرتے ہین
خرام ناز سے دل پائمال کرتے ہین

عبث عبث کو وہ کیسے ملال کرتے ہین
نجانے دل مین وہ کیا کیا خیال کرتے ہین

غضب وہ کرتے ہین ناخن تراش کر لینے
گھٹا گھٹا کے قمر کو ہلال کرتے ہین

فشار ہو نہ دوبارہ کہین غریبون پر
مٹے ہوون کو وہ کیون پائمال کرتے ہین

دکھا کے زلف پریشان مجھے سر بازار
گناہگار مرا بال بال کرتے ہین

مثال حضرت موسی مجھے نہ غش آئے
الٰہی خیر ہو ہم بھی سوال کرتے ہین

انھین بھی لقمہ ملیگا ضرور شام و سحر
جو آسیا کی طرح سے سوال کرتے ہین

عجب طرح سے الجھتا ہے دل معاذ اللہ
شب فراق کا جب ہم خیال کرتے ہین

لیا تو بوسۂ ابرو رقیب نے لیکن
وہ بے چھری مجھے ناحق حلال کرتے ہین

قریب ہوتا ہے گھٹ گھٹ کے دم نکلجائے
ہم اپنی موت کا جس دم خیال کرتے ہین

خبر کرے کوئی جا کر یہ رشکِ عیسیٰ سے
مریضِ ہجر ترے انتقال کرتے ہین

غضب ہے بوسۂ ابرو پہ کھینچتے ہین تیغ
ذرا سی بات کا اتنا ملال کرتے ہین

صدا گرے ہوئے پھولون کی ہے گلچین سے
برنگِ سبزہ ہمین پائمال کرتے ہین

ہماری آبرو اُس بت سے اے خدا رکھلے
کہ آج پہلے پہل ہم سوال کرتے ہین

سمجھ کے عاشقِ چشمانِ سُرمگین مجھکو
اشارہ وحشت مین مجھسے غزال کرتے ہین

وہ بے سبب کبھی مجھسے خفا جو ہوتے ہین
ہم اپنے دل مین ہزارون خیال کرتے ہین

کشیدہ ہمسے ہون تصویر کھینچ لے کوئی
خطا کسی کی کسی سے ہلال کرتے ہین

جہانمین چال کیون اب ہوا جواب اُنکی
کہ لاکھون کبکِ دری پائمال کرتے ہین

دمِ وصال جو چھائی ہے بیخودی اُنپر
کہ ہمسے بوسون کا اُلٹا سوال کرتے ہین

پھنساتے ہین مرے دل کو وہ پیچِ گیسو مین
کمندِ زلف سے صیدِ غزال کرتے ہین

بتون سے ہوتی ہین باتین خدا کی قدرت ہے
جواب پاتے ہین جب ہم سوال کرتے ہین

طلب نہ ہم سے کرو دل کو تم کو زیب نہیں
کہ ہم فقیر سے سلطان سوال کرتے ہیں

گلوں کو آ کے سکھاتے ہیں وہ ہنسی اپنی
ہر اک شجر کو چمن میں نہال کرتے ہیں

عزیز کہتے ہیں انسے ہماری بالین پر
ہٹو ہٹو کہ یہ اب انتقال کرتے ہیں

ٹھہر اجل کہ ابھی موسم جوانی ہے
یہ جو صبا بھی مرا انتقال کرتے ہیں

ہمیشہ جنکو نزاکت تھی مانع رفتار
وہ لاش لیکے چلے ہیں کمال کرتے ہیں

غزل ۹

زبان جواب میں یارب رکے نہ فاتح کی
فرشتے قبر میں مجھ سے سوال کرتے ہیں

شعر ۶۱۹

میں دل جلا جو کبھی بیٹھتا ہوں باغ میں
آتی ہے بو کباب کی میرے دماغ میں

جلتی ہے ایک شمع سی بلبل کے داغ میں
رگہائے گل کا ہے جو فتیلہ چراغ میں

صیاد اس چمن میں جو رکھتا نہیں مجھے
بلبل ہے میرے قفس کو کسی اور باغ میں

یہ موتیا بھی پھر کسی موتی سے کم نہو
برسے اگر یہ ابر بہار باغ میں

زلف سیہ ہی کب عرق آلود رخ کے پاس
یہ سانپ اوس چاٹنے آیا ہی باغ مین

اچھا یہ دیکھین آنکھ اٹھا کر مجھے حضور
نرگس سے اب کرونگا اشارا مین باغ مین

گر مین نہین تو کوئی نشانی ہی ہو مری
صیاد آشیانہ ہی رہنے دے باغ مین

ان انکھون کا مین دیکھنے والا ہون باغبان
کیا دیکھون آنکھ اٹھا کے مین نرگس کو باغ مین

بیدردی اس چمن کی دورنگی کے ساتھ ہی
ہنستے ہین پھول روتی ہی شبنم جو باغ مین

کوئی گل فساد کھلا چاہتا ہی آج
ہمراہ وہ رقیب کے جاتے ہین باغ مین

دربان بھی کسے یار مین تنتا ہی اس طرح
شمشاد جس طرح سے اکڑتا ہی باغ مین

دیوانون کی طرح سے پھرے کیون نہ سر مرا
سودا سے زلف یار بھرا ہی دماغ مین

کہتا ہی کون آب و ہوا سے چمن ہی خوب
نرگس سدا مریض ہی رہتی ہی باغ مین

خارون سے کچھ غرض نہ مجھے گل سے کام ہی
رہتا ہون مثل سبزۂ بیگانہ باغ مین

ہر ایک روش ہی شاہد گل زرد رو سے ہی
کیسی ہوا چلی ہی الٰہی یہ باغ مین

سویا ہی کوئی سبزۂ خوابیدہ کی طرح	پھرتی ہی خود نسیم دبے پانون باغ مین
سودائے زلف لونگا مین دل اپنا بیچ کر	اتنو ہی سمائی ہو میرے دماغ مین
خوابیدہ بخت کیون نہون سمجھے وہ گل جو غیر	ہی محو خواب سبزۂ بیگانہ باغ مین
آنے نہ دے چمن مین اگر باغبان مجھے	بستر لگاؤن سایۂ دیوار باغ مین
سوز درون سے بعد فنا کے جلا دیا	روشن کیا چراغ لحد مین نے داغ مین
کہتا ہی لون گریۂ بلبل ہی بے اثر	شبنم تو روز اشک بہاتی ہی باغ مین
سناٹا ہی پڑا ہوا ہو کا مقام ہی	بلبل نہین جو زمزمہ سنج آج باغ مین
باریک بال سے بھی نہ آئی کہین نظر	پہونچا عدم تلک مین کمر کے سراغ مین
الجھا تھا زلف یار مین جبتک تو خوب تھا	اک دم بھی دل نے چین نہ پایا فراغ مین
صیاد کاش اسیر خزان مین مجھے کرے	ہی موت عندلیب کی پژمردہ باغ مین
عزت ہی مفلسونکی بھی زر دار کے قریب	ہی گل کے پاس خار کی بھی قدر باغ مین

غزل ۹۱	فاخر کا دل شگفتہ ہی آنے کو ہی وہ گل ہی آمد بہار دل باغ باغ مین	شعر ۲۰

آئی ہی کیا بہار مرے دل کے داغ مین
آکر کبھی تو سیر کرو خانہ باغ مین

تجھ خرام یون ہی وہ دور ایاغ مین
جیسے نسیم جھومتی پھرتی ہی باغ مین

لے استخوان رقیب سے ہم دیکھین کون
جھگڑا پڑا ہوا ہی سگ یار و زاغ مین

اس چرخ سے سبب نہین انکو گردشین
پھرتے ہین مہر و ماہ کسی کے سراغ مین

خالی نہ کیون ہو دست رقیب سیاہ بخت
کب زر ہی مشت غنچہ منقار زاغ مین

لیلی وشون کی زلف سے لکھے ہین صفحہ و
بھیجونگا خط مین باندھ کے پر زاغ مین

اُس بزم مین جلاؤن مین سیہ بختی شمع
روشن کرون رگون کا فتیلہ چراغ مین

کاجل بھی زیب چشم وہ کرتے نہین کبھی
ہی دود دل شریک جو دود چراغ مین

کیون ہین لحد پہ تیرہ پروانہ بلبلین
شاید پڑا ہے روغن گُل بھی چراغ مین

ہنستے ہو تم جو بزم مین اس طرح سے ہنسو
جیسے صداے خندہ نہین ہے چراغ مین

گلگشت مین ہے غیر کا اُسکو بھی ہے خیال
پامال ہو نہ سبزۂ بیگانہ باغ مین

سوداے زلف یار نے دل کو جلا دیا
کالے کے سامنے نہ رہے ضو چراغ مین

ہوتا ہے غیر جنس سے کب ربط باطنی
پانی ملے تو شور ہو پیدا چراغ مین

کاجل وہ رشک شمع جو پارے ہے اپنی چشم
آنکھون کے تل کا تیل جلاؤن چراغ مین

آنکھون سے میری اشک نہ کیونکر بہا کرین
ناسور پڑ گیا ہے کلیجے کے داغ مین

ساقی سے بھر کے مے جو دھری جذب ہوگئی
کس بادہ کش کی خاک ملی ہے ایاغ مین

اخفاے سوز عشق جو منظور تھا مجھے
نکلا دھوان نہ داغ جگر کے چراغ مین

کس مست ناز کے ادب آموختہ ہین یہ
شیشے جو سر جھکائے ہین بزم ایاغ مین

غزل ۱۱۱	ہین اس غزل مین جو گل مضمون لگے ہوے فاخر کے شعر بلبلین پڑھتی ہین باغ مین	شعر ۱۳۴

اشک جتنے ہین دیدۂ تر مین | پانی اتنا نہین سمندر مین
جان جاتی ہی ہجر دلبر مین | وصل جانان نہین مقدر مین
کیا پھنسا جا کے زلف دلبر مین | آج ملتا نہین جو ل بر مین
ایسی لوٹ ہی جسم لاغر مین | تار جیسے کوئی ہو بستر مین
کیون نہ میرے لہو کا پیاسا ہو | آب باکل نہین ہی خنجر مین
جب وہ آئے تو موت بھی آئی | تفرقہ ہی رہا مقدر مین
کون آیا ہی یان قیامت قد | حشر برپا یہ کیون ہی محشر مین
جا کے سو بار ہم پلٹ آئے | انکو پایا نہین کبھی گھر مین
اشک خون ناب آنکھون مین کب ہین | مئے گلگون بھری ہی ساغر مین
نزع مین کیون نہ دیکھون انکو بغور | اب ملاقات ہوگی محشر مین
ابلے پڑتے ہین اشک آنکھون سے | کیون نہ طوفان اٹھے سمندر مین

آنسوؤن مین جو آبداری ہی | یہ صفائی نہین ہی گوہر مین

دیکھ اڑتا ہون باغ کو صیاد | تاب پرواز ہی مرے پر مین

لیکے ارمانِ وصل جاتا ہون | موت آئی ہی ہجر دلبر مین

چھپنا کیون نہو مجھے دشوار | درد اٹھتا ہی قلب مضطر مین

صندل آتے ہین کیا لگانے کو | درد پیدا ہوا مرے سر مین

کیا تلوّن مزاج ہین معشوق | کچھ ابھی ہین تو کچھ ہین دم بھر مین

انکی زلفون کا کیا ہون دیوانہ | کون سودا نہین مرے سر مین

خاک میری نہ کیون رہے برباد | ہی گی آوارگی مقدر مین

خون ناحق ہی چھپ گیا قاتل | کوئی دھبا نہین ہی خنجر مین

سر مقتول ہنستے ہین قاتل | کیا روانی ہی آب خنجر مین

ہجر کے آیا نہ کوئے جانان سے | جی لگا ہی مرا کبوتر مین

سخت جانون کی گردنین کاٹین
باڑھ کیا قہر کی ہی خنجر مین

خاک سے میری کیون نہ چاک ہنسے
گردشین ہین لکھی مقدر مین

انکو منظور ہی جو بادہ کشی
نامہ لکھا ہی خط ساغر مین

دل سوزان مین جو حرارت ہی
تیزی ایسی نہین ہی اخگر مین

ہاتھ آے جو یار کی تصویر
رکھون آئینہ سکندر مین

گردشین دیگا کیا فلک مجھکو
آپ آٹھون پہر ہی چکر مین

پانی قاتل گلے تک آیا ہی
ڈوبتا ہون نہین اب خنجر مین

مرتے مرتے رہے لبون پہ علی
دم جو نکلے تو عشق حیدر مین

غزل ۱۰۱	دینا فاخر کو یا علی ولی دہیان اسکا ہی جام کوثر مین	شعر ۷

ہان ذرا جوش مین آ دیدۂ گریان دیکھین

ہمکو منظور رہی پھر نوح کا طوفان دیکھین

ہم وہ درویش ہین گر کوچۂ جانان دیکھین

آنکھ اٹھا کر بھی نہ پھر گلشن رضوان دیکھین

جذب الفت کا اثر سلسلہ جنبان دیکھین

منتشر ہم ہون جون زلف پریشان دیکھین

ہم جو بکھرے ہوے وہ گیسوے جانان دیکھین

اک وہ اک شب کو نہ کیون خواب پریشان دیکھین

شب فرقت کی سحر ہو کہین پیدا یارب

اپنے دامن کی طرح چاک گریبان دیکھین

آتش عشق سے جل جائین نہ کیون پروانے

حال سوز دل شمع شبستان دیکھین

یا الٰہی کہین پھر فصل بہاری آئے
گل و بلبل سے پھر آباد گلستان دیکھین
قول ہے شوق شہادت مین یہ جانبازون کا
ہو روان حلق پہ کب خنجر بران دیکھین
عرس مجنون مین چلے جاتے ہین سب لیلیٰ وش
آپ بھی چل کے ذرا سیر چراغان دیکھین
آتشین داغ جلائین جو مرے دل مین چراغ
گھر مین بیٹھے ہوے ہم سیر چراغان دیکھین
گھنٹون ہم صورت آئینہ رہین سکتے مین
چشم نرگس کو اگر باغ مین حیران دیکھین
حال ہے عاشق و معشوق کا کیسا برعکس

گل ہنسین باغ مین بلبل کو جو نالان دیکھین

کیا کرین رحمدلی سے ہین ہم اپنی مجبور
ہم بھی رونے لگین گر شمع کو گریان دیکھین

دہن مرقد بے مردہ یہ دیتا ہی صدا
کس دن آباد ہو یہ خانۂ ویران دیکھین

آنکھین ساقی نے پھرائی ہین ابھی تو ہمسے
آگے دکھلاتی ہی کیا گردش دوران دیکھین

حال جب سر محبت کا کھلے گا ہمپر
سر بالین جو تمھین با سر عریان دیکھین

دل شکستہ بھی ہو پھر قبر شکستہ کی طرح
چشم عبرت سے جو ہم گور غریبان دیکھین

مجھسے کھل کھل کے گل داغ جنون سے کہتے ہین
فصل گل آئی ہی پھر چل کے گلستان دیکھین

باغ سے ٹھوکرین کھاتے ہوے بھاگین دونون
کبک و طاؤس اگر تمکو خرامان دیکھین

مرحبا دست جنون تار نہ باقی رکھنا
ٹکڑے دامن کے اُڑین چاک گریبان دیکھین

اپنے جامے نہ کیونکر ہون پتنگے باہر
شمع جب پردۂ فانوس مین عریان دیکھین

زخمہاے جگر و دل مین چمک پیدا ہو
صورت برق جو اُس ماہ کو خندان دیکھین

ساتھ ہم ہر کس و ناکس کا دیا کرتے ہین

ہم بھی نالے کرین بلبل کو جو نالان دیکھین

دل مین ہی کشاکش حسرت و اندوہ و الم

کس طرح تن سے نکلتی ہی مری جان دیکھین

جان کر سلسلۂ رشتۂ الفت کا اسیر

بال وہ کھول دین مجھکو جو پریشان دیکھین

موت اُدھر آئی ہی لینے وہ اِدھر آئے ہین

کس کشاکش مین نکلتی ہی مری جان دیکھین

غزل ایک اک نے محنت سے کہی ہی فاخر

داد دیتے ہین کسے آج سخندان دیکھین

غزل ۱۰۲ شعر ۲۵

بہت دل اُلجھتا ہی میرا وطن مین	جنون کہ رہا ہی رہو چلکے بن مین
بلد مین ہی گردش سکون مجھکو بن مین	سفر مین وطن ہی سفر ہی وطن مین

پھنسا دل جو زلف شکن در شکن میں ہوا مبتلا کب نہ رنج و محن میں
ہیں لاکھوں لغت شاعروں کے سخن پر ہزاروں زبانیں ہیں گویا دہن میں
ہماری گذرتی ہے یونہیں ہمیشہ سفر میں کبھی ہیں کبھی ہیں وطن میں
نکیریں خلعت سے ملتے ہیں آنکھیں ہے سُرمہ جو خاک شفا کا کفن میں
بتوں نے نہ کیں مجھسے باتیں کسیدن رہی آرزو یہ دل برہمن میں
رنگوں کے جو آئی ہے فصل بہاران عنادل چہکتے ہیں کیا کیا چمن میں
نجوم فلک کس لیے ہیں پریشان مگر برہمی ہے کسی انجمن میں
کہوں مشکبو کیا میں گیسو کو اُسکے کہ ٹھہرے ہیں ملک خطا و ختن میں
مری بات ہر اک وہ کاٹیں نہ کیونکر زبان مثل قینچی روان ہے دہن میں
بہت کم سخن یوں وہ رہتا ہے ساکت زبان اُسکے گویا نہیں ہے دہن میں
مزا جو ملا ہے وہم وصل اُنکو زبان دے رہے ہیں وہ میرے دہن میں

عنادل کے زخم جگر ہون نہ کیونکر — ہنسین کھلکھلا کر نہ غنچے چمن مین

سدا سر نگون یون وہ رہتے ہین مجھسے — حیا جسطرح سے ہو تازہ دلہن مین

دل آوارہ کوے گیسو نہین ہے — ہرن چوکڑی بھر رہا ہے ختن مین

خجلت سے شمشاد بھر پا بگل ہو — اگر وہ سہی قد نہ جائے چمن مین

ہین موے سفید اب بھی پیچ اسکے — جلے پہ بھی باقی رہا بل رسن مین

کیا قتل مجھکو چڑھائے جو ابرو — نہان تیغ تھی کیا جبین کی شکن مین

شب و روز ملک عدم مین ہے ظاہر — سیاہی لحد مین سفیدی کفن مین

تن زار تار نظر کیا تھا میرا — فرشتون نے مردہ نہ دیکھا کفن مین

یہ ہنستے ہین گل ورنہ روتی ہے شبنم — پڑی اوس آہی یہ کیسی چمن مین

کیا نام الفت کو برباد مرکے — جہان سے چلے منہ چھپا کر کفن مین

گرا اے صنم کیون نہ کعبے مین فاخر

شعر ٣٦	ہی قوت خدا کی شبیہ بت شکن مین	غزل ١٤١

افشان نہین ہی ابروے عالی مثال مین
جوہر چمک رہے ہین یہ تیغ ہلال مین

الجھا ہوا ہون زلف سیہ کی مثال مین
آتے ہین مجھے سنبل پیچان خیال مین

آئی نہ کوئی بات جو میرے خیال مین
پہونچا عدم کو انکی کمر کی مثال مین

شرمائے کیون کیا پسینے سے انکو وصال مین
ڈوبے ہوئے ہین ہم عرق انفعال مین

کب آنکھین لال لال ہین اس شوخ مست کی
بادہ بھرا ہی ساغر چشم غزال مین

یا وہ گل عذار رہے کیون نہ اک طرح
آتی نہین خزان کبھی باغ خیال مین

دل کو عروس قبر کا ارمان ہو کس طرح
راحت فراق مین ہی تو ایذا وصال مین

رویا ہون منہ کو رکھکے مین کب زلف یار پر
گوندھا ہی مین نے موتیون کو بال بال مین

کب کے حضور مر گئے ہوتے مریض ہجر
لیکن یہ جی رہے ہین امید وصال مین

وہ شرمسار غیر سے بوسہ طلب کرے
آتی نہین یہ بات ہمارے خیال مین

ابروے رشک ماہ سے بیجا ہی ہمسری
دو چار روز تلک ہی کجی بس ہلال مین

وحشت جنون مین آج باہم مذاق ہے
وحشت ہمارے دل کی ہی چشم غزال مین

ہی آخرت یہ مذہب عشاق کی نئی
دوزخ ملے فراق مین جنت وصال مین

جلنے براق اُڑکے جو پھر آسمان پر
پیدا اک اور نعل ہو نعلِ ہلال مین

کھیلے شکار تیغ سے قاتل مرا اگر
پھنس جائے مرغِ روح بھی جوہر کے جال مین

خود سخنوران مین لکھا ہی مرا بھی نام
داخل ہوا ہون دفتر اہل کمال مین

جل جل کے مین بھی خاک نہو جاؤن مثل طور
برق نگہ نہ مجھپہ گرا اتنا جلال مین

الجھن سے مین بچاؤن نہ کیون قلب زار کو
کھلتی ہی مشکلون سے گرہ پڑکے بال مین

مانگے سے ایک تل بھی ملیگا نہ او حریص
نقطہ نہین ہی دیکھ لے لفظ سوال مین

انگڑائی مین وہ ہاتھون کو کب سر پہ ہین دھرے
پرتو فگن ہی بدر کا جلوہ ہلال مین

کہتے ہین وہ کہ بوسہ تو کیون مانگتا نہین
کیا مجھسے ننگ و عار ہی تجھکو سوال مین

چاہوں جو میں بلندی اسپ فلک سیر
کیلیں لگاؤں تاروں کی نعل ہلال میں

شبنم نے رو سے شاہد گل جو سب کو دیا
تر ہو گئی ہے خود عرق انفعال میں

کہدو وہ مجھ سے الجھیں نکیرین قبر میں
تکرار بڑھ نہ جائے کہیں جواب و سوال میں

الٹی نقاب رخ سے سر بام کیوں حضور
دھبا لگایا آپ نے ماہ کمال میں

دل ناخدا ہے زورق عصیاں کا خود مرا
ڈوبوں نہ کیوں یم عرق انفعال میں

ای ترک چرخ دل کو ڈرائیگا کیا مرے
چلے کی احتیاج ہے قوس ہلال میں

دوں ناخن حنائی سے کیا مثال
سرخی وہ شوخ کب ہے شفق گوں ہلال میں

مرتے ہیں کہدو نہ زیب کمر کرے
ای چرخ کچھ بھی رش نہیں تیغ ہلال میں

آشنا ہے مجھ سے خوب تکدر نہیں حضور
چھپ جائے دل نہ آپ کا گرد ملال میں

کرتا ہوں ای فلک میں بلند آہیں اسلیے
لے جوڑ تیر آہ کمان ہلال میں

حرفوں کے دائرے بھی مہ نو ہیں دیکھ لو
نکلے ہیں یہ ہلال دعا سے ہلال میں

عنادل کے زخم جگر ہون نہ کیسے
ہنسین کھلکھلا کر نہ غنچے چمن مین

سدا سرنگون یون وہ رہتے ہین مجھسے
حیا جسطرح سے ہو تازہ دلھن مین

دل آوارہ کوے گیسو نہین ہے
ہرن چوکڑی بھر رہا ہے ختن مین

خجلت سے شمشاد پھر پا بگل ہو
اگر وہ سہی قد نہ جائے چمن مین

ہین موے سفید اب بھی پیچ اسکے
جلے پر بھی باقی رہا بل رسن مین

کیا قتل مجھکو چڑھائے جو ابرو
نہان تیغ تھی کیا جبین کی شکن مین

شب و روز ملک عدم مین ظاہر
سیاہی لحد مین سفیدی کفن مین

تن زار تار نظر کیا تھا میرا
فرشتون نے مردہ نہ دیکھا کفن مین

نہ ہنستے ہین گل اور نہ روتی ہے شبنم
پڑی اوس الٰہی یہ کیسی چمن مین

کیا نام الفت کو برباد مرکے
جہان سے چلے منھ چھپائے کفن مین

گراتے صنم کیون نہ کعبے مین فاخر

شعر ۳۶	ہے قوت خدا کی شیشۂ بت شکن مین	غزل ۱۰۱

افشان نہین ہے ابروے عالی مثال مین
جوہر چمک رہے ہین یہ تیغِ ہلال مین

الجھا ہوا ہون زلف سیہ کی مثال مین
آتے ہین موے سنبل پیچان خیال مین

آئی نہ کوئی بات جو میرے خیال مین
پہونچا عدم کو اُنکی کمر کی مثال مین

تر کیون کیا پسینے سے انکو وصال مین
ڈوبے ہوے ہین ہم عرقِ انفعال مین

کب آنکھین لال لال ہین اُس شوخ مست کی
بادہ بھرا ہے ساغرِ چشمِ غزال مین

یادِ گلِ عذار رہے کیون نہ اک طرح
آتی نہین خزان کبھی باغِ خیال مین

دل کو عروسِ قبر کا ارمان ہو کس طرح
راحت فراق مین ہے تو ایذا وصال مین

رویا ہون منہ کو رکھکے مین کیا زلفِ یار پر
گوندھا ہے مین نے موتیون کو بال بال مین

کب کے حضور مر گئے ہوتے مریضِ ہجر
لیکن یہ جی رہے ہین امید وصال مین

وہ شرمسار غیر سے بوسہ طلب کرے
آتی نہین یہ بات ہمارے خیال مین

ابروے رشک ماہ سے بیجا ہی ہمسری
دو چار دن تلک ہی کجی بس ہلال مین

دشت جنون مین آج بہ ہم مذاق ہے
وحشت ہمارے دل کی ہی چشم غزال مین

ہی آخرت یہ مذہب عشاق کی نہی
دوزخ ملے فراق مین جنت وصال مین

جائے براق اُڑکے جو پہر آسمان پر
پیدا اک اور نعل ہو نعل ہلال مین

کہیلے شکار تیغ سے قاتل مرا اگر
پہنس جائے مرغ روح بہی جوہر کے بال مین

غزو سخنوران مین لکہا ہی مرا بہی نام
داخل ہوا ہون دفتر اہل کمال مین

جل جل کے مین بہی خاک نہو جاؤن مثل طور
برق نگہ نہ مجہپہ گرا تا جلال مین

الجہن سے مین بچاؤن نہ کیون قلب زار کو
کہلتی ہی مشکلون سے گرہ پڑکے بال مین

مانگے سے ایک تل بہی ملیگا نہ او حریص
نقطہ نہین ہی دیکہ لے لفظ سوال مین

انگڑائی مین وہ ہاتہون کو کب سر پہ ہین دہرے
پر تو فگن ہی بدر کا جلوہ ہلال مین

کہتے ہین وہ کہ بوسہ تو کیون مانگتا نہین
کیا مجہسے ننگ و عار ہی تجہکو سوال مین

چاہون جو بلندی اسپ فلک سیر
کیلین لگاؤن تارون کی نعل ہلال مین

شبنم نے روئے شاہد گل جو سبک کو دیا
تر ہوگئی ہو خود عرق انفعال مین

کہہ دو نہ مجھ سے اُلجھین نکیرین قبر مین
تکرار بڑھ نہ جائے جواب و سوال مین

اُلٹی نقاب رُخ سے سر بام کیون حضور
دھبا لگایا آپ نے ماہ کمال مین

دل ناخدا ہے زورق عصیان کا خود مرا
ڈوبون نہ کیون یم عرق انفعال مین

ای ترک چرخ دل کو ڈرائیگا کیا مرے
چلّے کی احتیاج ہے قوس ہلال مین

دون ناخن حنائی مہر سے کیا مثال
سُرخی وہ شوخ کب ہے شفقگون ہلال مین

مہر رخ سے یہ کہہ دو نہ زیب کمر کرے
ای چرخ کچھ برش نہین تیغ ہلال مین

اتنا ہے مجھسے خوب تکدر نہین حضور
چھپ جائے دل نہ آپکے گرد ملال مین

کرتا ہون ای فلک مین بلند آہین اسلیے
لے جوڑ تیر آہ کمان ہلال مین

حرفون کے دائرے بھی مہ نو ہین دیکھیو
نکلے ہین یہ ہلال دعا کے ہلال مین

دزدِ خزان چُرائیگا کیونکر کون کا زر
کیا باغبان سروِ چمن مین عسس نہین

آمادہ ہو عدم کے سفر پر مسافرو
آوازِ الرحیل ہے بانگ جرس نہین

کیونکر شبِ فراق مین بیدون بچائی جان
ناچار موت سے ہون کوئی انیس نہین

افسردگیِ شیب سے دل بجھ گیا مرا
وہ ولولہ نہین وہ ہوا و ہوس نہین

افتادہ مثلِ گردِ پسِ کاروان ہون مین
نالان یہ دل مرا ہی صدائے جرس نہین

ہو مر کے کیون نہ کوچۂ جانان کی آرزو
بعد فنا بہشت کی کسکو ہوس نہین

عشقِ بتان سے زیست کا میری شمار ہے
زنارِ برہمن ہے یہ تارِ نفس نہین

نالے ہمارے دل کے نہ مرقد مین بھی گئے
خاموش آج کیون سرِ منزل جرس نہین

برباد کر ہوائے اجل مجھ سے زار کو
جینے کی ہجر یار مین مجھکو ہوس نہین

بلبل وہ ہون کہ قید ہون خود اپنے قالب مین
صد چاک دل مرا ہے یہ چاک قفس نہین

یون قافلے سے چھوٹ کے تنہا مین رہ گیا
کوئی رفیق راس و چپ و پیش و پس نہین

باور نہو تو دیکھ لو تم آکے لاش کو
آنکھیں کھلی ہوئی ہین تمھارے خیال مین

میرا دل شکستہ و نازک ہی سب سے سوا
پڑتی نہین گرہ کبھی شیشے کے بال مین

غزل ۱۴۱

گو ہون گناہگار پہ بخشیگا وہ ضرور
فاخر کو شک نہین کرم ذوالجلال مین

شعر ۲۱

کھولا ہی باغ پھول وہ سکین قفس نہین
صیاد بے پربائی کی مجھکو ہوس نہین

نالے کی مجھکو کنج قفس مین ہوس نہین
صیاد کیا کرون کہ مرا دل پہ بس نہین

فریاد کن یہ دل نہین سنتی ہین حسرتین
جاتا ہی قافلہ صدا سے جرس نہین

نکلیگی تن سے جان بھلا کب بہار مین
کیا میرا مرغ روح اسیر قفس نہین

ای آسمان سمجھا تھی مغز بین عجن کیون
وہ کیا دماغ جسمین ہوا و ہوس نہین

ہوتا ہین بوسے غنچہ کے مانند کاش اسیر
حسرت یہ ہی کہ باغ مین میرا قفس نہین

مردے وہ زندہ کرتے ہین یا یک نفس
اب کوئی جہان مین مسیحا نفس نہین

پژمردہ دل مگر کوئی آیا تھا باغبان
رونق وہ تیرے باغ مین اب کی برس نہین

ظاہر ہے شاعرون کو کہ کیسا کلام ہے
شہد سخن کے گرد ہجوم مگس نہین

غزل ۱۵۸

ملنے سے جان جائیگی پروانے کی طرح
فاخر وصال یار کی مجھکو ہوس نہین

شعر

آوارگی دشت کی مجھکو ہوس نہین
پر کیا کرون کہ جوشش وحشت سے بس نہین

مردہ ہے عندلیب صدا کے نفس نہین
یہ گوشہ مزار ہے کنج قفس نہین

ہمدم حضور رہا دو ہفتے کہان ہو
سچ ہے یہ چودہ روز ہین چودہ برس نہین

ہجر سے مریض ہجر مین اب کچھ نہین رہا
ملتی نہین ہے نبض صدا کے نفس نہین

کیا جانے کاروان عدم کا طریق ہے
اٹھتی نہین ہے خاک صدائے جرس نہین

ٹھیری ہی قید مین بلبل تو کس لیے
کچھ تنگ آشیانے سے بڑھکر قفس نہین

صیاد قیدیون پہ ترے کیا گذر گئی
خالی قفس پڑا ہے اسیر قفس نہین

بوسے نہ دو بے گئے تم تو نہ لونگا مین کبھی
تجکو ہوس نہین تو مجھے بھی ہوس نہین

آنسو بھی کیا ہین شہر خموشان کے راہ رو
چپ چاپ قافلہ رواں ہی صدائے جرس نہین

ہی زہر ہجر یار مین اک دم کی بھی حیات
حق مین مرے سموم ہی باد نفس نہین

ٹپکا ہی جا بجا جو مرے زخم تن سے خون
تختہ ہی لالہ زار کا سطح قفس نہین

ارباب ضو کا باطن و ظاہر ہی ایک نور
یکسان ہی فرق شمع مین کچھ پیش و پس نہین

ہی بیت عنکبوت مین بزم نشاط آج
نغمہ یہ تار کا ہی طنین مگس نہین

صیاد سر دھرے ہوے روتا ہی زار زار
کچھ پر نوچے پڑے ہین اسیر قفس نہین

حیران ہو کے کہتے ہین عاشق کی لاش پر
کیسا یہ خواب ہی کہ صدائے نفس نہین

کسکا یہ قافلے مین نکلتا ہی تن سے دم
آتی ہین ہچکیان یہ فغان جرس نہین

مرقد مین کیون نہ تم سے مدد چاہون یا علی
اسوقت بیکسی مین کوئی دادرس نہین

اک جان بلب بھی ساتھ ہی ای رہروان قبر
گھنگھرو یہ بولتا ہی صدائے جرس نہین

توڑونگا مین تڑپ کے یہ سب بند و بست جال
کب قابل شکست طلسم قفس نہین

غزل

فاخر ہو کیا حوادث عالم پہ اختیار
امواج آب بحر مین کچھ زور خس نہین

شعر ۲۵

ابرو مین اُس حسین کی کمانون کا خم نہین
ضو مین خمیدگی مین مہ نو سے کم نہین

چلتا ہے سر سے پا سے رواں قلم نہین
کوئی زمین شعر پہ نقش قدم نہین

دل پر جو اُس مسیح کا دست کرم نہین
بیتاب ہے وہ صبح دم ہو سکون کوئی دم نہین

جاتا ہے کاروان عدم کس طریق سے
آواز زنگ و گرد و نشان قدم نہین

کاٹی ہین کیا حضور نے پاؤن کی بیڑیان
سودائیون کا آج وہ جاہ و حشم نہین

سمجھے نحیف زار ہزارون ہی دفن ہین
ہین جا بجا مزار نشان قدم نہین

بس مین نہین زبان جو قاصد سے کچھ کہون
لکھون مین حال زار مجال قلم نہین

بند آنکھین کرکے کھولین تو اک دم مین تھے کہین
ہستی سے کچھ بعید دیار عدم نہین

وہ قتل کرکے کوچے مین اپنے گاڑینگے دفن
حق مین مرے ستم بھی اب انکا ستم نہین

کب راستی ہے تیر مین سیدھی نظر کی طرح
ابرو مین جو کجی ہے کمان مین وہ خم نہین

حظ بلحظ اسکو ترقی ہے روز و شب
درد دل و جگر مین کمی ایک دم نہین

ان ... کے عشق مین کیونکر ہون غنی
کب پاس و اغہلے جگر کے درم نہین

سمجھون مین انکا رمز کنایہ یہ کسطرح
لہجہ نہین عرب کا زبان عجم نہین

باغ سخن مین ہین گل مضمون کھلے ہوے
بلبل کا زمزمہ ہے صریر قلم نہین

کیون راز دل پہ کان لگاتے ہے دوات
میر افسانہ ورد زبان قلم نہین

سوگند کھائی مجھ سے نہ ملنے کی یار نے
سم ہے یہ میرے واسطے اسکی قسم نہین

جب دیکھتا ہون آنکھ ہے مجھ سے پھری ہوئی
وہ لطف کی نظر نہین چشم کرم نہین

دل کی مصیبتون مین نہ کیونکر شریک ہون
جو وقت پڑے ساتھ نہ دے ایسے وہ ہم نہین

کیسی خوشی ملال بھی دیتا نہین فلک
فاقے پہ فاقے دل کو مین کھانے کو غم نہین

فرہاد کی طرح مین کرون کیون یہ سر فگار | کیا میرے پاس تیشۂ فولاد غم نہین
کہتی ہی شاہ نہین کبھی تو خلق جیدا تمام | اللہ کے فقیر سلاطین سے کم نہین
ہی پرورش کیا ہوا ناز و نعم کے ساتھ | یہ طفل اشک خوگر رنج و الم نہین
ہاتھون کو کیون ملین نہ جلا جل کی طرح | بزم نشاط یار مین افسوس ہم نہین
کچھ شیخ سے غرض نہ برہمن سے کام ہی | ہم بادہ خوار ساکن دیر و حرم نہین

غزل ۲۵

کیفیتین جہان کی دکھاتا ہی یہ نہین
فاخر ہمارا دل بھی کم از جام جم نہین

موجون کا یہ ستم بھی حبابون یہ کم نہین | انکو ہلاک کرتی ہین یہ جنبش دم نہین
رہتے ہین میرے دل سے زیادہ حرم نہین | کعبہ یہ وہ ہی جسمین مقام صنم نہین
اب تک سے بعد انکے بھی کم نہین | کھڑا یہ پڑ رہا ہی مری چشم نم نہین
صیاد کے وہ گھر مین یہ گلچین کی گود مین | کیا تفرقہ پڑا گل و بلبل بہم نہین

منکر علیؑ کے رتبۂ اعلیٰ سے کون ہے
یہ نام کب رقم سرِ لوح و قلم نہیں

وقت اخیر و برزخ و زیرِ زمین و حشر
کن کن مصیبتوں میں علیؑ کا کرم نہیں

مر مر کے مثلِ خلد پہونچے ہیں عاشقان
کوچے میں اُنکے کوئی نشان قدم نہیں

کاغذ پہ کھلتے ہیں گلِ مضمون ہزار ہا
بے فیض باغِ نظم میں شاخِ قلم نہیں

حیرت نے مجھکو مردمِ تصویر کر دیا
سکتہ سا ہو گیا ہے مرے تن میں دم نہیں

کہتے ہیں پھوٹ پھوٹ کے بہتے ہیں آبلے
کس کام کی وہ آنکھ کہ جسپر ورم نہیں

رستے میں دیکھ بھال کے پاؤں اُٹھائیے
آنکھیں یہ رہرووں کی ہیں نقشِ قدم نہیں

کٹتا ہے سر تو پھولتا پھلتا نہیں کبھی
قابل ہی سے بار کے نخلِ قلم نہیں

شمشیر کُند حلق پہ قاتل چلیگی کیا
مانند بچھوون کے یہ خود ہی کدم نہیں

فرہاد و قیس وادیِ اُلفت میں گو ہیں ایک
دونوں سے عاشقی میں مگر ہم بھی کم نہیں

مجھ سے شکستہ دل کا لکھا ہے جو حال اسنے
دل ہو گیا ہے چاک شگافِ قلم نہیں

کچھ دیکھے رنگ اسکے تماشے کے واسطے
کشکول بھی گدا کا کم از جام جم نہین

لکھا ہی برگ برگ پہ حال خزان تمام
باغون مین کوئی شاخ نہین جو قلم نہین

مر مر کے موت آئی ہوگی کسیکو یون
نکلی ہی مرے جان کی جان دم مین قدم نہین

کہدیتی ہی تو راز بھی گوش دوات سے
تیرا کچھ اعتبار زبان قلم نہین

ہون فیض زیر دامن پیر مغان سے
کب سر پہ میرے سایۂ ابر کرم نہین

تجھسا حریص کون ہی بوس و کنار کا
کب منھ مین آہ دوات زبان قلم نہین

حال فراق یار کو جب سے رقم کیا
خامے کی بھی زبان پہ چھالے بہم نہین

خاکی بھرا ہی رنگ زمین پر بنا کے نقش
رہرو کی ساق پا بھی کم از مو قلم نہین

تجھے لحد کے بند ہوے جب تو یہ کھلا
کم ظلم آسمان سے زمین کے ستم نہین

غزل ۱۰۸

فاخر مین مانگتا ہون تو وہ ہنسکے کہتے ہین
دل میرے پاس آپ کے سر کی قسم نہین

شعر ۲۳

سر بکف ہون پہ جلی کا سامنا ہوتا نہین | آئنہ شمشیر کا صورت نما ہوتا نہین

تا شفقت طوفان مین مجھے پتا خدا ہوتا نہین | سچ ہے کوئی بھی کسی کا آشنا ہوتا نہین

ضعف مین آئی ہون سے بھی کچھ وفا ہوتا نہین | آج قد آہ بھی مجھکو عصا ہوتا نہین

بیوفا دل کسطرح بیباک وفا ہوتا نہین | درد فا خیر سے پہلو سے جدا ہوتا نہین

پھنسکے دام زلف پیچان مین رہا ہوتا نہین | دل ہمارا کب گرفتار بلا ہوتا نہین

خدا کو لیکر دعوی پیغمبری کرتا ہے کیون | ناصبی تجھکو ذرا خوف خدا ہوتا نہین

ہے بھی اقلیم قناعت کا جہان مین شاہ ہے | کم کسی سلطان رتبے مین گدا ہوتا نہین

آسمان کو بھی عالم مین نہ کیونکر ہو ثبات | دم حبابون کسطرح اسکا ہوا ہوتا نہین

بے فغان کے اشک آنکھون سے رواں ہین متصل | قافلہ جاتا ہے پیچھے درا ہوتا نہین

وصف ذاتی مٹ نہین سکتا مٹائے سے کبھی | جوہر شمشیر آہن سے جدا ہوتا نہین

شور اتنا کس لیے کرتی ہے تو شام و پگاہ | رزق تجھکو کیا میسر آسیا ہوتا نہین

دونون اپنی قوتِ جذب و کشش مین ایک ہین
کم ذرا آہن ربا سے کہربا ہوتا نہین

لغزشِ پا ہو نہ کیونکر باعثِ افتادگی
ہاتھ مین میخوار کے مینا عصا ہوتا نہین

زینتِ اتو سے رختِ فقر بھی خالی نہین
کب قبائے تن پہ نقشِ بوریا ہوتا نہین

قولِ عبرت کاسۂ راسِ سلاطین سے یہ ہی
آج سر پر سایۂ بالِ ہما ہوتا نہین

چھوٹ جاتا مرغِ دل ہی اسکے پھندے سے مرا
پر کوئی صدقے مین بھی طائر رہا ہوتا نہین

رزق پہونچے جب گدا کو تب ہون آوازین بلند
منھ مین بے لقمے کے شورِ آسیا ہوتا نہین

رنگِ مقتل ہی لگا دو قاتلو تن پر مرے
بے نمک چھڑکے جراحت پر مزا ہوتا نہین

مرحبا ای جذبۂ شوقِ شہادت مرحبا
ناوک قاتل مرے دل سے جدا ہوتا نہین

دل مین میرے یاد آئی اُس صنم کی گر تو کیا
بت کوئی کعبے مین رہنے سے خدا ہوتا نہین

دستِ رنگین کی لکیرون کا بچھا رہتا ہی دام
قید کس دن طائرِ رنگِ حنا ہوتا نہین

عاشقانہ بھی مضامین ہین مزے کے اور بھی

غزل	یہ ہی فاخر کی غزل مین نکتہ کیا ہو تو نہین	شعر ۲۶

گردش کا ور طبیعت بیتاب مین نہین
ماہی کو خوف غرق کا گرداب مین نہین

گرد ملال یون دل احباب مین نہین
جیسے غبار آئینۂ آب مین نہین

یان ڈوبتے ہین خوف نہین غرق کا اُسے
ہم زار مثل خار سے گرداب مین نہین

ہر چند انتظار مین بیٹھے ہین ساقیا
ساغر کا دور حلقۂ احباب مین نہین

آنکھین ہین یار کی دو چھلکتے ہوے پیالے
جو کا خمار دیدۂ پُرخواب مین نہین

مضطر ہے جیسے دل ہم خوبی کے ہجر مین
ایسی تڑپ تو ماہی بے آب مین نہین

بزم سرور مین بھی نہ کچھ تھا وہم تھے
فیض تھا جو صحبت احباب مین نہین

نکلے صدف سے تو گہر کی ہو آبرو
اشکون کی قدر دیدۂ پُرآب مین نہین

دریا لہو کا ہے در قاتل پہ جسطرح
یون خون روان تو سطح سیلاب مین نہین

کیون خود بخود دلون کو ہراک کے ہے جذب
دشمن تو کوئی محفل احباب مین نہین

جیران لبون کے بوسونکے قرار ہو چکے
تو یہ اثر شربت عناب مین نہین

لاکھون ہی سبز بانون کی کاٹی ہین گردنین
خون کا اثر کبھی دشنۂ قصاب مین نہین

دل وطن سے چھوٹ کے جینا وبال ہے
لطف حیات دوری احباب مین نہین

راتون کو میرے انکے نہ کیونکر فراق ہو
وصلت کی شب مقدر سرخاب مین نہین

جیسی ضیا ہے گل کے شرارون مین رات کو
تابندگی وہ کرمک شبتاب مین نہین

ملتے ہین ہم سے ظاہر و باطن دو ورق طرح
بغض و حسد کی جا دل احباب مین نہین

کیا انکا جوش جنکی طبیعت روان نہو
طوفان کا خطر کبھی تالاب مین نہین

پیدا ہو نغمہ یار کی تحریک سے نہیں
یہ اختیار حلقۂ مضراب مین نہین

لذت حصول ہوتی ہے تلخی موت کی
کب زہر کا اثر غم احباب مین نہین

پھل انکی دوستی کا ملے کیا جہان مین
بوے وفا گل دل احباب مین نہین

آثار خط سبز ہے اس رخ پہ جس طرح
وہ تازگی تو سبزۂ شاداب مین نہین

گوہر سے آنسوؤن کی زیادہ ہی آبرو
ناسور کوئی ان دُرِ نایاب مین نہین

دل بیٹھے بزم رنج و ملال و الم مین کیا
جائے نشست جلسۂ احباب مین نہین

بند آنکھین کرلین میر یکتا نے کیو اسطے
بیدار ہو وہ وصل کی شب خواب مین نہین

غزل ۱۱۰

پہلو مین آ کے بیٹھا ہی دلجو کوئی مگر
فاخر تڑپ وہ اب دل بیتاب مین نہین

شعر ۳۴

طاقت ہو کیا کہ دم دل بیتاب مین نہین
مردہ ہی جان کشتۂ سیماب مین نہین

ان آنسوؤن کی ضیا دُرِ نایاب مین نہین
سرخی لعل لب گل عناب مین نہین

ایسی روانی ایک بھی سیلاب مین نہین
جاری کب اب خنجر برّاب مین نہین

آئے نہ فاتحے کو وہ بھولے سے قبر پر
اب یاد میری خاطر احباب مین نہین

آتش مزاج خشک طبیعت ضرور ہین
پانی کا نام چشمۂ سیماب مین نہین

چھلے کسی کی پورون کے جیسے ستاتے ہین
عادت یہ چھیڑ چھاڑ کی مضراب مین نہین

تا شاد و نامراد لکھا یار نے مجھے
مضمون سوا اسکے مرے اوراق میں نہیں

آنسو ہر ایک دل کی کدورت سے پاک ہی
گرد بھی اس دُرِ نایاب میں نہیں

ہی چرخ آسمان پہ رواں انتظام سے
لنگر گو سفینۂ مہتاب میں نہیں

حیران ہیں دید کے لیے آنکھیں حباب کی
موجوں کا عکس آئینۂ آب میں نہیں

خانہ خراب جو ہیں وہ دولت سے ہیں بری
موتی کوئی بھی دامنِ سیلاب میں نہیں

ہوگا کبھی تو آٹھ پہر میں سکون اسے
چکر مرے نصیب کا گرداب میں نہیں

کاکل کی طرح سے یار نہیں گیسوؤں کی کیا
الجھن بپیچ آج کیوں دل بیتاب میں نہیں

کہتا ہو آئینے میں جو عکس انکا جز مرے
غیر از نظر عالم اسباب میں نہیں

آئینہ آشتی ہی کدورت سے پاک تھا
چھاتی کا تپ سے مہر جہانتاب میں نہیں

اشکوں سے میر بہہ گئے جتنے غدیر تھے
استادہ آب اب کسی تالاب میں نہیں

عزلت گزیں جو ہیں نہیں ابرو کی یاد میں
زاہد بھی شوکت کوئی محراب میں نہیں

پہونچا ہی آسمان سے باب اثر تلک
تیر دعا کبادۂ محراب مین نہین

وسعت بڑی ہے جو دامن مژگان تر ملے
دریا کا پاٹ چادر سیلاب مین نہین

آہین اگر نہ کھینچون تو دوران سر نہو
بے ریسمان کے گردشین دولاب مین نہین

بیمار دو مزاج کو ہی حرارت سے کام کیا
تپ مثل آفتاب کے مہتاب مین نہین

روتے ہین ساتھ میرے جنازے کے کسطرح
آنسو کا نام دیدۂ احباب مین نہین

پرتو ہین داغ دل کا مطلق اثر ہوا
پیوند کوئی چادر مہتاب مین نہین

کہدو کہ میری لاش کو اغیار لے چلین
طاقت اٹھانے کی مرے احباب مین نہین

آنسو بھرے ہون آنکھ مین مژگان کی ہو جو یاد
تھارون کا خوف دیدۂ گرداب مین نہین

کسب اہل درد کو ہی کم مایگان سے فیض
پیدائش گہر کسی تالاب مین نہین

محتاج غیر کے نہین اہل صفا کبھی
صیقل کا کام آئینۂ آب مین نہین

چاہ عمیق فکر مین ڈوبا ہوا ہون مین
دوران میری طرح سر دولاب مین نہین

ہر وقت دست موج سے ہوتی ہین صیقلین
کچھ خوف زنگ آئنۂ آب مین نہین

تو بھی بہا دے پتلیان چشم پر آب سے
مردم ہی دیکھ دیدۂ گرداب مین نہین

آشوب کا خطر نہین چشم پر آب مین
وحشت رمد کی دیدۂ گرداب مین نہین

ہیبت پڑی ہی رات سے اٹھنے کی واسطے
آپس مین اتفاق جو احباب مین نہین

دیکھا مین نے اہل قیامت مین بھی مجھے
سب ہین یہ تو ہی مجمع احباب مین نہین

فاخر زیادہ کرب نہ کیونکر ہو وقت نزع
آرام مجھکو فرقت احباب مین نہین

غزل ۱۱۱ — شعر ۲۷

الفت ابروے جلاد کرون یا نہ کرون
سر تہ خنجر بیداد کرون یا نہ کرون

حکم ملتا نہین فریاد کرون یا نہ کرون
قید مین خاطر صیاد کرون یا نہ کرون

رخ جنون مین سوے حداد کرون یا نہ کرون
خواہش نشتر فصاد کرون یا نہ کرون

آب و دانہ بھی قفس مین نہین بھاتا ہے مجھے
اب بھی مین شکوۂ صیاد کرون یا نہ کرون

انس کچھ طول اسیری سے ہوا ہے مجھکو
ترک میں الفت صیاد کروں یا نہ کروں

داد ملتی ہے مجھے یا نہیں ملتی دیکھوں
بس پئے داد میں فریاد کروں یا نہ کروں

سخت مشکل ہے کہ سر بار ہے گردن پہ مری
خواہش خنجر فولاد کروں یا نہ کروں

قید کر کے مجھے دیتا ہے یہ حد کی تکلیف
بد دعائیں پئے صیاد کروں یا نہ کروں

طائر روح اسیری سے تنگ آیا ہے
قفسِ تن سے اب آزاد کروں یا نہ کروں

دلِ عاشق پہ پئے جور و جفا کہتے ہیں
ناز پروردہ پہ بیداد کروں یا نہ کروں

یاد اسکی نہیں آتی تو ہجوم غم سے
خانۂ دل کو میں آباد کروں یا نہ کروں

شہسوار ایک لحد پاس یہ کرتا ہے خیال
قبر ٹاپوں سے میں برباد کروں یا نہ کروں

ٹھوکریں کوہ و بیابان کی کھلائیں اسنے
خاک میں دل کو میں برباد کروں یا نہ کروں

جوش فریاد سے تنگ آکے وہ کرتے ہیں خیال
طائرِ دل کو میں آزاد کروں یا نہ کروں

یاد اسمیں نہ خدا کی نہ بتوں کی الفت
خانۂ دل کو میں برباد کروں یا نہ کروں

تم راضی طلبِ وصل پہ ہین فکر یہ ہی
آج بھی خاطرِ ناشاد کرون یا نہ کرون

امتحان کے لیے کہتے ہین گلے پر رکھکر
کیون روان خنجرِ بیداد کرون یا نہ کرون

حکم ہی کنجِ قفص مین یہ مجھے ای صیاد
نالہ و شیون و فریاد کرون یا نہ کرون

ہنسکے فرماتے ہین وہ طائرِ دل کو تیرے
دامِ گیسو سے مین آزاد کرون یا نہ کرون

بہرِ تسکین وہ سنانے کو مرے کہتے ہین
شاد تیرا دلِ ناشاد کرون یا نہ کرون

مجھسے کہتے ہین نئے ظلم و تعدی کرکے
ہون ستمگر ستم ایجاد کرون یا نہ کرون

قید ہون فصلِ بہاری مین اگر ای صیاد
تو ہی منصف ہو مین فریاد کرون یا نہ کرون

چیخنے کا جو قفس مین نہین حکم ای صیاد
چپکے چپکے تو مین فریاد کرون یا نہ کرون

گوشِ دل سے وہ سنے یا نہ سنے صوتِ گل
مثلِ بلبل کے مین فریاد کرون یا نہ کرون

جو معلق ہی قضا سر پہ یہ کہتی ہی مرے
قیدِ غم سے تجھے آزاد کرون یا نہ کرون

نو گرفتار ہون کیا جانون مین آئینِ قفص
متحیر ہون کہ فریاد کرون یا نہ کرون

غزل ۱۸	قفس فکر مین مدت سے ہے قیدا ی فاخر مرغ مضمون کو مین آزاد کرون یا نہ کرون	شعر ۲۱

حُسن کی قدر ہو کیا مصر کا بازار نہین
مثل یوسف کے حسین ہین تو خریدار نہین

کوئی امید مجھے یار سے زنہار نہین
عہد بوسون کا نہین وصل کا اقرار نہین

قلب افسردہ کا کوئی بھی خریدار نہین
سرد آہون سے مری گرمی بازار نہین

ہم فقیرون کو پڑا رہنے دو اے شاہ حسین
سایۂ بال ہما سایۂ دیوار نہین

ایک بوسے پہ بھی لیتے نہین خوبان جہان
جنس دل کا کوئی عالم مین خریدار نہین

ان کے کھنچنے سے کٹے جاتے ہین دل اور جگر
تیز ابرو سے زیادہ کوئی تلوار نہین

پھاند جاتی ہے گلستان کو گلون کی نکہت
دزد کو دہشت خار سر دیوار نہین

زخم دل کے مرے ٹانکے نہ کیے اے جراح
فائدہ مند مجھے مرہم زنگار نہین

آئنہ ہی نظر آتا ہے اجل کا نقشہ
برہنہ ہاتھ مین قاتل کے یہ تلوار نہین

روز ہوتا ہی یہان مہرِ رخِ یار طلوع
باغِ جنت کی طرح کوچۂ دلدار نہین

پتلی آنکھون کی سمت کر ہوئی نقطے کیطرح
گردشِ چشم مین کب گردشِ پرکار نہین

مدت العمر دُرِ اشک بہت برساتی ہے
ابر نیسان کیطرح چشم گہربار نہین

خاک ہی مصر کی گلیون مین اڑا کرتی ہی
ماہِ کنعان جو نہین رونقِ بازار نہین

نقدِ جان دی تو صدا کان مین آئی اُسکی
زر کی جھنکار سے کم تیغ کی جھنکار نہین

گردنین ایسی صفائی سے وہ کرتا ہی جدا
سر بریدے ہین مگر خون کی بوچھار نہین

جلوہ دکھلا کے نہ سمجھے مجھے بیہوش حضور
غش فرمائے ہین عالمِ دیدار نہین

مشتری کیا ہو مرے قلبِ شکستہ کا کوئی
جنسِ ناقص کا زمانے مین خریدار نہین

یہ نہ سمجھو کہ کوئی دیکھ سکیگا نہ مجھے
چشمِ عشاق ہین یہ روزنِ دیوار نہین

وہن زخم نہ لین پیار سے بوسے کیونکر
لال اُس لب کیطرح کب لبِ سوفار نہین

زلف چھونے سے یہ کیون تمنے پنہائی زنجیر
ہاتھ مجرم ہین مرے پانو گنہگار نہین

غزل ۱۲	باغ عالم مین یہ پھیلی ہے ہوائے صحبت فاخر اب نرگس بیمار بھی بیمار ہین	شعر ۲۳

جلین قلب عنادل کے گل کے روغن مین
پڑا ہرگون کا فتیلہ چراغ مدفن مین

نہین ہین گو ہین گلچین کی پھول گلشن مین
ہین ٹکڑے قلب عنادل کے اسکے دامن مین

[illegible] پروانہ وار تن مین
چراغ قبر وہ لائے چھپا کے دامن مین

ہمارے دل کی حرارت سے جل گیا ایسا
رہا نہ نام کو روغن چراغ مدفن مین

ہوئے قلوب عنادل کے شب کو پروانہ
جلا چراغ گل لالہ جب نشیمن مین

اڑی ہین دست جنون سے یہ دھجیان اسکی
ہے پھول چاک گریبان ہے چاک دامن مین

چمن سے گو وہ ہین بھر کے چلا ہے تو گلچین
گلون سے آگ نہ لگ جائے تیرے دامن مین

وصال یار ہوا لاغری کے باعث سے
الجھ کے رہ گیا مین تار اسکے دامن مین

سمجھتے ہین وہ مجھے اور رقیب کو یکسان
کچھ امتیاز نہین انکو دوست دشمن مین

گہر فشان ہین یہ آنکھین سحابِ نیسان سی
بکھر رہے ہین دُرِ اشک جیب و دامن مین

مری طرح گلِ رُخ سے جو لو لگائی ہے
کھلے ہین نور کے گل نخلِ شمع مدفن مین

فروغِ حُسن نے عاشق کے گھر کو پھونک دیا
لگی ہے آگ گلِ لالہ سے نشیمن مین

نہ دیکھ سکتی مرے زخمِ دل کو اے جرّاح
ذرا بھی ہوتی بصارت جو چشمِ سوزن مین

کسی نے سر سے جو اپنے چڑھائی تھی افشان
چمک رہے ہین وہی ذرّے خاکِ مدفن مین

بہم جو مائلِ دیدارِ یار ہین عشاق
ہجومِ تارِ نظر ہے دَرون کی چلمن مین

مجھے رقیب کے جادو کا کوئی خوف نہین
ہین ردِّ سحر کے تعویذ میرے جوشن مین

مزا ہو مصحفِ عارض کے بوسے لینے کا
اگر یہ ہاتھ حمائل ہون اُسکی گردن مین

بیاضِ صبح مین بارہ ۱۲ ہلال روشن ہین
نہین ہین طوق یہ مینا کے گوری گردن مین

وصالِ بنتِ عنب یون ہوا ہے مستون سے
ہین ہاتھ بادہ کشون کے سبو کی گردن مین

ریاضِ نظم کو کھٹکا کبھی خزان کا نہین

غزل	بہار خلد ہی فاخر ہمارے گلشن مین	شعر ۲۰

پتا ملیگا نہ صیاد کو نشیمن مین
چھپے ہین جاکے عنادل گلون کے دامن مین

چمن کی سیر ہی اُس گل کے جامۂ تن مین
کھلی ہین پھول کی کلیان تمام دامن مین

ضیاے مہر نہین ہی جو روزن روشن مین
وہی خطوط شعاعی ٹنکے ہین چلمن مین

ہے ڈھونڈ لیتی ہی پوشیدہ ہو جہان انسان
اجل سے بچ نہین سکتا ہو قصر آہن مین

غبار رکھتے ہین باطن مین آئنہ رخ یون
کہ جیسے کینہ نہان ہو قلب دشمن مین

کھلے ہین پھول مرے زخم دل کے پھٹ پھٹ کے
ملی ہوئی ہی خزان بھی بہار گلشن مین

ستارہ بخت عنادل کا یہ چمکتا ہی
کہ نور کرمک شبتاب ہو نشیمن مین

چہار سمت سے گھیرے ہوے ہی بخت سیاہ
ضیا ہو خاک ہمارے چراغ مدفن مین

فنا کے بعد بھی برباد آندھیون نے کیا
اُڑا ہون خار کی صورت غبار مدفن مین

کیا اثر نہ مٹے پر بھی عشق عارض کا
شمیم گل کی ہی آغشتہ خاک مدفن مین

بلا کی صورتِ ظلمات اسکی ظلمت ہی | اندھیرا ہی شبِ تیرہ کا شام مدفن مین
وہی لگا نگا سرمہ بھی چشمِ نرگس مین | مسی لگائی ہی جیسے دہان سوسن مین
چپکتے ہین نہین پھولون مین اوس کے قطرے | بکھرے ہین گوہرِ تابان گلو کے دامن مین
عدو کو بھی تو رلاتی ہی لاغری میری | مثالِ خار کھٹکتا ہون چشمِ دشمن مین
نسیم تھے جو اثر ہین نفس حسینون کے | شگفتہ ہو گئین کلیان گلون کی دامن مین
لحد پہ آئے جو وہ یہ اٹھی سے پئے تسلیم | وفا کی بو ابھی باقی ہی خاکِ مدفن مین
کوئی یہ کہدے کہ تحریرِ قبر کو نہ پڑھین | بہت برا ہی اثر دیدِ لوح مدفن مین
دل و جگر کے جراحت مین بخیہ مشکل ہے | رفو محال ہی پھولون کے چاک دامن مین
کفن کی گور کی حالت مین کوئی فرق نہین | کہ امتیاز نہین صبح و شام مدفن مین

غزل ۱۱۵

ہر کہو ون سے اٹھینگی نہ سختیان فاخر
بتون سے دل کی ہی تاثیر سنگ فن مین

شعر ۱۹

دردِ دل کا امتحان ہوتا نہین
درہم و برہم جہان ہوتا نہین

شورِ ناقوس و اذان ہوتے ہین
تذکرہ تیرا کہان ہوتا نہین

سخت جانی سے مری قاتل ہے تنگ
حلق پر خنجر روان ہوتا نہین

سر بکف قاتل کھڑا ہون دیر سے
آج میرا امتحان ہوتا نہین

ناتوانی کا لکھون مین حال کیا
اشہب خامہ روان ہوتا نہین

عندلیبین دل مین کیونکر گھر کرین
شاخِ گل پر آشیان ہوتا نہین

کیون نہ الجھون کنجِ مرقد دیکھکر
تنگ یون کوئی مکان ہوتا نہین

تیغ ترک کے نیچے حلق پر
زیر شمشیر امتحان ہوتا نہین

اک طرح رہتا ہی باغِ زخم دل
یان کبھی دخلِ خزان ہوتا نہین

ان بتون کے عشق نے کھویا مجھے
اب خدا بھی مہربان ہوتا نہین

کیا وبائی ہو زمین قبر تو
خاک اک بھی استخوان ہوتا نہین

جان جنگل مین درندون سے بچی
کب یہ نالہ پاسبان ہوتا نہین

لاکھ پوشیدہ کرین ظاہر ہے بیت
حالِ باطن پر نہان ہوتا نہین

پہنچتے تھے تا شبِ وصلت سبھی
آج کیون شورِ اذان ہوتا نہین

تذکرہ میرے دل پر درد کا
کب شریکِ داستان ہوتا نہین

بخطا دل کو وہ کرتے ہین ہدف
تیر چلّے سے روان ہوتا نہین

بے مزا کہنے سے شعرون کے کبھی
شاعرِ شیرین زبان ہوتا نہین

داغِ فرقت کو نہ کیون دلمین رکھون
دوست کسکو میہمان ہوتا نہین

غزل ۱۱۱	درد فرقت مین سنبھالو دل ذرا آج فاخر امتحان ہوتا نہین	شعر ۲۳

لاش پر کیا امتحان ہوتا نہین
میرے مرنے کا گمان ہوتا نہین

ان حسینون کے وہان ہوتا نہین
نام کو بھی پرفشان ہوتا نہین

رخ پہ بوسون کا نشان ہوتا نہین | راز وصلت کا عیان ہوتا نہین

خاک مجنون اُڑ کے محمل پر پڑی | عشق مٹ کر بے نشان ہوتا نہین

لالہ بنکر قبر عاشق پر اُگا | داغ الفت کا نہان ہوتا نہین

کور آنکھین ہجر کی شب ہین تو کیا | صبح کا تارہ عیان ہوتا نہین

سر کشون سے کیا تواضع کی امید | تیر بھی جھک کر کمان ہوتا نہین

جستجوے ماہ کنعان کے لیے | کیون روانہ کاروان ہوتا نہین

پاس غیرون کے وہ جائین جھوٹ ہی | بدگمانی کا گمان ہوتا نہین

گل کھلے ہین زخمہاے دل کے خود | ان چمن کا باغبان ہوتا نہین

آتش گل مین نئی تاثیر ہی | آگ جلتی ہی دھوان ہوتا نہین

جز زلیخا کے زمانے مین کوئی | پیر ہو کر پھر جوان ہوتا نہین

راہ چلتے ہین نزاکت سے وہ کیا | پانون کا انکے نشان ہوتا نہین

ہین کثافت سے بری نازک مزاج
آتش گل مین دھوان ہوتا نہین

اس جفا جو کی شرکت کے بغیر
مائل جور آسمان ہوتا نہین

آہ نکلے کیا دل پر داغ سے
ان چراغون مین دھوان ہوتا نہین

سوز دل نے یون کیا یابس مزاج
ایک آنسو بھی روان ہوتا نہین

حشر مین قاتل پہ ثابت ہوگیا
خون ناحق رائگان ہوتا نہین

آنکھ سے ہوتا ہے ظاہر وصل یار
سات پردون مین نہان ہوتا نہین

اشک مجھ حیرت زدہ کے کیا بہین
خون رگون تک مین روان ہوتا نہین

مثل ماہی نصف کاٹا اسنے حلق
مجھسے بڑھکر نیمجان ہوتا نہین

غزل	دل جگر اکر لیگیا ہوگا کوئی تیر فاخر رائگان ہوتا نہین	شعر ۲۵

کانٹے بچھے ہین کسی لب سے کم نہین
جنگل مین وحشیون کو مزا گھر سے کم نہین

رنگت وہ گندمی ورق زر سے کم نہین
وہ پھول سے عذار گل تر سے کم نہین

کروٹ ادھر کی بھی مجھے لینا محال ہے
بیتابی جگر دل مضطر سے کم نہین

سینے مین میرے قلب کے ٹکڑے اڑا دیے
ابر خمیدہ بھی کسی خنجر سے کم نہین

آنسو کبھی گھٹے تو کبھی حد سے بڑھ گئے
آنکھون کا جزر و مد بھی سمندر سے کم نہین

انبوہ عاشقان کی کوئی انتہا نہین
کوچہ تمھارا عرصۂ محشر سے کم نہین

آنکھین بھی آنسوؤن کے ہین موتی پڑے ہوے
موے مژہ بھی رشتۂ گوہر سے کم نہین

پورا نہ کیون نصیب کا لکھا ہو شیب مین
ہاتھون کی جھریان خط مسطر سے کم نہین

پگھلا نہ میرے نالۂ سوزان سے ایک بھی
دل ان بتان دہر کے پتھر سے کم نہین

ان دو تنون سے ہی کشتی الفت تھمی ہوئی
قلب و جگر جہاز کے لنگر سے کم نہین

آنسو روان ہین ہجر مین اس رشک حور کے
دریا ہمارے اشک کا کوثر سے کم نہین

قمری کی طرح کیون نہ مرا دل نثار ہو
بوٹا سا قد وہ سرو و صنوبر سے کم نہین

آنکھون کی کیون نہ قدر صدف سے زیادہ ہو
ہر اشک آبدار بھی گوہر سے کم نہین

رفعت مین کوے یار فلک کے مثال ہی
ذرہ بھی اس زمین کا اختر سے کم نہین

پیوستہ یون ہی چین سے آ بھی قرار نہین
پیکان تیر بھی دل مضطر سے کم نہین

غم کی گھٹائین چھائین نہ کیون قلب زار پر
جھونکے ہواے آہ کے صرصر سے کم نہین

پرتو سے ایک چاند کی گویا کھلی ہی یہ
روے صبیح وہ مہ انور سے کم نہین

دیوانے نکلین خانۂ زندان سے کس طرح
دیوارین یان کی سد سکندر سے کم نہین

ہوتا ہی ٹکڑے آمد و رفت نفس سے دل
ہر ایک سانس بھی دم خنجر سے کم نہین

مملو یہ جام مین مے خون ناب اشک سی
آنکھین مری بھری ہوے ساغر سے کم نہین

اے جو میرے اکٹہ جبکہ سرپہ دون آ
تیر انشان پا کلہ سر سے کم نہین

مست اسنے دیکھ دیکھ کے محفل کو کر دیا
آنکھین پھرانا گردش ساغر سے کم نہین

قاصد کے بدلے اڑ کے یہ پہونچیگا یار تک
عاشق کا مرغ روح کبوتر سے کم نہین

سوتا ہی سبزہ چمن سے میرے مزار پر | ٹکڑا زمین قبر کا بستر سے کم نہین

غزل

پتھر لگائے سخت کلامی کے قلب پر
فاخر وہ بت بھی چرخ ستمگر سے کم نہین

شعر ۳۵

دل مین مرے نہین کہ قریب گلو نہین | وہ کون سا مقام ہے جس جا کہ تو نہین

دشنام دیکے کہتے ہو گالی کی خو نہین | اس گفتگو مین کوئی مجھے گفتگو نہین

بیکار ہین لبون پہ اگر ذکر ہو نہین | کس کام کی زبان جو تری گفتگو نہین

جسکی سوا قتل کوئی آرزو نہین | قاتل اسی کا اک تہ خنجر گلو نہین

تسکین ہوتی خاک گلون سے فراق مین | تیرا سا رنگ پھول مین تیری سی بو نہین

دشمن رقیب کا کبھی دشمن نہین مرا | جو ہو عدو عدو کا وہ اپنا عدو نہین

وہ ہمکو ہم برا کہین اسکو عتاب مین | باتین ہمارے یار سے کچھ دو بدو نہین

کسطرح خط مصحف جانا نکو مس کرون | حرمت کا ہے خیال کہ مین باوضو نہین

اسکی برائیون ہی سے ناجی ہوا ہون مین
در اصل مہربان ہے دشمن عدو نہین

دن بھی شب فراق کیصورت سیاہ ہی
وہ مہوش جو آج میرے روبرو نہین

مر کے بھی دید یار کی رہجائیگی ہوس
مٹنے کی میرے دل سے کبھی آرزو نہین

صیاد بلبلون کا تو گلچین گلون کا ہی
وہ کون ہے جہان مین جسکا عدو نہین

انکو ہو قدر عاشق محتاج کیا بھلا
سچ ہے ذلیل و خوار کی کچھ آبرو نہین

محفل گلون کی یہ ہے کہ بیخار ہے چمن
مجمع یہ دوستون کا ہے کوئی عدو نہین

اک جلوہ گر ہلال بیاض سحر مین ہے
منت کے طوق یار کے زیب گلو نہین

مین جانتا ہون ہو کہ تہ اُس گلی مین ہو
اس اپنے کھوئے دل کی مجھے جستجو نہین

ہو داغ دل مین بو محبت نہ کسطرح
بیکار ہے وہ پھول ذرا جسمین بو نہین

انکو صدف مین آنکھ مین انکو ملی جگہ
موتی کی آنسوؤن سے سوا آبرو نہین

خونناب اشک آنکھ سے کیونکر ہون روان
کشتہ غم فراق سے کب آرزو نہین

لیتا ہی مجھسے وحشی لاغر کی کیون تو فصد
فصاد نام کو بھی رگون مین لہو نہین

خو ویسے لیکے بوسے وصل مین وہ مجھسے کہتے ہین
اب تو تمھارے دل مین کوئی آرزو نہین

پیاسے ہے آپ تیری تیغ کو سیراب کیا کرون
حیرت زدہ کے جسم مین مطلق لہو نہین

رنگ خزان ہجر کی ہو آج کل بہار
سرسبز اتون چمن آرزو نہین

اکبار اور دیکھ لون مرتے ہو اٹھین
اسکے سوا تو کوئی مجھے آرزو نہین

مجکو جنون سے زیور وحشت نہ کچھ ملا
زنجیر پاؤن مین نہین طوق گلو نہین

کیا اس پہ لگی ہی ریاض مزار پر
پھولا پھلا ہوا شجر آرزو نہین

مٹی وہ سونگھ سونگھکے مقتل کی کہتے ہین
اس خاک مین تو خون شہیدانکی بو نہین

جاری ہی آب اشک عنادل باغیر
ای باغبان چمن مین وہ ان آبجو نہین

بلبل کیون نہ قاتل قابیل ہو بھلا
سچ ہی کہ کب سفید جہانکا لہو نہین

صیاد نے جو توڑکے پھینکا ہے کٹھرے
بلبل کو اب قفس مین کوئی آرزو نہین

سکتے مین لوگ بیٹھے ہین محفل اُداس ہی — نغمہ سرا جو آج کوئی خوش گلو نہین

دھوکا نہ کھائیو ناخنِ بلبل کے ہین نشان — ای باغبان یہ جامۂ گل پر رفو نہین

اپنی درشتیون کا گلہ سنکے بولے وہ — کیا ناز اُٹھانے والون مین دلبر کے تو نہین

فرقت کے بعد وصل وہ صدمے اٹھائے ہین — خود ہی مجھے وصال کی اب آرزو نہین

غزل

بوسے لیے بھی اُسنے دیے بھی تب وصال
فاخر کے لبین ہو کوئی آرزو نہین

شعر ۲۹

کس روز خار تشنۂ خون سرخرو نہین — پیاسون کا لب سبیل جنون مین لہو نہین

ہو کی مریضِ ہجر کو کچھ آرزو نہین — انگور زخم قلب ہی جام و سبو نہین

سفاک سا جہان مین کوئی جنگجو نہین — مریخ مین بھی قاتل عالم کی خو نہین

غم دوست ہون خوشی کی مجھے جستجو نہین — پوری ہو جو کبھی وہ مری آرزو نہین

تلوار کھینچتا ہی وہ ابرو کے بوسے پر — عالم مین اسطرح کا کوئی تندخو نہین

بے نشہ میکشون کے کھنچین کیون نہ دستہا — پھیلی ہے یہ شراب رگون مین لہو نہین

آنکھون مین بہر دید نہ کیون اٹکے جان زار — ہنگام احتضار بھی بالین پہ تو نہین

پانی سمجھ کے خون بہائین کرین حلال — میرے لہو کو آپ یہ سمجھین لہو نہین

آنے سے انکے قلب مین ارمان بھی اٹھینگے — پہلو مین وہ نہین تو کوئی آرزو نہین

لعل و گہر نہ کیون صدف چشم سے ملین — اشکون مین کب شریک جگر کا لہو نہین

دعوت غم فراق کے مہمان کی کیا کرون — اک بوند بھی تو قلب و جگر مین لہو نہین

تا عمر اسکے دل مین مقید رہے یہ کیا — ارمان غیر ہے یہ مری آرزو نہین

تقریر میری آپ سمجھتے نہین ہین کیون — یہ تو زبان گنگ کی کچھ گفتگو نہین

جلوہ مزار مین بھی نہ تیرا نظر پڑا — خلوت کے بھی مکان مین ای یار تو نہین

لیتا ہے فصد کوئی تو آتا ہے غش مجھے — ہلکا مری طرح سے کسی کا لہو نہین

دونون اسیر سلسلۂ وصل چھٹ گئے — طوق کمر نہ ہاتھ وہ طوق گلو نہین

حاسد کی طعن سنکے مین کیونکر رہون خموش | منہ پر کچھ ڈر و ہین گفتگو نہین

بلبل سے زخم دل کو بھی صیاد رکھو نہین | جسطرح جیب و دامن گل مین رفو نہین

کیون آب تیغ سے مجھے کرتے نہین حلال | ماہی کیطرح سیر ابریدہ گلو نہین

آنسو فراق یار مین بہتے ہین رات دن | کب دامن قطرہ مین دُر آرزو نہین

غافل جہان مین حرص سے پائیگا کیا ثمر | باغ ہوس مین کوئی گل آرزو نہین

عشق مژہ مین مجھ سے جنونکی ہو فصد کیا | کانٹا ہوا ہون سوکھکے تن مین لہو نہین

نشتر مثال شعلہ سر شمع جل اُٹھے | یہ آگ کی لپک ہے جہندہ لہو نہین

گل ساتھ اس چراغ کے ہوگا چراغ عمر | روغن نہین فتیلہ مین رگ مین لہو نہین

نشتر کے ساتھ ہاتھ بھی فصاد کے جلے | ایسا کسیکا گرم و شرر دم لہو نہین

دو چار روز اُٹھا کے یہ کہتے ہین سونگھکر | کسلئے یہ پھول ہین کہ محبت کی بو نہین

خواہان نہ ای غریب ہو عزت کا خلق مین | افلاس کے صدف مین دُر آبرو نہین

غزل ۱۴۰	فاخر دو رنگی صورت آئینه یان نہین ظاہر مین صفا دل مین غبار اپنی خو نہین	شعر ۲۵

درد و غم جب مین دم فنا ہوتا نہین — عشق مین کمبخت کیا ہوتا نہین

ظلم کچھ ذکر جفا ہوتا نہین — بات کے کہنے مین گلا ہوتا نہین

درد دل مین کب سوا ہوتا نہین — کچھ اثر تیرا دوا ہوتا نہین

رکھ کے گردن پر لیتا ہون تیغ — اپنے ہاتھون سر جدا ہوتا نہین

ایک بوسہ پر ترے ای شاہ حسن — ہم فقیرون کا بھلا ہوتا نہین

بندگی خشکی بہت دشوار ہی — ایک سجدہ تو ادا ہوتا نہین

قافلا اشکون کا جاتا ہی مگر — شور آواز درا ہوتا نہین

بندگی ہر روز کرتا ہون انھین — یہ فریضہ بھی قضا ہوتا نہین

رزق بیمنت مجھے دیتا ہی وہ — مہربان کس دن خدا ہوتا نہین

چھوٹنے کی کیا مجھے امید ہو | کوئی بلبل اب رہا ہوتا نہین
بھر کے دل آئے مرے پہلو مین کیا | دام گیسو سے رہا ہوتا نہین
ڈوبنے سے کیون نہ مجھکو وہ بچائے | باخدا کیا ناخدا ہوتا نہین
سنکے الفت اور کی مجھسے کہا | تجھ سے بڑھکر بیوفا ہوتا نہین
جان مین کیون کبھی نہ دیدون ہجر مین | کوئی عاشق بیوفا ہوتا نہین
مٹھیان تم بند کرتے ہو عبث | قیدیون دزد حنا ہوتا نہین
دل دکھاتا کیون نہین تصویر یار | آئنہ صورت نما ہوتا نہین
خون عاشق بھی تو ہاتھون مین ملو | شوخ یون رنگ حنا ہوتا نہین
پاس دلبر جو بیٹھا ہے مرے | دل بھی پہلو سے جدا ہوتا نہین
رنگ و درد و عاشقانہ جو نہون | ایسے شعرون مین مزا ہوتا نہین
ریگ چھڑکون اپنے زخمون پر نہ کیون | بے نمک پاشی مزا ہوتا نہین

گفتگو شیرین زبانی سے کرو　　تلخ باتون مین مزا ہوتا نہین
لاکھ سجدے برہمن اسکو کرے　　بت مگر کوئی خدا ہوتا نہین
دائمی صیاد اُس زندان مین ہی　　قید ہوتا ہی رہا ہوتا نہین
سینہ ہاتھون سے دبا کر یہ کہا　　درد دل اچھو سوا ہوتا نہین

غزل ۱۳۱　　کام آئے کیون نہ فاخر آپکے　　آشنا نا آشنا ہوتا نہین　　شعر ۳۱

بتان وہر سے ہم دل لگائے بیٹھے ہین
غضب کی چوٹ کلیجے پہ کھائے بیٹھے ہین
ادا سے منہ سر بالین چھپائے بیٹھے ہین
جنھین مین ڈھونڈھ رہا ہون وہ آئے بیٹھے ہین
اجل جو آکے اٹھائے تو اب اٹھین گھائل

مژہ کا تیر کلیجے پہ کھائے بیٹھے ہین

کسی کے سامنے پھیلائین دست حاجت کیا

فقیر ہاتھ جہان سے اُٹھائے بیٹھے ہین

خیال باد صبا ہے نہ ذرہ خاک اُڑے

وہ بال دھوپ مین کھولے نہائے بیٹھے ہین

کبھی نہ آئینگے وعدہ یوہین وہ کرتے ہین

ہزار بار اُنھین آزمائے بیٹھے ہین

اسی ادا سے ہزارون کو قتل کرتے ہین

حیا و شرم سے وہ سر جھکائے بیٹھے ہین

اگر خود آتے نہین وہ صدا ہی کچھ آئے

ہم اپنے کان سوِ در لگائے بیٹھے ہین

چمک رہی ہی جو بجلی گرج رہا ہی جو رعد

گلے وہ خوف سے ہمکو لگائے بیٹھے ہین

مثال ماہ نہ کیون عاشقون مین روشن ہون

جبگر سے داغ محبت لگائے بیٹھے ہین

دکھا کے دست حنائی جلایا عالم کو

دلون مین آگ خوشی سے لگائے بیٹھے ہین

وہ دیکھتے ہین پتنگون کی بیقراری کو

اسی سے شمع لحد پر جلائے بیٹھے ہین

کسیکو تیغ نظر سے کرینگے آج حلال

جو اپنی آنکھون مین سرمہ لگائے بیٹھے ہین

تو پیچ کرتے ہین نا حلق سے اٹھاتے ہین تیغ

ہنسی ہنسی مین وہ سینہ دبائے بیٹھے ہین
وہ جس سے چاہین نہین بولین ساری محفل مین
ہم اُنکے سامنے گردن جھکائے بیٹھے ہین
یہ پوچھتے ہین وہ آکے اپنے دربان سے
یہ کس امید پہ بستر لگائے بیٹھے ہین
حلال اور وہ پامال کیا کرینگے مجھے
کہ ہاتھ پانؤن مین منہدی لگائے بیٹھے ہین
کھڑے ہین ہاتھ کو باندھے رقیب محفل مین
ہم اُسکے شانے سے شانہ ملائے بیٹھے ہین
مجال کیا جو اُٹھے درد اسپ کلیجے مین
مریض ہجر کا پہلو دبائے بیٹھے ہین

عزا فراق مین ملتا ہی نصف وصلت کا
کسی کا دل سے مرقع لگائے بیٹھے ہین

غزل ۱۲۳	رقیب دیکھ سکین کیا مجال ای فاخر ہم اُسے آنکھون سے آنکھین لڑا کے بیٹھے ہین	شعر ۲۳

پھر وہ غول بیابان کی صدائین آئین
آتی ہی شام غریبا نکی بلائین آئین

شب کو جب خانۂ زندان سے ہوائین آئین
کان مین طوق و سلاسل کی صدائین آئین

شب فرقت مین وہ سب تنکے بلائین آئین
پھر کے یون باب اجابت سے دعائین آئین

دل مرا لیگیا وہ طفل حسین شوخی سے
عہد طفلی سے جوانی کی ادائین آئین

قیس و فرہاد کی بھی جب سن وسن سے گذرا
دشت اور کوہ سے تحسین کی صدائین آئین

پھر وہ آہ کیسے قلب و جگر نے نالے
ساتھ آندھی کے آذرونکی صدائین آئین

صبر کرتا نہ تمھین ظلم کی عادت ہوتی
ان وفاؤن سے مری تمکو جفائین آئین

کیون نہ دل تھام کے ہاتھون سے وہ گھر سے نکلین
کسی پُر درد کے نالون کی صدائین آئین

آج کس کس کو خدا جانے کیا اُس نے اسیر
گھر سے صیاد کی نالون کی صدائین آئین

وہ سمجھ بیٹھے تھے اورون پہ اَبل مجھپہ پڑے
غیر کی بھی مرے حصے مین بلائین آئین

الفت زلف سیہ کر کے بڑا پیچ پڑا
خوف جسکا تھا وہی سر پہ بلائین آئین

دل اب شگفتہ ہوا غنچے کی طرح
موسم گل مین جو گلشن سے ہوائین آئین

سیل اشکون کی بہا نجد کو ای دیدۂ تر
خاک مجنون کے اُڑانے کو ہوائین آئین

قہر نازل ہوا خالق کا گنہگارون پر
شکر الحمد رقیبون کی قضائین آئین

مٹی دینے کو وہ کس ناز سے بیٹھے سر قبر
خاک مین تجکو ملانے کو ادائین آئین

جان بلب ہو گئے کیون آپکے بیمار حسین
کوسنے بھول گئے یاد دعائین آئین

کبھی اغیار پہ کرتے نہین جور و بیداد
اک ہمارے ہی لیے تمکو جفائین آئین

ہوس نامہ بری مین تجھے موت آئیگی
طائر جا نکلے اُڑانے کو ہوائین آئین

سوکھے دھانون مین پڑا پانی ہرے کھیت ہوے
کیا برستی ہوئی ساون کی گھٹائین آئین

امتحان کرکے جفاؤن کا وہ یہ کہتے ہین
میرے صدقے مین تجھے اتنی جفائین آئین

خلق سمجھی لب پیمان گی یہ جو بھرین سرد آہین
منھ پڑا ہی کہین ٹھنڈھی جو ہوائین آئین

آتشین آہین یہ کس سوختہ دل نے کھینچین
تن جلا جاتا ہے کیا گرم ہوائین آئین

غزل ۲۲۳

سرد آہین نہ کہین قیس نے کی ہون فاخر
ٹھنڈی ٹھنڈی جو بیابان سے ہوائین آئین

شعر ۳۵

آرزو ایک بھی اب اس دل نالان مین نہین
کوئی حسرت کے سوا خانۂ ویران مین نہین

عشق کیا پایا کہ اک کاو دل نالان مین نہین
پھر وہ حیلون ہے محبت بھی جو پنہان مین نہین

لیگیا کس گل تازہ کو چمن سے گلچین
چہچہے بلبل شیدا کے گلستان مین نہین

مرقدون کو بھی فلک نے کیا برباد ایسا
تربت قیس کی بھی خاک بیابان مین نہین

عرصۂ حشر مین بھی میری مروت نہ گئی
ہاتھ مقتول کا قاتل کے گریبان مین نہین

کھوے گیسو مین کبھی اپنا کہ مین ڈھونڈھون اسکو
دل گم گشتہ مرا کوچۂ جانان مین نہین

باس ان ہارون کی پھولون مین ہے جیسی خوشبو
گل تر بھی کوئی اس بو کا گلستان مین نہین

آنسوؤن ہی سے بنایا ہے اسے صانع نے
خون تو تام کو بھی شمع شبستان مین نہین

ٹٹ گئے سب یہ پہ ہے جسم نزار عشاق
تار باقی کوئی اب جیب و گریبان مین نہین

کب صفت تیر کی کرتی نہین وہ آنکھین شکار
کب مرا لخت جگر پنجۂ مژگان مین نہین

لطف پر دیکھ مرے زخم جگر کیسے ہین
پھول اس رنگ کے گلچین کے دامان مین نہین

تخت بلقیس کا آیا تو تعجب کیا ہے
کب کرامات کوئی نقش سلیمان مین نہین

خودکشی کے لیے کیون مجھسے خفا ہوتے ہو
خود گلا کاٹنا اپنا مرے امکان مین نہین

زور کچھ زار سے چلتا نہین اب صرصر کا
خاک برباد مری موسم باران مین نہین

ہے کہین گیسوے لیلی سے زیادہ تاریک
داغ دل کی بھی تجلی شب ہجران مین نہین

تام بھی میرا نکلنے نہین پاتا باہر
مجھسا قیدی یہان خانۂ زندان مین نہین

تر یان آنکھون سے ہر دو نون دامان رہتی ہین
کوئی چشمہ تو نہان دیدۂ گریان مین نہین

آتے ہی تیر نے اُس ترک کے دل کو توڑا
حیف ہی کچھ بھی مروت مرے مہمان مین نہین

دوہری زخمون مین ہی اسکو مجھے ایذا دینی
مشک مخلوط ہی کیا اُسکے نمکدان مین نہین

سوگ مین غیر کے شانے سے ہوئی یہ نفرت
دل صد چاک کی جا زلف پریشان مین نہین

آپ نے کیا یہ رقیبون کو کیا ہی کشتہ
دیکھیے بوے وفا خون شہیدان مین نہین

بے نشانون کی لحد ڈھونڈھ کے وہ کہتے ہین
انکی قبرون کا پتا گور غریبان مین نہین

اُڑ کے مین جاؤنگا مجذوب ار کو کیا روکیگا
کچھ کرامات تو اُس شوخ کے دربان مین نہین

جی مین آتا ہی کرون اہل لحد سے باتین
کیا کرون ہمدم سخن شہر خموشان مین نہین

ہو کے مایوس پھرا جب تو سکندر نے کہا
خاک بھی آب بقا چشمۂ حیوان مین نہین

گو ہی پر خو صفت قامت جانان تو کیا
دلبری کا تو مزا سرو چراغان مین نہین

بلبلین صورت پروانہ فدا کیونکر ہون
پھول کوئی شجر شمع شبستان مین نہین

رات دن پیش نظر داغ مرا جلتا ہو | روشنی آٹھ پہر سرو چراغان مین نہین
مجھ سے بلبل کو تو بہزاد کی صنعت بھائی | آشیانہ کوئی تصویر گلستان مین نہین
جو پڑا اس تن خاکی پہ وہ پیوست ہوا | کب اثر تیر کا ہر قطرۂ باران مین نہین
جو اثر آہ مین دکھائی نہین دیتی مجھکو | یہ نئی بات کسی سرو چراغان مین نہین
اسکے مژگان سے نہ کیون پلٹے نگہ زخمی ہو | تیزی ایسی تو کسی خار مغیلان مین نہین
ای فلک جیب سے خالی ہین حسینان جہان | دیکھلے داغ کلف کا مہ کنعان مین نہین
اشک آنکھون سے نکلکر نہ فرو دیر ٹھہرے | بیقراری کی صفت کب دُرِ غلطان مین نہین

غزل ۲۴۳

محو رہتا ہون تصور مین ہم آغوشی کے
کب سمان وصل کا تا آخر شب ہجران مین نہین

شعر ۳۲

شب فراق جو بے یار گھر کو دیکھتے ہین | نگاہ یاس سے دیوار و در کو دیکھتے ہین
بچشم وہم سے تار نظر کو دیکھتے ہین | توہم بھری ہین وہ موے کمر کو دیکھتے ہین

ہدف کیوں واسطے قلب و جگر کو دیکھتے ہین | کبھی ادھر کو کبھی وہ ادھر کو دیکھتے ہین
رہا کرے ہمین صیاد یا اسیر کرے | نگاہ یاس سے اسکی نظر کو دیکھتے ہین
ہر کوئی باغ جہان سے جو مثل نکہت گل | ہم اپنی نرگسی آنکھون سے گھر کو دیکھتے ہین
طلب جو کرتا ہون محفل مین بوسہ ابرو | کبھی وہ تیغ کبھی میرے سر کو دیکھتے ہین
الٰہی آج یہ پیکان نہ نکلے سینے سے | وہ میرے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین
سفر پہ ملک عدم کے جو یہ ہے آمادہ | پتنگے یاس سے شمع سحر کو دیکھتے ہین
کہان وہ رخ کہ بھلا ہے کوئی نہین نسبت | مقابلے مین جو روے سحر کو دیکھتے ہین
کھڑے ہین حشر مین ہر سمت طالب دیدار | اٹھا کے آنکھ وہ دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین
خیال ہی ہی مجھ سے مریض الفت کو | کب آ کے دیکھے اس خنجر کو دیکھتے ہین
خود اپنے نخل تمنا کو یاد کرتے ہین | ہرا بھرا جو کبھی ہم شجر کو دیکھتے ہین
نشانہ بزم مین ہوتے ہین دل ہزارون کے | نگاہ شوخ اٹھا کر جدھر کو دیکھتے ہین

بیان خلاف جو تحریر کے یہ کرتا ہے
کبھی وہ خط کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین

خدا کرے انکھین دونون پسینہ ہو جائین
کبھی وہ دل کو کبھی وہ جگر کو دیکھتے ہین

کبھی جو عقل کی میزان مین تولتے ہین انھین
جن و ملک سے زیادہ بشر کو دیکھتے ہین

ہمارے پنجۂ مژگان کے شانہ کرتے ہین
بجائے آئینہ وہ چشم تر کو دیکھتے ہین

غضب کی شوخ ہے انکی نگاہ دزدیدہ
ثبوت کچھ نہین ہوتا کدھر کو دیکھتے ہین

نگاہ اشک مسلسل پہ کیون پڑے نہ مری
کہ جوہری کبھی تو سلک گہر کو دیکھتے ہین

کلیجا ہاتھون سے تھامے یہ کہتے ہین عشاق
غضب یہ کیا کرے ترچھی نظر کو دیکھتے ہین

اُدھر وہ منہ کو پھرائے ہے صورت خورشید
نگاہ مہر ہو کسدن ادھر کو دیکھتے ہین

نہین ہے کام کسیکی کبھی عیب جوئی سے
جو با ہنر ہین وہی تو ہنر کو دیکھتے ہین

خوشا نصیب کہ ہر شب وصال ہوتا ہے
انھین کا عارض روشن سحر کو دیکھتے ہین

پڑے نگاہ نہ کیون نخل قد مین جوبن پر
کہ پہلے باغ مین نورس ثمر کو دیکھتے ہین

کلیجا ہاتھون سے تھامے ہوے کو دیکھتے ہین
کسیکی آہ رسا کے اثر کو دیکھتے ہین

کھلا ہوا نظر آتا ہی تختہ پھولون کا
جب اپنے وہان زخم جگر کو دیکھتے ہین

دل شکستہ کو کیا لین وہ ایک بوسے پر
کرے لیتے وقت وہ نفع و ضرر کو دیکھتے ہین

بغیر دھوپ کے نکلے وہ جاگتے ہی نہین
کہ اٹھ کے آئینۂ خور سحر کو دیکھتے ہین

زہے نصیب جو شانا اُسکا حال محفل ہین
وہ نیچی نیچی نظر سے کدھر کو دیکھتے ہین

کوئی غریب پس کاروان نہ رہ جائے
تباہ گرد طریق سفر کو دیکھتے ہین

نہ بولے یہ شب ہجر ہی جو غیظ ہمین
کبھی چھری کبھی مرغ سحر کو دیکھتے ہین

غزل ۱۲۵	شب وصال کی صحبت ابھی نہ برہم کی نگاہ یاس سے فانوس سحر کو دیکھتے ہین	شعر ۳۱

جو تیغ ہاتھ مین خونی نظر کو دیکھتے ہین
تو گر کے پانون پہ قاتل کے سر کو دیکھتے ہین

کسی کے ہجر مین داغ قمر کو دیکھتے ہین
ازل سے چاک گریبان سحر کو دیکھتے ہین

چمک مین آج ہی بجلی سے امتحان اسکا
ہم اب ترقی درد جگر کو دیکھتے ہین

کرم ہو دیکھیے کسپہ عتاب کسپہ ہو
امیدوار کھڑے اُس نظر کو دیکھتے ہین

مثال عرش کے دل بھی کسیکا اونچا ہے
ہم آہ بے اثری کے اثر کو دیکھتے ہین

دل و جگر یہ وہ دونون کو آزماتے ہین
کہ ساتھ تیر کے اپنی نظر کو دیکھتے ہین

دم ہدو ہی خبر دار ہمت مردان
یہ حسام وہ قلب و جگر کو دیکھتے ہین

ہوئے تجمل چلی ہے یہ باغ عالم مین
کہ بند غنچون کی مٹھی مین زر کو دیکھتے ہین

کمال فکر و تردد ہے چارہ سازون کو
نگاہ یاس سے زخم جگر کو دیکھتے ہین

ہماری الفت ابرو مین جان جائیگی
کہ خواب مین ہم شمشیر سر کو دیکھتے ہین

رہی ہمی کبھی بھیگی یہ گرمی رخ سے
ملا کے منھ کو وہ شمع سحر کو دیکھتے ہین

ہر ایک شب کو جو ڈر رہزنون کا تا ہے
سحر کے ہوتے ہی زاد سفر کو دیکھتے ہین

جو اتفاق سے کُڑکی قفس کی کھلتی ہے
تو حسرتون کی نگاہون سے پر کو دیکھتے ہین

گڑا پڑے ہوے کوچے مین چشم حسرت سے
کسی مکان کے دیوار و در کو دیکھتے ہین

رفیق سایہ ہی رہتا ہی راہ غربت مین
ہمیشہ ساتھ اسی ہمسفر کو دیکھتے ہین

انھین گمان جو ہوتا ہی صبح وصلت کا
تو اپنے کانون کے موتی سحر کو دیکھتے ہین

یہ انقلاب نیا اشک گرم نے کیا
کہ ہین بحر کو دریا مین بر کو دیکھتے ہین

مقام ہو کا نظر آتا ہی لحد مین ہمین
اٹھا کے آنکھ جدھر اپنے گھر کو دیکھتے ہین

غرور کیون نہو باریک بینیون پہ ہمین
بڑی دقیق نظر سے کمر کو دیکھتے ہین

ہم و یدحق ہین میرے زہر ان ملیحون کی
نمک چھڑک کے یہ زخم جگر کو دیکھتے ہین

کھڑے ہین لاکھون ہی مشتاق دید حشر مین
ہجوم عام ہی دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین

وہ اپنی قوت بازو کو آزماتے ہین
اٹھا کے ہاتھ مین تیغ و سپر کو دیکھتے ہین

بغیر وصل کے کھلتا نہین یہ عقدہ کبھی
کمر کے دیکھنے والے کمر کو دیکھتے ہین

مجھے یہ خوف ہی ٹانکے نہ ٹوٹ جائین کہین
کراہ ہوش ہی زخم جگر دیکھتے ہین

چلا ہے لیکے تلاش جگر میں دل ہمکو | عدم کی راہ میں بھی راہبر کو دیکھتے ہیں

سحر کو کہتی ہے اُنسے قضا مریضوں کی | تری دعاؤں کے ہم بھی اثر کو دیکھتے ہیں

اُڑا یہ کوچۂ قاتل میں خون کشتوں کا | کہ لال لال ہر اک بام و در کو دیکھتے ہیں

پڑا ہوں غش میں ہیں سینہ فگار اور جراح | جھکے ہوے مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

ہم اپنی آنکھوں سے کرتے ہیں وہ عدم کی سیر | دہن کسی کا کسی کی کمر کو دیکھتے ہیں

نگاہ اُٹھتے ہی تار نظر اُسے سمجھے ہیں | اِدھر وہ دیکھتے ہیں ہم اُدھر کو دیکھتے ہیں

رہِ فرار کو قیدی سیاہ خانے میں | بڑھا کے ہاتھوں سے دیوار و در کو دیکھتے ہیں

خدا نخواستہ اُٹھ کہیں نہ تیر پڑیں | حضور آئینے میں کیوں نظر کو دیکھتے ہیں

شعر ۸	ہے ایک نور لقا جلوہ گر جو اے فاخر سمجھ کے قصر جناں اپنے گھر کو دیکھتے ہیں	غزل ۱۳۶

دولت نحوسوں کی جو تقدیر میں نہیں | بجز خاک نفع کوئی بھی اکسیر میں نہیں

کب عادت جفا فلک بے مہر میں نہیں
کب بد نصیبیاں مری تقدیر میں نہیں

بولے وہ مجھ گدا سے کہ بستر اٹھائیے
میری گلی کچھ آپ کی جاگیر میں نہیں

پھیکا ہو رنگ غنچۂ دہان نہ کس طرح
رنگت ہمارے خون کی تصویر میں نہیں

کیا سوگ میں رقیب کے کچھ آئی ہے شبیہ
مستی لبوں پہ آپکی تصویر میں نہیں

اے دل عبث ہے اس سے شکایت فراق کی
وہ کیا کرے کہ وصل ہی تقدیر میں نہیں

قاتل ہو سیلگون تن زخمی نہ کس طرح
کیا سم ہو آب دامن شمشیر میں نہیں

پستی ہیں جیت و سست ہر اک کے کلام میں
اشعار ایکسان غزل میر میں نہیں

کیا خاک دیکھے حال یہ مجھ سے اسیر کا
نور نگاہ دیدۂ زنجیر میں نہیں

دو روز تک ہوا کی کجی اسکی عمر بھر
ابرو کا خم ہلال کی شمشیر میں نہیں

نامہ کبھی لکھا بھی جو اسنے تو کیا لکھا
مطلب کا ایک حرف بھی تحریر میں نہیں

ترسے رہیں ہیں شوخ سے ممکن نہیں وصال
شاغل ستارہ یہ مری تقدیر میں نہیں

بے عیب کیا کھنچی ہے یہ اُس ماہوش کی شکل | داغ کلف بھی چاند سی تصویر مین نہین
نسبت ہو آسمان سے کیا خاکسار کو | رفعت مجھے تو گردش تقدیر مین نہین
کیسی شب وصال یہ کھینچی گئی شبیہ | کوئی نشان بوسہ بھی تصویر مین نہین
باتون مین اور اشارون مین تسخیر کر لیا | کب سحر اُسکی آنکھ مین تقریر مین نہین
پشتون کی طرح پی گئی کشتون کا کیا لہو | قطرہ بھی خون کا جوہر شمشیر مین نہین
مانی نے کیا ہی کھینچا ہے عکس اُسکا ہوبہو | بس ایک جان پیکر تصویر مین نہین

غزل ۱۲۷	همراہ دل جگر کو بھی فاخر اُڑا دے یہ طاقت یہ کیا ہوا سے پر تیر مین نہین	شعر ۲۱

اُس ماہوش کا وصل بھی تقدیر مین نہین | کچھ بھی اثر جو نالۂ شبگیر مین نہین
تیر نظر کا حال ہے آئینہ دیکھ لو | ایسا بلا کا توڑ کسی تیر مین نہین
دیکھے سے خود بخود کھچا آتا ہے دل مرا | کب دلبری حضور کی تصویر مین نہین

ایسی یہ نعرہ زن ہی اسیرون کے حال پر
آنسو تو کوئی دیدۂ زنجیر مین نہین

قاتل کی تیغ کو بھی غم کشتگان ہی کیا
مہندی لہو کی ناخن شمشیر مین نہین

رہتی ہی باغ دہر مین بے فصل پر بہار
کھٹکا خزان کا گلشن تصویر مین نہین

مانی نے کیسی کھینچی ہی یہ قیس کی شبیہ
دامن کے ٹکڑے جامۂ تصویر مین نہین

یون صاف تو نے دونون نشانے اڑا دیے
قلب جگر کا خون بھی پے تیر مین نہین

دل سے دوسار ہو کے یہ نخچیر ہو گیا
پرواز کی جو تاب پر تیر مین نہین

مجروح قاتلو ہوے ٹھنڈے نہ اب تلک
سردی ہوائے دامن شمشیر مین نہین

پھیلا کے پانون چین سے سوتی ہی اسیر
اتنی جگہ بھی خانۂ زنجیر مین نہین

اسکا یہ نام دہر مین رکھا ہی کس لیے
اک گل بھی شمع بزم کا گلگیر مین نہین

قسمت کا اپنی اسیرون کو گلا
حصہ ہمارا دامن زنجیر مین نہین

زندان مین کیا اسیر محبت گذر گئے
نالون کا شور خانۂ زنجیر مین نہین

وصلت کا دن گھٹا کے بڑھایا شب فراق	انصاف خاطر فلک پیر مین نہین
میرے نصیب مین جو نہو لکھے وصلِ یار	کیا اتنی بات کاتبِ تقدیر مین نہین
کیونکر کہون کہ حضرتِ مجنون کی ہی شبیہ	وحشت کا کچھ نشان ہی تصویر مین نہین
جو جو ہین انکی خاک کی چٹکی مین فائدے	تو یہ ایک بات بھی اکسیر مین نہین
حیران ہون دیکھکے یہ مرقع حضور کا	آئینہ میرے قلب کا تصویر مین نہین
راہ عدم مین کیون نہوا حال سے خوف	کب ہمرہون کا زور دلِ رہگیر مین نہین
قاصد تو جاکے لائیگا کیا نامہ یار سے	خط کا جواب بخت کی تحریر مین نہین

دیوانگانِ عشق کا قبضہ ہو کسطرح
فاخر کا دخل خانۂ زنجیر مین نہین

۱۲۸ غزل — ردیف الواو — شعر ۳۲۳

سر مین ہوا ہے کبر تکبر سری نہو	ملتا ہی جب خدا جو بشر مین خودی نہو

فرقت مین میری وصل عدو کو کبھی نہو
غم ہو مجھے رقیب کو لیکن خوشی نہو

جو ہو بتے کی ایسی کوئی دل لگی نہو
پہلو لیے ہو رنج کا ایسی ہنسی نہو

قاتل ہو زور ہاتھ مین خنجر کبھی نہو
مجھ سخت جان کا قتل کوئی دل لگی نہو

اے دوست ایک روز ہے تیرے لیے بھی موت
لاش عدو بھی دیکھ کے مجھکو خوشی نہو

اپنا پسند وہ ہین کہ کرتے ہین ہم دعا
یا رب ہمارے درد جگر مین کمی نہو

بھڑکی ہوا آج آتش گل باغبان بہت
جا دیکھ آشیانے مین بلبل جلی نہو

چتون بھوین خمیدہ نہ گر ہون تو کچھ نہین
ابروہ کیا ہلال کی جسمین کجی نہو

دھبے چھپین جو منہ سے دامن ہی مین ہین
ایسا ہو کچھ کہ خون سے قاتل بری نہو

مدہوش ہو نہ عیش مین کھو کر حواس کو
پی کر شراب وصل کو بھی بیخودی نہو

تا کوے دوست جائین کسطرح مرکے ہم
یہ راستہ ہی خلد کا اسکی گلی نہو

شکل وفا وحق نہ دکھائے بس وصال
بچھڑے دن مین پھر حضور سے ایسی گھڑی نہو

…شامیانہ مرقد نادار پر نہین — مثل سحاب چھائی ہوئی بیکسی نہو

…تا م تو رقیب کرے مجھسے ہو خفا — تم کیا کرو جہان مین اگر منصفی نہو

ظاہر مین اور کچھ ہین تو باطن مین اور کچھ — ایسی دو رنگی اہل صفا مین کبھی نہو

دست بخیل سے نہ ملیگا کسیکو فیض — خشکیدہ شاخ باغ مین پھولی پھلی نہو

جہان مدتون جو رہا خون ملگیا — غم ہی لگا نہ دل کا کوئی اجنبی نہو

عشق بتان حور وشن کر بخیل کے دل — انسان کی اس کفو مین کبھی جانبری نہو

جیسے اجل نے گور غریبان کو بھر دیا — مردون سے اسطرح کوئی بستی بسی نہو

جو بی حسام سے تو گلے سو کے کٹ گئے — ای ترک تیری ہاتھ مین تیغ آہنی نہو

یون اسنے جیتے جی مجھے برباد کر دیا — ایسی کسی کی خاک مین صورت ملی نہو

قلب و جگر کا خشک لہو ہو تو شعر ہون — رنگین غزل کا کہنا کوئی دل لگی نہو

عشق پری مین اسکے تنفر ہوای جنون — لیچل مجھے وہان کہ جہان آدمی نہو

اشرف خدا نے جن و ملک سے کیا اسے — ان دونون سے جو بڑھ کے ہو آدمی ہو

سو و شب وصال نہ کروٹ بدل کے تم — پہلے کی طرح آج تو وہ بے رخی نہو

دل سے نکال ان حسرت و ارمان کو کسطرح — ویران وہ مکان ہو جسمین کوئی نہو

کیونکر گرے نہ کوند ہ کے عاشق کے دل پر برق — خندہ ہو اُس حسین کا گلون کی ہنسی نہو

جلجائے میری گرم روی سے نہ کسطرح — باران بھی گیا وہ بیابان ہری نہو

جو مانگنا ہو میرے خدا سے وہ مانگ لے — اکبر ہمن بتون سے کبھی التجی نہو

پر کاٹ کر قفس مین نہ صیاد کر اسیر — ہو قید ہر طرح کی مگر بے بسی نہو

لاشے کے ساتھ بھیڑ ہو ارمان و یاس کی — میت کسی غریب کی ارمان بھری نہو

غزل ۲۲۹	فاخر جنان کی بو بھی نہ آئیگی اُس تلک ذرہ بھی جسکے دل مین ولائے علی نہو	شعر ۱۳

زندہ خدا نہ کردہ مرا مدعی نہو — جس سے ہو غم حبیب کو ایسی ہنسی نہو

جسطرح کی کہ اب ہی وہ رونق کبھی نہو
ویران مری لحد ہو اگر بیکسی نہو

پردہ حیا و شرم کا حائل کوئی نہو
سینے سے لپٹو وصل مین ایسا دوئی نہو

چمکے شفق مین ابر سیہ کے بغیر برق
لالی جمی ہو لب پہ ہنسی ہو مسی نہو

گرتی ہی ایک برق دل بیقرار پر
آفت ہی عاشقون کے لیے یہ ہنسی نہو

پوشیدہ برق کیون ہوئی ابر سیاہ مین
مسی ملے لبون پہ کسی کے ہنسی نہو

معشوق عاشقون کے اگر غم مین ہون شریک
رونے پہ بلبلون کے گلون مین ہنسی نہو

اے منعمو گلون کی روش سے لٹاؤ زر
پھولون کی طرح کوئی جہان مین سخی نہو

لیتے ہی ایک سانس کے یہ کیون فنا ہوا
دم کی ہوا حباب کے سر مین بھری نہو

کیون آج دل مثال کبوتر ہی بیقرار
قاصد پہ میرے راہ مین بجلی گری نہو

ماتم مین میرے خون کے آنسو ٹپکتے ہین
رونا چراغ قبر کا ہی یہ ہنسی نہو

رنگینیان یہ اسکی زبان مین کہان بھلا
بلبل کے منھ مین گل کی کوئی پنکھڑی نہو

شبنم گلون کی محفل غم مین نہ دے جگہ — پھولون مین تیرے رونے کے بدلے ہنسی نہو

آتی ہی بو بوسے ناز شہیدون کے خون سے — تیغ ادا کسی کے گلو پر چلی نہو

تجھے چاک کیون نہ خزان مین کرین فغان — منقار عندلیب ہی گل کی کلی نہو

مین نے جو چھپ کے کی تھی چھپ کر کہا — میرے تمھارے آج سے ایسی ہنسی نہو

یہ شک ہے وہ گور غریبان سے آئے ہین — دامن پہ اڑکے خاک کسی کی پڑی نہو

باتین نکیون ہون قبر مین راز و نیاز کی — خلوت کا تب مزہ ہی جو گھر مین کوئی نہو

ہوتا ہی کیون شگفتہ یہ فصل بہار مین — دل عندلیب کا کسی گل کی کلی نہو

کیونکر وہ آئے تیرے جنازے کے ساتھ ساتھ — اس بیوفا کے پانون مین مہندی لگی نہو

مجمع ہی گرد لاش حسینان شوخ کا — ایسا نہو کہ رونے کے بدلے ہنسی نہو

جاتے ہوے تو اپنے مسافر کو دیکھ لو — نیکی کسی غریب سے کرنا بدی نہو

مژگان و رخ کی وشت مین آئی ہو یاد کیون — خار و چمن بھی گلون کی طرح نازکی نہو

کٹتی ہین اس ادا پہ ہزارونکی گردنین
تلوار کی طرح کمر اُسنے کسی نہو

آہستہ چلیے میرے جنازیکے ساتھ ساتھ
مانع خرام ناز کی گر نازکی نہو

سنتا ہون آج غیر کو اُسنے کیا حلال
ای رشک دیکھ خون کی منھدی لگی نہو

بادِ صبا چمن مین اُڑا خاک دیکھکر
رنگین قبا گلون کی کہین ملگجی نہو

کیون قہقہے لگاتے ہو نکلے کہین نہ اشک
ڈرتا ہون مین کہ باعثِ گریہ ہنسی نہو

غزل

روتا ہے کون کشتۂ حسرت پہ درد سے
فاتحہ کیجیے کہتا ہو بیکسی نہو

شعر ۱۰

نیند آئی ہے تو غافل اُسے ہو جانے دو
دل کے ارمان نکل جائینگے سو جانے دو

سو گیا وہ جو شبِ وصل تو سو جانے دو
نہ ستاؤ اُسے بیدار تو ہو جانے دو

جانتا ہون مین اُسے جسنے چھپایا ہے اسے
کھو گیا دل مرے پہلو سے تو کھو جانے دو

اُسکے پہلو سے مرا پاس پھر اُٹھ آتا
غیر کے طالعِ بیدار کو سو جانے دو

سنکے آواز گجر کی یہ کہا گھبرا کے ۔ دیر ہوتی ہے سحر ہو گئی تو جانے دو

بلبلو جا کے قفس توڑ کے پھر اڑ جانا ۔ جاگتا ہے ابھی صیاد کو سو جانے دو

تا تلو اشک مری آنکھ سے ہونے دو رواں ۔ دامن تر سے خون زخم کا دھو جانے دو

شمع رو دل عشاق کو ٹھنڈا نہ کرو ۔ تا کہ جل جل کے پتنگے ہوں تو ہو جانے دو

پھندنگا دل کو اسیری بھی مثال قمری ۔ عشق اس غیرت شمشاد سے ہو جانے دو

مثل مجنوں کے رہونگا نہیں ناکام کبھی ۔ کسی لیلی سے محبت مجھے ہو جانے دو

تیغ کیوں کھینچے ہو بوسہ ابرو کے لیے ۔ اچھا تقصیر مجھی سے ہوئی تو جانے دو

تخت پریوں کے مرے سطوت سے اڑینگے ظفر ۔ عشق اس غیرت بلقیس سے ہو جانے دو

ابر آتا ہے تو سایہ نہ کرو اے یار و ۔ چار آنسو تو اسے قبر پہ رو جانے دو

تار و اعزاز و حیا سے نکلے نہ مانع ہوا ہیں ۔ میت عاشق ناشاد پہ رو جانے دو

باغبانو ابھی شبنم سے بچاتے ہو عبث ۔ پیرہن گرد یہ گل پھول کے دھو جانے دو

شعر	شور اتنا سرِ بالین نہ کرو فاخر کے نیند آنکھوں میں بھری ہے انھیں سو جانے دو	غزل ۱۳۱

وصل سے خوش نہ کرو ہجر کا غم کھانے دو
دل بیمار میں قوت تو ذرا آنے دو

حسن کو سب کی نگہ لب پہ گلا آنے دو
جسکے جو ذہن میں آئے اسے بک جانے دو

ماہ کو ابر کے پردے سے نکل آنے دو
مجھکو گیسو رخ پر نور سے سرکانے دو

قیدی سلسلۂ عشق ہیں قیس و فرہاد
ایک زنجیر میں وابستہ ہیں دیوانے دو

چھوڑو تنہا دم آخر نہ مریض غم کو
اٹھکے جاؤ نہ ابھی موت کو آجانے دو

جگر و دل کو مرے سوزِ محبت ہے بہت
شمعِ عارض پہ جلینگے یہی پروانے دو

خبر مرگ کو سنکر یہ کہا غیروں میں
مر گیا ایک جو عشاق میں مر جانے دو

ایک ادھر دیر کی تعمیر ہوا ایک ادھر
یون بنائے بت میخوار نے میخانے دو

قصۂ قیس ہے اک ایک کہانی میری
دل سے مرغوب حسینان ہیں یہ افسانے دو

اشک خوں نابجا ہیں چشم خماری ہیں نہیں
مے گلرنگ سے لبریز ہیں پیمانے دو

شب وصلت کی ہوئی صبح تو گھبرا کے کہا
دیر ہوئی ہے تو رو کو مجھے گھر جانے دو

ہیں ادھر غیر ادھر شمع ہیں وہ شعلہ عذار
شمع تو ایک ہے اور گرد ہیں پروانے دو

پارۂ شیشہ ابر کرم سے سمجھا وہ اسکو
آتش رشک سے حساد کو جل جانے دو

سر تسلیم کے لیے سنگ ملامت ہے بری
دار پیچاں کی طرح خیر کو بل کھانے دو

کام آسکی نہ اغیار کی اولاد کبھی
شعر اوروں کے پڑھا ہیں تو پڑھ جانے دو

ایک فرہاد ہے اور ایک ہی مجنوں وحشی
کیا تماشا ہو جو باہم ہوں یہ دیوانے دو

ہم تو ہر ایک کی کرتے ہیں تواضع تعظیم
بگڑے ہو جو کوئی تو بگڑ جانے دو

مشق کرتی ہے اگر جنگ کے جو ہونکی تیرے
زخم تیغ و تبر و تیر مجھے کھانے دو

بلبلو تشنگی سے بچاؤ نہ اسے
آتش گل سے نشیمن کہیں جل جانے دو

شکوہ آوارگی ہو لیے جاتا ہے ابھی
پاسبانو نکلو در سے ہمیں آنے دو

کفر اسلام سے دونا ہو کیون عالم مین
ایک مسجد کے مقابل جو ہون مینخانے دو

سرد ہوتا نہین جو آنسوؤن کے پانی سے
شعلۂ داغ دل آہون ہی سے بھڑکانے دو

تیغ ابرو سے ہو منظور اگر قتل تمھین
تیر مژگان ہی مرے دل سے گذر جانے دو

میری آہون کا دھوان ایک تو ابر سیاہ
جھومتے آتے ہین گلزار مین مستانے دو

گردشون مین ہین انکی نشیلی آنکھین
جھومتے ہین مئے سرجوش کے مستانے دو

قیدی زلف ہے دل سر کو ہوا اسکا سودا
ایک لیلی کے ہوے عشق مین دیوانے دو

شور مرغان سحر سنکے یہ بولے شب وصل
صبح تو ہو گئی اب تو مجھے گھر جانے دو

زہر بیمار کو کیون دو کہ یہ اب آخر ہے
کچھ دنون اور زمانے کی ہوا کھانے دو

شہر مین چار طرف کیونہ دو کانین اُٹھ جائین
قیدیون مین سے رہا ہو گئے دیوانے دو

غزل ۱۳۴۲	ابھی پہلو سے دم وصل نہ اُٹھو صاحب دل فاخر کی تمنا تو نکل جانے دو	شعر ۲

دل کیا جو وہ مین داغ غم آتشین نہو
خاتم وہ بدنما ہو کہ جسپر نگین نہو

مجھ مختصر کا کب زیادہ کہین نہو
گر یان وہ میرے پاس دم واپسین نہو

ایسا تو بدگمان جہان مین کہین نہو
گر مر بھی جاؤن مین کبھی اُنکو یقین نہو

اکبار جسکے ستون کا ہو دیکھو یہین نہو
اس خاک مین ملا سو امید مکین نہو

ایسا ہو کہ مجھسے لحد مین یہ لے عوض
پامال رہروون کے قدم سے زمین نہو

چشم حباب نے نہ کیون پھوٹ پھوٹکر
دریا مین دست موج کی تہ آستین نہو

ہوتی ہو کیون کھٹک سی شب انتظار مین
اُسکی مژہ کی پھانس جگر مین چبھی نہو

ہر اک کو کیون یہان ہے تمھاری تلاش ہو
سب اژدہام حشر مین ہو ایک تمھین نہو

ہوئین جو باتین باتش نہ وقت دم شمار
پھر شوق بھی سنو جگہ سے لحد کی زمین نہو

پوچھے مجھسے سے اپنے آنسو شب وصال
میرے عدو کی آنکھون پہ وہ ہمنشین نہو

دلوا دے ملکے خاک تراپ مین تو اسقدر
پست آسمان کو سے جتا کی زمین نہو

دل ہی مین رونا اشق روانا گر تھین | آنچل پہ منہ پہ آنکھ پہ پہ آستین نہو
یہ کون بیقرار ہی پردے مین اسکے | کہو یا ہو اور اودل مضطر آستین نہو
ٹکڑے مین جیسے گور غریبان کے ادھ پھٹے | جیب و لگا کوئی ایسی زمین نہو
ہو ہیچ جائی اور رہ جائی اٹھی چشم | بے وسکے ہر کمین ہو جو دیکھ کمین نہو
نسبت کو میری سونپ کے بوسہ لحد سے وہ | دکھ درد اس غریب پہ چپہ ای زمین نہو
نکلین شرارین قبر کے پتھر کو توڑ کے | مانند ابر مرده [illegible] زمین نہو
پیری اگر مری تہ کفن اپنے ہو | ہر ہاتھ پہ چھپی ہوئی پھر آستین نہو
دو بہکے نکلے ناخن پاسے نہ مغز سر | آباد ویران فشار پہ میرے زمین نہو
رکھے وہ دل پہ ہاتھ تو بیتاب ہو جگر | سینے چھپین میرے درد کہین پہ کہین نہو
جیسے گنہگار کو کرنے لگے جو دفن | بیت کو میری چھپ کے رکھی زمین نہو
شانے پہ رکھکے سر جو مین دیا تو بولی وہ | تر آنسوؤن سے دیکھ مری آستین نہو

عصیاں میرے بھاگے ہیں تو ترچھی ہی شکن میں
پھر بھی سیاہ رو کا ٹھکانا کہیں نہو

دیواریں بھی گھری ہوئی ہیں ٹوٹی ہوئی چھتیں
آباد یوں مکان ہی نہیں گر مکین نہو

ہم سے گناہگار کو رکھو نہ قبر میں
داخل ہمارے ساتھ بلا میں زمین نہو

دامن ہوا انکا غیر کے اشکوں سے تر ہے
اس وقت آنکھ کے لیے یہ آستین نہو

سینہ لحد کا چاک ہو مجھکو کریں جو دفن
بار گناہ کی متحمل زمین نہو

دو کب جانکنی ہو کہ دیکھا نہ جائیگا
کوئی سر قریب دم واپسین نہو

اللہ اسے عزیز کے لحد میں ہے بیقرار
تھامے ہو جو کوہ کے دامن زمین نہو

غزل ۱۴۱

بسمل کی طرح مار جان کیوں ہو بیقرار
فائز کے دل میں تیر تمہارا کمین نہو

شعر ۲۶

پہلو میں ہو رقیب کے یا وہ نہیں نہو
شاہد اگر نہ دل ہو تو مجھکو یقین نہو

ثابت نہ سمجھے ہو جو کشتی نشین نہو
بالفرض آسمان حرکت میں زمین نہو

ہر گام پر مکان لحد گرفتین نہو
پھر ہر قدم پہ پانون سے رخصت زمین نہو

کھنچنے سے ابرو نکے کہین کیون گرہ نہین
تا ہین ہین تیغ تیز کی چین جبین نہو

عشق بتان ہین جیسے دو عالم کو کھو دیا
غارت کسیکا یون کوئی دنیا و دین نہو

زاہر سو رقیب کو ساتھ اپنے دیکھکر
سمجھا وہ طفل یہ مرا سایہ کہین نہو

پہلو و زلف مین وہ جگہ دین نہ گر اسے
پھر اس دل حزین کا ٹھکانا کہین نہو

عالم مین عرض ہوس دل ہو یون محیط
خالی جہان کی ایک تکو بھی زمین نہو

بتیا ہون سے تو مری نسبت و بلند ہو
تا حشر سجدہ لحد کے برابر زمین نہو

منظور ہے تو خنجر ابرو سے کر حلال
تر خون بیگنہ سے کہین آستین نہو

اے چشم آج اشک ندامت تو بہا
تر آنسوؤن سے دامن محشر کہین نہو

یون اسکے زانوئے مین ہمرا اضطراب ہے
پھر تا بہ حشر قبر کی ساکت زمین نہو

بیٹھے ہو گر تو ہاتھ اٹھاؤ نہ فیض سے
مانند تکیہ منعمو مسند نشین نہو

سجدے سے بخت کو واعظ نہ کہہ برا
سجدے کا یہ نشان ہے داغ جبین نہو

کہتا ہون مین تو کاٹ لو حاضر ہے یہ گلا
میرا قصور کیا ہے جو راضی تمہین نہو

ہوٹے پہ قتل خیر ہے یا مر گیا ہون مین
آنکھون کو دم کو دیکھو جو تمکو یقین نہو

ہین آفتون مین نعمت دنیا گھری ہوئین
بے نیش کھائے نوش کبھی انگبین نہو

بھائی شریک حال نہو اپنے بھائی کا
اُٹھے جگر مین درد دل اندوہگین نہو

حال وصال کیون نہ جلیسو نہ ہو عیان
ظاہر نہو جو آنکھ تری سرمگین نہو

نکلے جو آنکھ سے تو بڑھے آبروے اشک
مردم کی طرح چشم مین گوشہ نشین نہو

پیدا ہوا ہے زیست مین اُسکے پس فنا
یارب یہ آسمان نہو یہ زمین نہو

اے منعمو وقار کو کعبے کے دیکھ لو
رونق نہو مکان مین جو کوئی مکین نہو

عریان وہ ہاتھ ہو تو گلے سیکڑون کٹین
تیغ اجل کا میان ہے وہ آستین نہو

اقرار مین ہے زیست تو انکار مین ہے موت
ہان ہو سوال وصل کا لب پر نہین نہو

پیالہ نقش قدم رہرو مین جام چھلکے جو دست ساقی	دامن بھرا ہو شکوون سے تر آستین نہ ہو

غزل ۱۳۴	بیتاب پا کے دلبر وہ کھینچتے ہین ہاتھ کو فاخر جگر مین درد زیادہ کہین نہ ہو	شعر ۲۶

مجھ سو خستہ نصیب کا دشمن زمانہ ہو
بجلی سے جل کے خاک مرا آشیانہ ہو

بیگانہ کیا ہو دشمن جان ہر یگانہ ہو
یارب نہ یون خلاف کبھی زمانہ ہو

بلبل کے واسطے جو قفس آشیانہ ہو
غنچہ بھی بوئے گل کے لیے قید خانہ ہو

قضا و مجھ سے قیدی لاغری لے جو فصد
رگ سے لہو تو جان بدن سے روانہ ہو

کھینچے بسان تیغ تم ابرو تو غیظ مین
دیدون مین جان اجل کا جو کوئی بہانہ ہو

تیر نگاہ دیکھیے خالی نہ جائین یہ
کوئی تو میرے قلب و جگر سے نشانہ ہو

مد نظر جو قتل مین زینت بھی ہو تمھین
ہاتھون مین خون ہو تو حنا کا بہانہ ہو

مشق سخن سے گوہر مضمون زیادہ ہون
جتنا ہو صرف اتنا ہی مملو خزانہ ہو

کشتہ ہوا ہون گیسوے مشکگون کی یاد مین ۔ ابر سیہ لحد پہ مری شامیانہ ہو

دیتے ہین وہ جو زہر تو دین مجکو شوق سے ۔ اچھا تو ہی جو موت کا کوئی بہانہ ہو

صیّاد و باغبان کے نہون گر نہ ظلم و جور ۔ برباد خاک مین نہ مرا آشیانہ ہو

مین سوختہ نصیب نہ ممنون ابر ہون ۔ دود جگر لحد پہ اگر شامیانہ ہو

محتاج و نامراد کی تربت کیواسطے ۔ خود بیکسی ہی چھائی ہوئی شامیانہ ہو

فصل بہار مین بھی وہی خشک ہو شجر ۔ جس شاخ پر چمن مین مرا آشیانہ ہو

نامے کے بعد بھی جو لکھون نامہ بر اُسے ۔ قاصد کے پیچھے اور بھی قاصد روانہ ہو

در تک بھی ضعف سے جو نہ باہر نکل سکون ۔ اپنا مکان بھی آپ مجھے قید خانہ ہو

مصرع غزل کے کم نہون ابرو کی بیت سے ۔ جو شعر ہو مذاق مین وہ عاشقانہ ہو

تیرے سوا کسی سے بھی ڈرتے نہین ہین ہم ۔ تو ایک مہربان ہو دشمن زمانہ ہو

اک بیوفا تو جاتا ہی یہ بھی رہے نہ پاس ۔ پہلو سے ساتھ دل کے جگر بھی روانہ ہو

باد خزاں نے آ کے درختوں سے یہ کہا
جاری چمن سے قافلۂ گل روانہ ہو

وہ کیا بچھڑ کے مجھ سے ہوا میں بھی کچھ نہیں
برگشتہ یوں کبھی کسی سے زمانہ ہو

گرم آہوں کا عرق جو اثر ہو بس فنا
اشکوں کا اور شمع کا تد کو بہانہ ہو

طبقے اڑا دے گشت سے خاک مزار کا
اے شمع سوا اے گور غریباں روانہ ہو

صیاد کے جو ڈر سے نہ آئے گلوں کے پاس
بلبل کو بجز قفس سوا آشیانہ ہو

لکھتا ہوں وصف گیسوئے مشکین یار کا
ملک ختن کو ہمرہ صبا کے روانہ ہو

اشکوں سے کیا خون لال ہو قاتل پیام لکھ
بسمل نہ ہو کوئی تیغ کے جو نشانہ ہو

اس گل سے تا شام تو پہونچا دے اے صبا
لیکر شمیم گل کو چمن سے روانہ ہو

آنکھوں میں دیکھ لے ابھی ہو جان زار
بالیں پہ آئیے تو سفر روانہ ہو

غزل ۱۵۳	دیکھے نگاہ ناز سے فاخروہ غیر کو اور ناوک ستم سے مرا دل نشانہ ہو	شعر ۱۴

کچھ اور سب عمر روان بہر روانہ ہو — موج ہوا سے عشق کا گر تازیانہ ہو

شوریدہ سر کے واسطے کوئی بہانہ ہو — سر پھوڑوں میں نصیب جو وہ آستانہ ہو

سر دو آہ ہونکا جو غنچہ دل کو بسانہ ہو — بو گل کی سنبل کی راز محبت روانہ ہو

گھر اسکا بہر رزق نہ کیون قید خانہ ہو — زنجیر ہی کا جسکے مقدر میں دانہ ہو

عاشق ہو اس حسین کی زلیخا کی طرح — خوبان دہر میں جو وحید زمانہ ہو

اتنی تو عشق ہمقدر اندازجا ہے — اک ایک نشانہ تیر کا جا لگے نشانہ ہو

دریا میں اپنے نظر سے نہ دیکھیے — تیر نظر سے کوئی نہ باہی نشانہ ہو

یاد وہن میں ل سے نکلکر یوں بلند — آہ تیر آہ طائر تیر نشانہ ہو

ایسا ہو کہ میر تمہارا یہ ذکر عشق — کل نقل عشق لیلی و مجنون فسانہ ہو

سیراب و سیر کیون نہو صیاد کے یہاں — تقدیر میں جانکا لکھا آب و دانہ ہو

فاقون میں کیون نہ روزہ وہ اپنی بسر کرے — رزق ان کا کا نصیب جسے آب و دانہ ہو

اشکون کے ساتھ آنکھ سے لخت جگر بہے
دریا کے راستے سے مسافر روانہ ہو

نالے کو دیکے دی خبر مرگ بھی مری
قاصد کے ساتھ طائر جان بھی روانہ ہو

جنگل مین موت قیس کو آئی ہوای صبا
لیکر سنانی جانب لیلی روانہ ہو

انسان کی ہست و بود کا ہو اعتبار کیا
آتے ہی گر جہان مین عدم کو روانہ ہو

تیر نظر کا دل کو وہ تودا بناتے ہین
اُنکی ہو مشق قلب مرا کیا نشانہ ہو

ہوتی ہی دیر کوچ کو ای کاروان اشک
آنکھون سے سوے منزل دامن روانہ ہو

مارا ہی سوز ہجر نے تپ کا ہی کیا قصور
کشتہ کرین حضور اجل کا بہانہ ہو

بحر جہان مین کیون نہو انسان حباب وار
کُھلتے ہی آنکھ کے جو عدم کو روانہ ہو

پروانے کیون فغان نہ جرس کیطرح کرین
شمعون کا قافلہ جو سحر کو روانہ ہو

بلبل وہ ہون کہ آٹھ پہر رہتا ہون تباہ
دوش صبا پہ کیون نہ مرا آشیانہ ہو

کیونکر ہو بند آمد و رفت رہ عدم
دنیا مین کوئی آئے تو کوئی روانہ ہو

ہنگام مرگ کہے کوئی بات خیر کی — ہمراہ لیکے زادِ سفر کو روانہ ہو

جاری ہو بحر گریۂ احباب اسقدر — تابوت میرا صورتِ کشتی روانہ ہو

روز اک کا خون بہائے وہ ضحاک کیطرح — افعیِ زلفِ یار جو بالائے شانہ ہو

یون رازِ عشق دل سے نکلکر ہو تباہ — جیسے گلون سے قافلۂ بو روانہ ہو

رہنا ہے اس سرائین مسافر کیطرح سے — آئے جو شام کو وہ سحر کو روانہ ہو

اُس گل کی ہم نسیم خبر لادے تو مجھے — صحرا سے جلد جانبِ گلشن روانہ ہو

اونچی نظر کے تیر ہوائی نہ سمجھو تم — دیکھو نہ مرغِ روح کسیکا نشانہ ہو

ہر سمت جلوہ عاشق و معشوق ہی کا ہو — آباد ہمسے آپ سے آئینہ خانہ ہو

برباد آہ جیون سے ہوا جسطرح مرا — یارب نہ یون تباہ کوئی آشیانہ ہو

اسکو بھی ہو قرار نہ جلنے سے ایکدم — بجلی سے جل کے خاک اگر آشیانہ ہو

صیاد اسے اجاڑ کے سر پر جو لیچلے — زیبندہ مثلِ تاج مرا آشیانہ ہو

مقتول سبزہ رنگ کی تربت کیو سطے	چھایا ہوا شجر کا کوئی شامیانہ ہو
گھیرے ہوئے لحد کو مسہری گلو نکی ہو	چادر ہو چار بید کی ہون اک شامیانہ ہو
مجھ سے غریب کی نہ جلے دھوپ مین لحد	سایہ پرِ طیور کا گر شامیانہ نہ ہو
پیری کے انتظار مین ٹھہری ہوئی ہے روح	ہو جا چلے جب سحر تو مسافر روانہ ہو
یون جلد نامہ لیکے چلا میرا نامہ بر	جیسے کڑی کمان کا ناوک روانہ ہو
بانگِ جرس کی طرح نکلیو آمین ہچکیان	سوئے عدم جو قافلہ جان روانہ ہو
مرتے سے رفیق عمل کو نہ کیون لون ساتھ	تنہا کبھی نہ گھر سے مسافر روانہ ہو
نکلے بدن سے روح نہ یارب شباب مین	لٹنے کا ڈر ہے شب جو مسافر روانہ ہو

غزل ۱۳۶	اس یاد سے بدی کی تو کچھ فائدہ نہین فاخر کا ذکر خیر کبھی غائبانہ ہو	شعر ۲۴

غیرون کی تا بہ یار رسائی کبھی نہو	یون ہے وصل ہو کہ جدائی کبھی نہو

صیاد سے ہو انس جدائی کبھی نہو
مین یون اسیر ہون کہ رہائی کبھی نہو

قدمون پہ جب گرون تو نکلجاے دم مرا
ایسا ملاپ ہو کہ لڑائی کبھی نہو

اشکون سے لاکہ دھوون تو ہوتا ہے کیا بھلا
اُنکی کدورتون کی صفائی کبھی نہو

وہ جان میرے جسم مین آجائے گر کہین
پھر تا بہ عمر اُنسے جُدائی کبھی نہو

چاہون نہ گر یہین ہی تو مرا دل نہو ہدف
اے تیر عشق تیری رسائی کبھی نہو

مرتے ہوے وہ دیکھکے بولے یہ طعن سے
اس سخت جان کی اجل آئی کبھی نہو

کرنا قتل غیر کو مہندی کے ہاتھ سے
آلودہ خون مین دست حنائی کبھی نہو

باتون مین ایسی چرب زبانی دکھاؤن مین
اُس شمع رو سے مجھسے رکھائی کبھی نہو

فصل بہار مین جو سنین میرے زمزمے
پھر بلبلون کی نغمہ سرائی کبھی نہو

میرے جو اضطراب سے آئین نہ اُلٹے
پھر مجھسے برخلاف خدائی کبھی نہو

ہر صبح کاسہ لیکے پھرین ہم نہ دربدر
ہمسے تو مثل مہر گدائی کبھی نہو

وہ گر کرین حلال نہ منہدی کے ہاتھ سے — میرے لہو کا رنگ حنائی کبھی نہو
یون صاف ہو رقیب دلون کا غبار رنج — پانی مین بھی ذرا وہ صفائی کبھی نہو
رکھے قفس مین بلبل جو صیاد روز و شب — پھر عندلیب و گل مین جدائی کبھی نہو
آنکھون کے ساتھ پردہ نہین پوشیدہ ہین کرون — اس گل تلک صبا کی رسائی کبھی نہو
وحدت مین تیری جلوہ کثرت نہو اگر — پھر ایک جائی مین ہمہ جائی کبھی نہو
آزاد کر دے موت نہ آکر مجھے اگر — زندان غم سے میری رہائی کبھی نہو
سربار مجھکو شاد کرو غیر کو بھی گر — مجھسے برائی اس سے بھلائی کبھی نہو
صیاد کو جو آہ و فغان پر نہ آئے رحم — پھر اس قفس سے میری رہائی کبھی نہو
فاقون مین صبر و شکر سے بیٹھے نہ ہین کیون — قانع سے دربدر کی گدائی کبھی نہو
چاہے جو تو تو دم مین نہون دیر و برہمن — دنیا مین پھر بتون کی خدائی کبھی نہو
تصویر اپنی میرے کفن مین جو رکھدو تم — پھر تا بہ حشر تمسے جدائی کبھی نہو

رونا نہ میری لاش پہ مثل عروس تو | آنکھون پہ دیکھو دست حنائی کبھی نہو

غزل ۱۳۸

احباب و اقربا کا تو فاخر ہو ذکر کیا
دشمن کی بھی تو ہمسے برائی کبھی نہو

شعر ۳۴

بال کھولے ہوے بازار مین چلتے کیون ہو
[illegible] گھر سے سر شام نکلتے کیون ہو

چٹکیون سے دل شیدا کو مسلتے کیون ہو
ہاتھ دل لے کے کلیجا مرا ملتے کیون ہو

عرصۂ حشر مین بن ٹھن کے ٹہلتے کیون ہو
تیوری رنگ قیامت کا بدلتے کیون ہو

میری آہون مین جو کہتے ہو نہین کچھ تاثیر
پھر جگر تھام کے ہاتھون سے سنبھلتے کیون ہو

خون ہوتا ہی غریبون کے گلے کٹتے ہین
چال عشاق سے تلوار کی چلتے کیون ہو

مثل یوسف کے نہ پھنس جاؤ خریدارون مین
منھ کو کھولے سر بازار نکلتے کیون ہو

پھر کہین نوح کا طوفان نہ اٹھے عالم مین
قلزم چشم سے ای اشک ابلتے کیون ہو

تیوری غیرون پہ چڑھاتے ہین جنکی خو ہو
تمسے تیور حق و ناحق کو بدلتے کیون ہو

شمع کی گرمیون پر جاؤ نہ ای پروانو / جان دیتے ہو عبث مفت مین جلتے کیون ہو

رنج دیتے ہو کبھی اور کبھی خوش کرتے ہو / آسمانون کیطرح رنگ بدلتے کیون ہو

قاتلو دفن اسی طرح شہیدون کو کرو / خون مین ڈوبے ہو کپڑونکو بدلتے کیون ہو

بیوفا کہکے نہ اب مجھکو وفادار کہو / دیکھ چکے جب تو پھر اب نام بدلتے کیون ہو

دشمنون کو کہین بدنام نہ کر ڈالے کوئی / منھہ چھپائے ہوے راتونکو نکلتے کیون ہو

بدگمان ہون کہ نہون مین تمھین انصاف کرو / روز پوشاک نہا دھو کے بدلتے کیون ہو

لیچلو جلد سے قبر مری میت کو / کاندھا تابوت کا رستے مین بدلتے کیون ہو

صورت برگ حنا دل کبھی پسا جاتا ہی / منھہ ہی ہاتھون مین مری قبر پہ ملتے کیون ہو

کیا مرے غم مین کچھ آیا ہی رقیبون کا خیال / گرتے گرتے مری تربت پہ سنبھلتے کیون ہو

پھیرتے ہو تو وہی وہ دل مضطر میرا / غیر کے دل کو مرے دل سے بدلتے کیون ہو

بیوفائی سے ملاتے ہو وفاداری کو / ساتھ اغیار کے تربت پہ ٹہلتے کیون ہو

سرچڑہے خون نہ کہین پانوسے رفتہ رفتہ
لاشے مقتل مین شہید دن سے پہلے کیون ہو

دل مرید ازنہین ہو تو یہ کیا باعث ہے
داستان عشق کی سن سنکے بہلتے کیون ہو

پہبتی کہتا ہے مری تلخ کلامی پہ وہ شوخ
زہر افعی کی طرح منہ سے اگلتے کیون ہو

غزل ۳۱

ہو زمانہ تہہ و بالا نہ کہین اے فخر
کروٹین ہجر کی راتو نہین بدلتے کیون ہو

شعر ۲۵

تمہارے عکس نے مجنون بنادیا ہمکو
عجیب نقشہٴ حیرت دکھا دیا ہمکو

ترے فراق نے ایسا گھلا دیا ہمکو
کہ سیل اشک نے کوسون بہا دیا ہمکو

شب وصال ستایا انھین تو فرمایا
ابھی تو سوئے تھے کسنے جگا دیا ہمکو

ملا نہ جب کہین لیلی وشو نکے گھر کا پتا
جنون نے نجد کا رستا بتا دیا ہمکو

اثر کے قبر مین کرتے ذرا مسیحائی
ہلا کے شانہ نہ تمنے جگا دیا ہمکو

خدا سے ہجر کے ہمکو ابھی ہوا تھا وصل نصیب
بتون نے دونون جہان سے بٹھا دیا ہمکو

سنا تھا ہم نہیں واقف ہو مٹی دینے سے
پھر آج خاک میں کیونکر ملا دیا ہمکو

ہماری کان ہیں دشنام کے بہت مشتاق
تمہاری گالیوں نے کیا مزا دیا ہمکو

رہیں نہ غیر سے کب گرم جوشیاں سر بزم
نہ کس دن آپ نے داغ اک نیا دیا ہمکو

سدا یہ کہتے تھے دل میں جگہ تمہاری ہے
بٹھا کے پاس یہ پھر کیوں اٹھا دیا ہمکو

رہا نہ دل کے لگانے کا حوصلہ باقی
شب فراق نے ایسا ڈرا دیا ہمکو

نہ تھی جو دل میں کدورت ہماری جانب سے
تو کیوں یہ خاک میں تمنے ملا دیا ہمکو

شب فراق میں کس طرح چین سے بیٹھیں
جگر کے درد نے اٹھکر اٹھا دیا ہمکو

دیا وفا ہمیں سر چڑھا کے اس بت نے
ذلیل کر کے نظر سے گرا دیا ہمکو

کہا یہ شمع سے جلنے لگا جو پروانہ
یہ کس گناہ پہ تو نے جلا دیا ہمکو

بھلا چکور کے مانند ہم نہوں کیونکر
کسی نے چاند سا ٹکڑا دکھا دیا ہمکو

لپٹ کے سوئے تھے اک شب جو اس گل تر سے
تمام پھولوں کی بو میں بسا دیا ہمکو

نظر نہ آئے وہ انبوہ حشر مین کبھی ہین
کسی نے کھٹک نہ وان کبھی بتا دیا ہمکو

دکھا کے وہ رخ روشن جو ہو گئے روپوش
مثال آئینہ حیران بنا دیا ہمکو

ہر ایک طرز ادا پر وہ مجھ سے کہتے ہین
تمھین بتاؤ یہ کسنے سکھا دیا ہمکو

ہم اپنے ہونٹھ چباتے رہے تصور مین
کچھ انکے بوسون نے ایسا مزا دیا ہمکو

شب فراق مین آتی کبھی نہ نیند ہمین
اجل نے پانون دبا کر سلا دیا ہمکو

غزل ٣١٩

غضب کی شوخ طبیعت ہے آپکی فاخر
کہ عین جوش بکا مین ہنسا دیا ہمکو

شعر ۲۱

مزا ہی زیست کا کچھ کیا اگر حبیب نہو
قبول موت ہی جینا مجھے نصیب نہو

یہ داغ وہ ہی کہ دشمن کو بھی نصیب نہو
جدا کسی سے کسیکا کوئی حبیب نہو

سفر مین مرگ کسی کو کبھی نصیب نہو
وطن سے دور اجل سے کوئی قریب نہو

گلو نکین خار سے دلتنگ عندلیب نہو
جہان مین کون ہی جسکا کوئی رقیب نہو

جدا جنون بھی ہوا مجھ سے دشت غربت مین
مری طرح سے الٰہی کوئی غریب نہو

تڑپ تڑپ کے شب ہجر مین یہ کہتا ہون
یہ درد دل کسی دشمن کو بھی نصیب نہو

الٰہی درد مین آپ دردمندون کے
کوئی جہان مین منّت کش طبیب نہو

گلون کو توڑ نہ فصل بہار مین گلچین
اڑے چمن مین کہین خون عندلیب نہو

وہ پُر اثر مری فریاد کس لئے کہتے ہین
کہین یہ وہی ہمارا بلا نصیب نہو

چھپا ہے دام کو پھیلا کے گھات مین صیاد
چمن مین آج کہین قید عندلیب نہو

چلا ہون ٹھان کے دل مین کھینچ کے تلوار
مین ہی آج ہون دنیا مین یا رقیب نہو

نظر سے خلق کی گرتا ہے شک کی صورت
ذلیل و خوار جہان مین کوئی غریب نہو

لٹا کے زر کو یہ کہتے ہین کھول خزانون سے
کوئی جہان مین تہی دست یون غریب نہو

الٰہی مرض سے مسیحا بھی منہ چھپاتے ہین
تپ فراق سے دق آپ کیون طبیب نہو

جب آئی وصل کی ساعت اجل بھی آ پہونچی
الٰہی موت عدو کو بھی یون نصیب نہو

نہ مرگ ہی اسے بھاتی ہی اور نہ زیست ایسے
عدوے جان کسی دشمن کا بھی حبیب نہو

رہائی ہوگی خدا ہی مسبب الاسباب
گلون کی قید سے مایوس عندلیب نہو

مجھے وہ نزع کی الجھن مین دیکھکر بولے
الٰہی کرب یہ دشمن کو بھی نصیب نہو

اڑے ہے جو رزق مرے بخت کا اسیر مین
طلب پہ دانۂ زنجیر بھی نصیب نہو

مقام عرش بھی حبل الورید بھی ہی ترا
بعید ہونے پہ سمجھا کوئی قریب نہو

قبول ہجر ہو فاخر کو روز وصلت سے
پس وصال جدائی مگر نصیب نہو

ردیف ہائے ہوز

گزک مین بخت جگر کھائے کباب کے ساتھ
پیا ہی دل کا لہو مند تون شراب کے ساتھ

بھلا یہ شیب بدل ہو گیا شباب کے ساتھ
کہ جھریان رہین منھ پہ یہ ہین خضاب کے ساتھ

گزک شراب کی چاہین جو سوختہ قسمت
ہون سیخ آہ پہ بریان جگر کباب کے ساتھ

جبین و رخ کے ہو ہمراہ خال بھی روشن
چمکتا نجم بھی ہے ماہ و آفتاب کے ساتھ

حنا کا رنگ بڑھاتا ہی یون وہ بالون مین
لہو لگاتا ہی کشتون کا بھی خضاب کے ساتھ

جگر کا داغ ہو ہمراہ داغِ دل پیدا
طلوع ماہ بھی ہو آج آفتاب کے ساتھ

رجیم دل ہی مرا دھو جو بجلتے دیکھ لیا
تو خود بھی جل گیا انگارون پر کباب کے ساتھ

کیا نہ فیصلہ بسمل کے گردن و سر کا

پہ رحم آگیا قاتل تجھے عتاب کے ساتھ

غم و الم کی گھٹائیں جو دل پہ چھائی ہیں
برس رہی ہو مری آنکھ بھی سحاب کے ساتھ

مٹا ہے داغ جگر داغ قلب کے ہمراہ
غروب ماہ ہوا آج آفتاب کے ساتھ

نہ کیوں کمی بصارت ہو عہد پیری میں
گیا ہے نور نظر طاقت شباب کے ساتھ

ملے گا ذرہ نشان نہ روئے تابان پہ
ملے گی خاک سے ملا انجم و آفتاب کے ساتھ

طپش سے چین جو دم نزع میں نہ تھا کسی پہلو
تو کروٹیں بھی بدلتا ہو دل کباب کے ساتھ

سبب ہو دوری عشاق کی سو زحمت
رواں پتنگے نہیں شمع ماہتاب کے ساتھ

برے بھی اچھے ہیں نیکوں کی ہمنشینی سے
بکے ہیں خار بھی بازار میں گلاب کے ساتھ

مزے سے خوب ہی ہو سکتے ہیں لونگا سنتے میں
رہا نصیب جو بیدار اسکے خواب کے ساتھ

پیٹھ سوار کا پاس ادب کیا میں نے
چپٹ کے بوسے قدم کے لیے رکاب کے ساتھ

شراب سرکہ ہو سرکہ شراب ہو جائے
ہو انقلاب اگر اور انقلاب کے ساتھ

کرو نہ یا سو خستہ بختوں کی ہمسری غافل

غریب جل گیا رشک عجب کباب کے ساتھ

بہی علاج حرارت کا اسکی کر لینگے

مسیح چوتھے فلک پر ہیں آفتاب کے ساتھ

یہ اشتیاق شہادت ہے مجھکو ای قاتل

چلا ہوں کوسوں ہی پیدل تری رکاب کے ساتھ

رہینگے بحر جہان میں نہ ظالم و مظلوم

فنا ہے موج کو بھی دیکھئے حباب کے ساتھ

ہزاروں یوں دل سوزاں سے اٹھتے ہیں ارمان

ہجوم موج ہے جس طرح کباب کے ساتھ

فقیر جو ہیں مطیع سخی وہ قانع ہیں

بھگو کے کھاتے ہیں نان جوین کو آب کے ساتھ

تو سر کو کاٹ کے فتراک مین لگا قاتل
کہ سر کے بعد مین چلونگا تری رکاب کے ساتھ

غزل ۱۴۱	جلیگا وہ بھی جو فاتحہ مجھے جلائیگا کہ سیخ و نار بھی جلتی ہین خود کباب کے ساتھ	شعر ۲۵

گھٹا بھی برسیگی اس دیدہ پر آب کے ساتھ
اُٹھا ہی لکہ دو دشت بگر سحاب کے ساتھ

جلا جلا کے رُلاتا ہے باعث گریہ
روان ہین اشک کبابی کے بھی کباب کے ساتھ

حضور چھوڑ کے مجھکو سفر کو جائین تو
نکل کے روح بھی جائیگی باتراب کے ساتھ

قفس مین پھول بھی صیاد نے جو رکھے ہین

سکون کبھی ہے دل بلبل کو اضطراب کے ساتھ

یہ بادہ خوار ہیں حسن ملیح کے عاشق
نمک ملا کے پیا کرتے ہیں شراب کے ساتھ

حسد میں ایک ہوا ادنیٰ بھی اور اعلیٰ بھی
ہمیشہ جلتا ہے ذرہ بھی آفتاب کے ساتھ

وفا نہ ہاتھ سے دی اس نے وقت مشکل بھی
رشتہ آگ پہ رشتہ ہوا کباب کے ساتھ

ہوئی ہے عقدہ کشائی نظارۂ رخ سے
کھلی ہے دل کی گرہ بندش نقاب کے ساتھ

ثمر رفاقت گل کا یہ طرفہ پایا ہے
عرق بھی خار کا کھینچا گیا گلاب کے ساتھ

ہوا ہے رحمتِ غفار کا کرم مجھ پر
عذاب میرے سب بدل ہوئے ثواب کے ساتھ

جلا ہے یوں دلِ سوزاں میں مل کے تارِ حیات
کہ جیسے آگ پہ سیخ جلے کباب کے ساتھ

عرق میں غرق ہوں تا سینہ کیوں نہ محشر میں
طپش ہے داغِ جگر کی بھی آفتاب کے ساتھ

شراب سرکہ ہے جب بھی نہ جام ہاتھ آئے
نئی یہ گردشِ دوران ہوا انقلاب کے ساتھ

کروں میں عشق حسینوں کا فصلِ شیب میں کیا
وہ ولولہ ہی نہ دل کا رہا شباب کے ساتھ

خوشی میں جامے سے باہر نہ ہو کے تنگ ہو

بہر سنہ تمتو ہوشش پہ حجاب کے ساتھ
باب ہے پہچان تیران چشم عاشق کا
تر الک اسکی جو تولی گئی گلاب کے ساتھ
جو آب و دانہ قفص میں دیا ہے بلبل کو
مگر ہی کال بھی صیاد قحط آب کے ساتھ
ثبات عمر ہے اہل رفیع کا ظاہر
فلک فنا ہوا گنبد حباب کے ساتھ
نبائے رستم ہم ہوش مست ہنر کا
فریب کی بات ہے دل بھی جلا کباب کے ساتھ
تو اک اس شکر زکیہ گر کردن میں قسمت تمر
ملی ہے یار جو بین سحر میں آفتاب کے ساتھ

ہمارے وصل میں شرما کے کیوں نہ بوسے لیں
کہ دو لو لبھی تو رکھتے ہیں وہ حجاب کے ساتھ

اجل ہو بادہ کشوں کی فراق ساقی میں
پیا ہو جام قضا ساغر شراب کے ساتھ

کیا حلال مجھے نیچی نظروں سے
گلے پہ تیغ نظر کی چلی حجاب کے ساتھ

غزل ۱۴۴	انھیں کا میں ہوں وہی مجھکو بخشوا لینگے جناں میں جاؤنگا قنبر بوتراب کے ساتھ	شعر ۳۴۴

صرصر رہی سفر میں جو چھیڑنا تو انکے ساتھ
اڑتا رہا غبار رہِ کاروان کے ساتھ

جھک کر چلا خدنگ کوئی کمان کے ساتھ
کاوش نہ کیوں ہو چرخ فلک کو انکے ساتھ

برباد کرینگے مجھے آشیان کے ساتھ
گلچیں بھی ہو گیا ہے عدو باغبان کے ساتھ

گل ہی نہ عندلیب ہی مجھ ناتوانکے ساتھ
اڑتا پھرا ہون تنگ چمن برگ خزانکے ساتھ

واماندگان کا سا حال یہ ہی کاروانکے ساتھ
اٹھ اٹھ کے گرد گرتی ہی مجھ ناتوانکے ساتھ

ابرو کشیدہ مجھ سے ہی ٹیڑھی نگاہ ہے
ناوک بھی ہو گیا ہی خمیدہ کمانکے ساتھ

ملتا نہین خزان مین عنادل کا پر تلک
یون اڑ گئے ہین رنگ گل بوستانکے ساتھ

اٹھ اٹھ کے اپنی قبر سے میدان حشر مین
آئے ہین غول دلشدگانکے فغانکے ساتھ

فصل بہار مین جو اسیری کا خوف تھا
اڑتا پھرا ہون طائر رنگ خزانکے ساتھ

دشنام دیکے بزم مین مارا رقیب کو
چلتا ہی انکا ہاتھ بھی انکی زبانکے ساتھ

کہتے ہین جانکنی مین وہ اپنے مریض سے
آنکھین بھی تیری بند ہوئی ہین زبانکے ساتھ

رکھتا ہی پھول میرے نشیمن مین توڑکے
اک عشق ہو گیا ہی مجھے باغبانکے ساتھ

بھیجیگی مجھکو قبر مین یہ بھی اسی طرح
دشمن مری زمین بھی ہوئی آسمانکے ساتھ

قلب و جگر سے ہجر مین شعلے بلند ہین
منھ سے دھوان نکلتا ہی آہ و فغانکے ساتھ

شاہد ہین مہر و ماہ مرے اتحاد کے
ذرات مین ہون سایہ پرتو جانان کے ساتھ

بولے وہ ہاتھا پائی پہ منت پہ وصل کی
چلتے ہین ہاتھ پانون بھی تیغ زبان کے ساتھ

خط سبزہ گل عذار مین بوٹا سا ہو وہ خط
گویا روش ہو باغ بھی سرو روان کے ساتھ

سوز تپ فراق نے یون تن گھلا دیا
اک جا پرست رہا ہو فقط استخوان کے ساتھ

اے باغبان جلا کے لیے سیر دیکھ تو
یہ باغ بھی جلیگا مرے آشیان کے ساتھ

دم مین مکان گور مین پہونچا دیا مجھے
احسان کیا یہ موت نے مجھکو ان کے ساتھ

صبح شب وصال اگر وہ سب چلے گئے
مین بھی فغان بلند کرونگا اذان کے ساتھ

مجھکو بھی ایک یوسف خوبان کی ہو تلاش
مین بھی ہون نالہ زن جرس کاروان کے ساتھ

اٹھتے ہین گرد باد بیابان مین متصل
چکر مین ہو زمین بھی کی آسمان کے ساتھ

گویا صدا یہ آتی ہو کسری کے طاق سے
مٹی مین ملگئے ہین نگین بھی مکان کے ساتھ

تیرے غضب کے اور اشارہ بلا کے ہین
تیر نظر بھی چلتے ہین تیغ زبان کے ساتھ

گلگیر وقت شمع میں ہو نہ کیونکر جبلی کٹی	منہ پھٹ بھی ایسا چاہیے الیسی بانکے ساتھ
صبح شب وصال وہ جھپٹے کے اب نہیں	آئی صدا مرغ سحر بھی اذان کے ساتھ
گویا یہ ہچکیوں کی صدا ہے دم اخیر	دم بھر ہوا اور رہے تن نیم جان کے ساتھ
اللہ رے لاغری مریض تپ فراق	جنبش تمام تن کو ہے نبض روان کے ساتھ
قاتل نہ کھینچ تیر دل غم پسند سے	جان میری جائیگی اس میہمان کے ساتھ
آتے ہی دل میں تیر کے زخم گل کھلے	اس باغ میں بہار بھی آئی خزان کے ساتھ
لینی ہے جان اگر تو جفا میں نہ کیجیے	سو سو نہ امتحان ہوں اک امتحان کے ساتھ
مجھ ناتوان کی رفعت و پستی سفر میں ہے	اٹھکر گرا ہوں گرد رہ کاروان کے ساتھ

گرد ملال ملکے اٹھی دود آہ سے
فاخر زمین بلند ہوئی آسمان کے ساتھ

غزل ۱۴۳	ردیف یای مثناۃ تحتانیہ	شعر ۴۴

ذرّے جو میری خاک کے سوئے فلک گئے
اہلِ زمیں یہ سمجھے ستارے چمک گئے

تربت پہ اشکِ گرم جو اُنکے ٹپک گئے
کچھ اور میرے دل کے پھپھولے پک گئے

نالے جو خوفناک مرے تا فلک گئے
کانوں پہ ہاتھ رکھ کے فرشتے جھجک گئے

پہلو سے میرے وصلِ من جب وہ سرک گئے
بو سے فراق آنے لگی ہم کھٹک گئے

جب آئے اس طرف کو کچھ آنسو ٹپک گئے
پانی کے چھینٹے ابر لحد پہ چھڑک گئے

دم توڑتے وہ دیکھکے مجھکو جھجک گئے
بالیں سے میری خوف کے مارے سرک گئے

خورشید داغِ ہجر کا اللہ رے اثر
دل عاشقوں کے بار کے مانند پک گئے

گھر سے سفر کو جاتے ہی خستہ میں ہو گیا
دو گام چلکے پانوں سرِ دست تھک گئے

اس مہ جبین کے پرتوِ مہرِ عذار سے
ذرّے زمین کے نجم کی صورت چمک گئے

گیسو جو ہٹ کے ماتھے پہ افشاں نظر پڑی
بادل ہٹے تو چرخ پہ تارے چمک گئے

پوشاک بلگجی ہوکے اُجلی ہو یار کی
نکلا وہ جب طریق سے رستے مہک گئے

عشق شرہ بکا دل ہی مرے آج اثر ہوا
مدت سے جو گڑے تھے وہ کانٹے کھٹک گئے

اس گل کے بو سے جسم نے گلشن بسا دیا
کلیوں سے پیرہن کی گل تر مہک گئے

آہوں کو ضبط کرکے جو گرم شتاب پیگیا
کچھ اور شعلے داغ جگر کے بھڑک گئے

ثابت قدم رہا ہو ترے امتحان میں کون
ہم کیا ہیں پانون کوہ کے بیچ سے سرک گئے

باتیں ہوئے وصال ہنسی کی جو میں نے کین
دل میں وہ مثل طائر بسمل پھڑک گئے

سر سے چلینگے جادہ شمشیر پر ضرور
اچھا ہوا جو بھاگنے کو پانون تھک گئے

بہکانے میرے ساتھ چلے آئے شہر میں
خود آج راہ غول بیابان بھٹک گئے

برق جہندہ بنکے نہان ابر میں ہوئے
دل کے شرارے آہ میں جب تا فلک گئے

انکو نجانے آگیا رستے میں کیا خیال
کیون آتے آتے قبر پہ میری ٹھٹک گئے

جانون پہ عاشقوں کے گرین کیون نہ صاعقے
جب مسکرائے وہ در دندان چمک گئے

دریا سمائے کوزے میں سچ ہے محال ہے
جوش بکا میں آنکھوں سے آنسو چھلک گئے

عشق فرہاد کا اور اثر جاتے نہیں
کچھ خار تیشہ جو دل میں پہاڑ سے کھٹک گئے

آیا نہ غش سے ہوش مریض فراق کو
وہ آ کے بیٹھے پہ گو عرق گل چھڑک گئے

ذرے ذرا جو وادی وحشت میں آ گئے
دم آہوؤں کے پھول گئے پاؤں تھک گئے

کیوں رو رہے ہو بیکسی بھی یہ مجھ خستہ حال کی
منزل ہوئی نہ ختم مگر پاؤں تھک گئے

پھولوں کے ٹوٹنے پہ عنادل جو رو دیے
مارے ہنسی کے باغ میں گلچیں پھڑک گئے

فرہاد کے لہو میں حرارت تھی اسقدر
ٹکرا کے جو پہاڑ سے پتھر چٹک گئے

بادِ نسیم یاد مصوم انکو ہو گئی
شبنم سے جام زیست گلوں کے چھلک گئے

ثابت ہو مسرت فیض نسیم سے
پالیدہ پھول ہو گئے غنچے چٹک گئے

شاید یاد ہو گیا دل بیتاب نے مرے
پہلو سے اٹھ کے آپ ادھر لیٹ سرک گئے

اس مہ کی دید میں مرزہ ہو گئی
پرتو سے زخم قلب و جگر کے چمک گئے

بے صبری اسقدر نہ کسی کو ہو زیر تیغ
قاتل کے ہاتھ میرے تڑپنے سے تھک گئے

صبح شب وصال زوال کا ہوا جو شور
سینہ نہین سنکے دونون کلیجے دھڑک گئے

شدت ہوئی جو ورد جگر کی پس فنا
ذرے ہماری خاک لحد کے چمک گئے

مرنے کے بعد آنکھیں جو میری کھلی رہین
اُن کو گمان یار کو کیا کیا نہ شک گئے

ویران کی گھر کیان لگ گیا تاکی دیکھیان
کیا کیا ہوا نہ حال جو اُس در تلک گئے

عشق میں شرہ بہین دل کو چڑھا تا وہ داریہ
اچھا ہوا نہ ہم در دلدار تک گئے

کی ہین نے راہ ملک عدم عمر بھر میں طے
کن مشکلون مین منزل مرقد تلک گئے

افلاک کے پھپھولون میں کیونکر ہو خلش
ہم زار قتل خار دلون مین کھٹک گئے

کہتی تھی نازکی یہ حسینان دہر کی
رنگ حنا کے بار سے یہ ہاتھ تھک گئے

دل سے غبار رنج کو دھویا انھون نے یون
آ کے آب اشک لحد پر چھڑک گئے

سچ ہی شریک حال یہ ہین نہین کوئی
وقت فشار قبر فرشتے سرک گئے

پڑھنے لگے جو شاہد گل یا تمہین غزل

غزل ۱۴۴	فاخر کے شور سنکے عنادل بچھڑ گئے	شعر ۲۵

خدا کریم ہی زاد سفر نہین نہ سہی
پہونچ ہی جائینگے منزل پہ زر نہین ہی سہی

سوال وصل پہ کہدین اگر نہین نہ سہی
دہن تو ہو گیا ثابت کمر نہین نہ سہی

ہمارے دلکی رگون مین گذر نہین نہ سہی
قفص مین طائر تیر نظر نہین نہ سہی

جنازہ دیکھ کے مرنے کو تو وہ سمجھینگے
ہمارے حال مرض کی خبر نہین نہ سہی

دو سار دل سے کے ہو تو وہ اک اشارہ نہین
جگر کے پار خدنگ نظر نہین نہ سہی

خزان تو رنگ جمائیگی میرے سینے مین
بہار پر گل زخم جگر نہین نہ سہی

مزا ملیگا اسی سے مجھے تڑپنے کا
ہی درد قلب تو درد جگر نہین نہ سہی

ہمارے نالون سے سینے پہ ہاتھ کیون رکھا
یہی ہی بس جو زیادہ اثر نہین نہ سہی

حضور طائر دل کا تو کر لیا ہی شکار
اسیر دام جو مرغ نظر نہین نہ سہی

ہمارا بخت نہ الٹا ہو خیریت ہی یہی
اس آسمان کی جو سیدھی نظر نہین نہ سہی

سیاہ خانۂ دل میں چراغ ہو داغوں کی — اندھیری رات میں شمس و قمر نہیں نہ سہی

ابھی تو چشم تصور سے دیکھ لیتے ہیں — وہ چار آنکھ کی نظر سے نظر نہیں نہ سہی

ہم اپنی جان تو دیدینگے عشق باز ہیں — محبتون کا کسی پر اثر نہیں نہ سہی

جگر کے داغ تو جلتے ہیں قبر کے اندر — لحد پہ شمع ضیابار اگر نہیں نہ سہی

گدا کی طرح بسر ہوگی عمر دو روزہ — پڑے رہینگے کسی در پہ گھر نہیں نہ سہی

صدف سے آنکھ کا میری بھی اشارہ ہے — ملے ہیں اشک تو بچھاو گہر نہیں نہ سہی

مزے سے ہم لب دندان کے بوسے لیتے ہیں — نصیب گر ہمیں شیر و شکر نہیں نہ سہی

ہماری جان تو جاتی ہے اُنکے قدمون پہ — انھیں فقیر کی محبت اگر نہیں نہ سہی

گجر بجائیگی دھڑکن تو دل کی ہجر کی شب — صدائے نالۂ مرغ سحر نہیں نہ سہی

کبھی تو تھے مرے قابو میں اے جنون دونون — اب اختیار میں قلب و جگر نہیں نہ سہی

ہوا کے جھونکو نہیں ہیں پر اُڑ کے جاونگا — یون اُسکی بزم میں پہر اگر نہیں نہ سہی

بسانِ سنگِ در اُتو میں نالے کرتا ہوں	غبارِ قافلہ آسا سفر نہیں نہ سہی
بخارِ دل کا نکلتا ہوا ہیں بھرنے سے	کسی کے قلب و جگر پر اثر نہیں نہ سہی
مثالِ شمع جہاں سے ہم آپ جاتے ہیں	شبِ فراق کی پیدا سحر نہیں نہ سہی

غزل ۱۴۵	خوشی سے روکینگے سینے پہ تیغ قاتل کی بچانیکے لیے فاخر سپر نہیں نہ سہی	شعر ۲۴

کم نہیں تیغ ادا و ناز مرنے کے لیے
آستیں اُلٹے ہوئے ہیں ذبح کرنے کے لیے

جان دونگا عاشقوں میں نام کرنے کے لیے
منع کرتے ہیں مجھے کیوں آپ مرنے کے لیے

ہو توقف اس زمانے میں گذرنے کے لیے
سب عدم سے خلق میں آتے ہیں مرنے کے لیے

اُسکے کہنے کا کبھی مجھکو یقین آتا نہین

وعدۂ وصلت وہ کرتے ہین مکرنے کے لیے

دل تو لیکر ہو چکے منکر جگر بھی لیجیے

کوئی پہلو اور پیدا ہو مکرنے کے لیے

ای زمین قبر پاؤن بھی دبا دیکر فشار

تیرے گھر مین آئے ہین آرام کرنے کے لیے

ای ہوا لیجا نہ تربت سے کہین میرا غبار

کیون اُڑاتی ہے اسے برباد کرنے کے لیے

قید خانے سے رہا ہو کے دیوانے تیرے

مجنون کو چلے آباد کرنے کے لیے

سر اُٹھا کر یہ صدا دیتا ہے مجنون کو حباب

بحرِ فانی میں ہم آئے ہیں گذرنے کے لیے

شانۂ زلفوں میں شبِ وصلت کرو موقوف تم

دن بہت ہوا ہی پری پیکر سنورنے کے لیے

عندلیبو آشیانوں سے ابھی آنا نہ تم

دام پھیلے ہیں چمن میں قید کرنے کے لیے

رکھ سکا ہی جراح تو زنگار کا پھاہا کوئی

زخم یہ وہ ہیں نہیں کھائے ہیں بھرنے کے لیے

مقتضائے کمسنی ہی سانپ سمجھے ہیں اگر

کھولتے زلفیں نہیں وہ شب کو ڈرنے کے لیے

شمع کی صورت ہو تم عشاق ہیں پروانہ وار

خلق میں پیدا ہوئے ہیں تجھ پہ مرنے کے لیے

کاسۂ زانو ہین کیا صورت نظر آتی نہین
آئنہ مانگا ہی کیون تمنے سنورنے کیلیے

روکتا سینے پہ ہین شوقِ شہادت ہین اُسے
تیر آتا اگر مرے دل سے گذرنے کیلیے

تیغ کے کھنچتے ہی بہاگے سامنے سے غیر کیون
تم تو کہتے تھے کہ آمادہ ہین مرنے کیلیے

دیکھکر آئینے مین ابروچڑھاتے ہو عبث
خنجر کھینچا ہی کسکے قتل کرنے کیلیے

بارِ احسان سے الٰہی تو سبک کر دے مجھے
قبر مین اُترے ہین وہ میت کو دھرنے کیلیے

جان بری بیماریٔ اُلفت سے مشکل ہی میری

مرتے مرتے پہنچ گیا ہون قبر پر مرنے کے لیے

چھوڑنے کو تیرے جیتا تجھکو ہو مگر

ہاتھ مین تیغ لیے ہو پر کرنے کے لیے

خون ناحق کے نشان دامن سے کیون دھوتا ہو تو

کہ کرتا ہی قیامت مین مکرنے کے لیے

بیکسی کشتۂ حسرت یہ اُسے کہتی ہے

تم نہین چلتے ہو میت دفن کرنے کے لیے

غزل ۱۴۸	شغل فاخر شعر گوئی کا تجھے و نرات ہو روز کہتا ہی غزلین مشق کرنے کے لیے	شعر ۲

وہ چھیڑنے کے لیے مجھپہ گر جفا کرتے نکلتا دم سر بالین اگر جفا کرتے	پھپھولے پھوٹ کے دل مین بہا کرتے مزا تھا جب وہ ادا کرتے ہم تمنا کرتے

اگر وہ آتے تو مرکر بھی ہم وفا کرتے
غبار قبر سے تعظیم کو اٹھا کرتے

یہ عادت انکی نہ جاتے نہ میری خو جاتی
وہ ظلم و جور و جفا اور ہم وفا کرتے

جو ہوتے نالہ کنان ہوتے قافلے ساتھ
بلند شور فغان صورت درا کرتے

بھلا دو جیتے در باغ و غم سے مجھے
سلوک اور بھلا کیا اب آشنا کرتے

بتوں کو چشم بصیرت سے دیکھ لیتے اگر
تو بتکدوں میں برہمن خدا خدا کرتے

کہیں جو آپکے دیوانے آتے محشر میں
اک اور حشر قیامت میں وہ بپا کرتے

لہو بہاتے وہ مہندی لگاتے ہاتھوں سے
ہمارے خون کو زینت بہ رہ حنا کرتے

فلک کبھی گردشیں دیتا ہمیں جو شام پگاہ
بلند شور فغان مثل آسیا کرتے

نہ دیتا بوسہ اگر وہ نہ دیتا عارض کا
ہم اتنی بات پہ کیوں یار کو خفا کرتے

کچھ اور رہو تا ہمارا نام قاتلو روشن
بسان شمع اگر تن سے سر جدا کرتے

نجات خانہ صیاد سے کبھی باہر
بہار میں کبھی اسیری سے گزرا کرتے

لگاتے داغ امیر ہیں ہم فقیر یکا — جو ملتی مسند زر زیب بوریا کرتے

ہمیں جو بوسہ رخ دیتا وہ شہ خوبان — تو ہم فقیر ترے واسطے دعا کرتے

سر مزار جلاتے اگر وہ آکے چراغ — لحد میں ساتھ پتنگوں کے ہم جلا کرتے

بٹھاتا ہمکو اگر ایک رات پہلو میں — اٹھا کے ہاتھ ترے واسطے دعا کرتے

کشاں کشاں مجھے لیجاتا در دولت — رسائی اتنی مرے بخت نا رسا کرتے

تمہارے ہاتھ کے چھلے اڑا کے لے گئے — کبھی تو یہ سرقہ سارق حنا کرتے

غزل ۱۴۱	تڑپتے حسرت و ارمان و آرزو وفاخر دل حزین کو جو پہلو سے وہ جدا کرتے	شعر ۱۲

کسیکے نام پہ جان حزین فدا کرتے — ہم ایک اہل وفا تھے نہ کیون وفا کرتے

زبان جلتی اگر شکوہ جفا کرتے — مجال کیا تھی ہماری جو ہم گلا کرتے

خیال وحشت نوردی نہیں اگر کرتا — تو دل کے آبلے کیون پھوٹا کیا کرتے

جو اُس دہان و کمر کا خیال آ جاتا
تو زندگی ہی میں کچھ ہم فنا فنا کرتے

تو سب پہ دوڑ کے چلا آتا کوئی دھوکے سے
کسی کی در پہ فقیرانہ ہم دعا کرتے

اٹھے جو زندگی جسم ضعیف دکھلاتی
تو ہم بھی خاک سے کچھ جذب کہربا کرتے

نفس جو کھینچتے ہنگام فکر مثل نسیم
ریاض نظم میں گلہائے نو کھلا کرتے

ہمارے ساتھ والیوں کو درد سر ہوتا
ہم اپنے درد جگر کی اگر دوا کرتے

انھی سے پیکیوں کو داد ملتی روز جزا
خدا سے ظلم تمہارا نہ کیوں گلا کرتے

لحد میں سوز دروں سے جو استخوان جلتے
مثال شمع مرے نقش بھی بہا کرتے

قفس بدست ہی چپکے ہی چپکے فغان کرتی لیے
نہ صبح صبح کے صبا دکھ خطا کرتے

بگاڑ دیتی ہوا انکی بنی ہوئی زلفیں
ہمیں جو ملتی تجھے جو بس ادا ہوا کرتے

ننگ سے ہو نہ کیوں خار رہتے پانوں میں
جو آپ لے اثر جذب کہربا کرتے

جو تجھ فقیر کے ہاتھ آتا اے شہ خوبان
تو نقش پا کو ترے نقش بوریا کرتے

شمیم گیسوئے مشکین کبھی نہ یہ لائی
ضرور حشر مین ہم شکوۂ صبا کرتے

سکھا گیا ہی تبسم کسی پری کا انھین
چراغ قبر عدو پر نہ کیون ہنسا کرتے

کسی کی آنکھ کا سرمہ چھٹا ہوا لیکر
چمن مین نرگس بیمار کی دوا کرتے

ہماری خاک بھی برباد ہوکے تڑپاتی
غبار صورت درد جگر اٹھا کرتے

غزل

یگانون ہی سے شکایت جہان مین تھی ہم کو
جفائے یار کا فاخر نہ کیون گلا کرتے

شعر ۲۶

اک زمانہ ہی ترے غیظ کا بسمل ہوجائے
کھنچے ابرو جو ترا خنجر قاتل ہو جائے

اک تو مشکل تھی مجھے اور بھی مشکل ہوجائے
دور پہلو سے شب ہجر اگر دل ہوجائے

دل تمہارا اگر اس قلب پہ مائل ہوجائے
میرے پہلو سے پھر اٹھنا تمھین مشکل ہوجائے

آئینہ گر رخ روشن کے مقابل ہوجائے
ابھی دعوی تری یکتائی کا باطل ہوجائے

خون بہ بہکے شہیدونکا جو شامل ہوجائے
باڑھ پہ آب دم خنجر قاتل ہو جائے

رخ پہ پردے کے چھپیں گرد جو حائل ہو جائے
چشم مجنون سے نہان صاحب محمل ہو جائے

حشر میں قتل شہیدان کی علامت ہو گی
خون میں آلودہ اگر دامن قاتل ہو جائے

ساتھ ناقے کے نہ دوڑا بہت اسکو لیلی
تہ و بالا دل مجنون سے نہ محمل ہو جائے

مجھ پریشان کو ستاتے ہو عبث غیر و نمین
ای پری دیکھ نہ برہم تری محفل ہو جائے

پردۂ گوش گلون کے ابھی پھٹ جائیں صبا
بار کانون پہ اگر شور عنادل ہو جائے

ای خدا تنگ میں اس دل سے بہت آیا ہون
بدلے اسکے مجھے ایک اور عطا دل ہو جائے

قصر فردوس نہیں کلبۂ احزان میرا
آکے مہمان جو وہ حور شمائل ہو جائے

خوب ہے صحبت رخسار کے لب میں ہو نہیں
ہاتھ یہ گر کسی گردن میں حمائل ہو جائے

غیر کو تیغ سے خنجر سے مجھے قتل کرو
خون دشمن میں مرا خون نہ شامل ہو جائے

بدر گھٹ کے خجالت سے ابھی ہو ہلال
تیرے رخ سے جو مقابل مہ کامل ہو جائے

آہ و زاری جو کریں بیٹھ کے ہم گریان
ایک طوفان غضب کا لب ساحل ہو جائے

پاس بیٹھے نہ ذرا بھی ہوا گر زاد سفر
پھر کٹھن کیون نہ عدم کی تجھے منزل ہو جائے

یہ بھی ہوتی ہے روان انکی طرح خشکی مین
کشتی مے سے نہ کیون کشتی ساحل ہو جائے

قدر عاشق کی مہربان ہو اسدم تجھکو
لطف تب ہے جو ہمارا سا ترا دل ہو جائے

عید قربان کیطرح گردنین لاکہون جو کٹین
مثل بازار منا کوچہ قاتل ہو جائے

کوزہ گر لیکے اسے جام بنا دے یارب
خاک میری لب جان بخش کے قابل ہو جائے

قیس کہتا کہ لیلی جو ان آنکہون مین چھپے
سات پردون مین نہان صاحب محمل ہو جائے

خوبرو کا اسے لکھا ہے نہ آئینہ دیکھ
خود نہ وارفتہ کہین تجھپہ ترا دل ہو جائے

آئینہ دیکھ تو رخ میرا ملا کر رخ سے
عکس عاشق کا ترے عکس مین شامل ہو جائے

غزل ۱۴۵	اے بتو سخت کلامی نہ کرو فاخر سے سنگ سے چور نہ شیشے کیطرح دل ہو جائے	شعر ۲۵

اُنکے مجنون کے لیے دُہری مصیبت ہو جائے
قد سے گیسو جو بڑے اور قیامت ہو جائے

مثلِ دشمن جو احبا کی طبیعت ہو جائے
ایک سے ایک کو پھر کیون نہ عداوت ہو جائے

بوسے اون جو لون اور قباحت ہو جائے
ابھی واللہ مری شکل سے نفرت ہو جائے

دعویِ یکتائی کا مٹجائے خجالت ہو جائے
آئنہ دیکھو تو کچھ اور ہی صورت ہو جائے

میرے پہلو سے جو اٹھنا تجھے وقت ہو جائے
اگر تیرے دل کو مرے دل سے محبت ہو جائے

زندگانی کی کوئی یاس مین صورت ہو جائے
بوسۂ صفحۂ رخسار عنایت ہو جائے

زہر کھا کے ابھی مرجاؤن ترے سر کی قسم
جان دینے کی اگر مجھکو اجازت ہو جائے

غول کے غول جو آئین ترے دیوانون کے
حشر مین حشر قیامت مین قیامت ہو جائے

دونون جانب ہو اگر عشق مجازی کا اثر
مجھے اُنسے تو اُنھین مجھسے محبت ہو جائے

شب فرقت کو شبِ وصل تصور مین کرون
مجھے مجنونکا جو لیلی سے محبت ہو جائے

بوسے مانگے جو کئی بار تو مجھسے یہ کہا
مانگنے کی کہین کمبخت نہ عادت ہو جائے

ٹوک دے ابرِ بہاری جو مجھے رونے مین
باڑھ سے پر اور یم جوششِ فرقت ہو جائے

ہجر مین گیسوے شبرنگ کا آے جو خیال
مثل ظلمات سے تیرہ شب فرقت ہو جاے

وعدۂ وصل کا اقرار تو کر پھر سے مجھسے
تیری باتون سے عیان تیری فطرت ہو جاے

بیمثالی نہ رہے اپنی مثال آے نظر
آئنہ دیکھ سکے اس شوخ کو حیرت ہو جاے

اضطراب مین وہ اُدھر آتش فرقت سے جلے
شمع و پروانہ کی صورت جو محبت ہو جاے

ساتھ آہون کے پریشان ہو دھوان بن نکلے
دل کی برباد کہین گرد کدورت ہو جاے

دور کیا ہی جو زلیخا کی جوانی کی طرح
چشم یعقوب مین بھی عود بصارت ہو جاے

ذکر لیلی و زلیخا کا اگر باہم ہو
قصۂ قیس کبھی یوسف کی حکایت ہو جاے

جمع سب وعدۂ فردا پہ ہوے ہین عشاق
حشر مین منہ نہ دکھاؤ تو قیامت ہو جاے

طرح دینا نہ انھین اپنی مروت سے کبھی
حاسدون کو نہ کہین اور جسارت ہو جاے

ضد یہی ہے کہ ہمین کو کہو سب اچھا
ایسی طفلانہ کسیکی نہ طبیعت ہو جاے

نظم مین ڈھونڈھو سہارا تو کسیکا نہ کبھی
دیکھ اورونکی نہ محتاج طبیعت ہو جاے

بہتر اپنے سے کسی کو جو نہ سمجھے انسان
شان ہیں یون کبر کی خصلت ہو جائے

خاک پھر شکل صفائی کی نظر آئے بھلا
زنگ آئینہ اگر دل کی کدورت ہو جائے

بس یہی حشر مین امید رحمت حق باقی ہون
یہ گنہگار بھی اب داخل جنت ہو جائے

غزل ۱۵۰

فیض نور محمد پاک علی سے فاخر
کور بھی آئے تو آنکھون مین بصارت ہو جائے

شعر ۴۵

شور فریاد ہے برپا یہ مصیبت کیا ہے
در پہ انبوہ یہ کیسا ہے قیامت کیا ہے

اپنے بیمار تپ ہجر سے نفرت کیا ہے
آکے پوچھا نہ کبھی آپ نے حالت کیا ہے

مجھ سے خاموش ہو کیون دل مین کدورت کیا ہے
شکل آئینہ حیران یہ صورت کیا ہے

خاک مین کسکو ملانے کو تم آئے ہو
گرد آلودہ ہین رخسار یہ صورت کیا ہے

دولت حسن نہ کچھ آپکی گھٹ جائیگی
بوسہ دیدو جو مجھے رخ کا قباحت کیا ہے

وصل مین مین جو ستاتا ہون تو یہ کہتے ہین
چھیڑنے کی تجھے کمبخت یہ عادت کیا ہے

فخر کرتا ہون محبت پہ تو وہ کہتے ہین
ہی جس الفت پہ تجھے ناز وہ الفت کیا ہی

واعظا اس فتنۂ محشر نے کیا تو نے سن
اب بتا دے مجھے تو اور قیامت کیا ہی

عکس آئینہ مین یہ تمھارا ہی نظر آتا ہی
آئینہ دیکھکے آتی تجھے حیرت کیا ہی

نیک نامی ہو اسی کی جسے بدنامی ہو
راہ الفت مین جو ذلت ہو وہ ذلت کیا ہی

جانتا ہون کہ وہ بدخو ہی بگڑ جائیگا
خواب مین بوسۂ رخ لون مری ہمت کیا ہی

ہاتھ سینے پہ مرے رکھکے وہ فرماتے ہین
ابھی جلاؤ وہی درد کی شدت کیا ہی

سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہین وہ حسن عصمت
آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھو یہ خجالت کیا ہی

زخم کھا جگر و قلب مرے ہنستے ہین
خندہ زن آج چراغ سر تربت کیا ہی

جان لب پر آگیا ہین ضعف سے مرتے مرتے
اب نکلتا نہین دم کتنی نقاہت کیا ہی

اسکی چھینٹون سے لگی آگ سمندر مین
دیکھ جلا دے مرے خون مین حدت کیا ہی

جوش امواج مضامین معانی کا ہو
جو نہ دریا سی روان ہو وہ طبیعت کیا ہی

وصل مین بھی نہین اسباب تزئین پہ نظر
شانہ و سرمہ و آئینہ سے نفرت کیا ہے

رات ہی سے وہ چلے گھر کو تو مین نے یہ کہا
صبح ہونے دو چلے جانا یہ عجلت کیا ہے

شام سے صبح تلک دونون بلا کرتے ہین
شمع و پروانہ مین دیکھو تو محبت کیا ہے

یان بھی عشاق کو دیدار دکھاتا نہین تو
اس سے بڑھکر کوئی محشر مین قیامت کیا ہے

نازکی مین صفت گل ہین تمھارے عارض
ہنسکے فرمایا کہ پھولون مین نزاکت کیا ہے

دیکھکر نزع کی الجھن کو وہ یہ کہتے ہین
کرب اسوقت یہ کیسا ہے اذیت کیا ہے

غزل ۱۵۱

وہ تو غیرون پہ مرین ہم تو دیے جا فاخر
اس سے بڑھکر کوئی دنیا مین حماقت کیا ہے

شعر ۲۶

کھنچی ہین بزم مین انکی بھوین بھی خنجر بھی
خفا وہ مجھ سے ہین چین بر جبین ہو بستر بھی
وہ میرے حق مین ہین جلاد بھی ستمگر بھی

روان ہے تیغ بھی گردن پہ اور خنجر بھی
وہ جام و آئینہ ہاتھوں میں لے کے کہتے ہیں
نظر میں پھر گئے جمشید بھی سکندر بھی
بڑے ہی چین سے فرش لحد پہ سوتے ہیں
ہے تکیہ خشت کا بھی اور کفن کا بستر بھی
حریص ہو کے یہ پیر مغاں سے کہتے ہیں
پلا دے جام بھی خم بھی سبو بھی ساغر بھی
تمہارے عارض روشن کو دیکھ لے وہ اگر
اٹھا کے پھینک دے آئینہ خود سکندر بھی
گری ہے راہ میں برق اس پہ کوہ غم اسیر
ادھر یہ دل بھی ہے بیتاب اُدھر کبوتر بھی

وہ چند عاشق بینوش کیوں نہوں مدہوش
ہو دور چشم حسیناں بھی دور ساغر بھی

حضور سے تو کوئی شے مجھے عزیز نہیں
جگر بھی قلب بھی حاضر ہے جان بھی سر بھی

مثال برق چمک کر چھپا ہے آنکھوں سے
رہا شباب نہ دار فنا میں دم بھر بھی

خدا کا شکر پسیجا دل بتان حسین
اک آہ گرم سے پانی ہوا ہے پتھر بھی

تمہاری گھر کی ہے قصر خیال سے بھی بلند
بنا سکیگا نہ دیوار یہ سکندر بھی

تمہارے عہد میں یوں رحم ہو میں دیوانے

اگائین ڈھیلے بھی اطفال اور پتھر بھی
وہی بچائے تو کشتی بچے زمانے کی
ہماری جوشش پہ آنکھین بھی ہین سمندر بھی
کبھی قفس مین دیا آب و دانہ کہہ نہ دیا
ہے رحم دل بھی یہ صیاد اور ستمگر بھی
وہ دل تو لیگیا اب جان بھی ہے لینے کو
ہمارے واسطے دلبر بھی ہے ستمگر بھی
اجل بھی پھر گئی آ کر مری اسی کی طرح
مثال یار کے برگشتہ ہے مقدر بھی
لگا کے آگ بجھائی تو کیا نشیمن کی
گرائی چرخ نے بجلی بھی اور پتھر بھی

لہو وہ روئے ہین جنکو ملے نہ جام شراب
بھری ہین خون سے آنکھین بھی جیسے ساغر بھی
رکے رہین مرے آنسو بھی کیا ان آنکھون مین
رہے نہ بطنِ صدف مین ہمیشہ گوہر بھی
عبث ہی قامتِ موزون پہ اتنا نازتمہین
سڈول حق نے بنایا قدِ صنوبر بھی
گلے پہ وہ جو پھراتا ہی تیغ فولادی
لہو کے اشکون سے روتی ہی چشم جوہر بھی
بتا کے راہ محبت کو نقدِ جان لوٹا
ہی راہزن بھی یہی عشق اور رہبر بھی
شبِ فراق مری کس قدر دراز ہی

مثال غول دکھاتے ہین آنکھین اختر بھی

غزل ۱۵۲	رکے ہوئے جو دم ذبح ہین ابھی فاخر ٹھہر ٹھہر کے روان حلق پر ہی خنجر بھی	شعر ۲۴

لہو نہ دیگی یہ رگہائے قلب لاغر بھی
چبھوئین سوے مژہ بھی وہ غمزہ کا نشتر بھی

نکلنے دیتا نہین ضعف شیب تا در بھی
ہمارے واسطے زندان ہو گیا گھر بھی

عیان ہے ضعف سے تشریح جسم لاغر بھی
خجل ہین تنکے رگون سے خط مسطر بھی

ہون کشتہ حسرت پرواز کا وہ بلبل ہون
چمن مین جا نہ سکا اڑ کر مرا اک پر بھی

چمن بھی وحشت ہے بے یار سرسری آنکھون مین
برنگ خار کھٹکتا ہے ہر گل تر بھی

ضیا فگن ہین جبین پر ستارے افشان کے
مثال ماہ چمکتے ہین آج اختر بھی

ہمارے خون کا اٹھا جسطرح اب بے
وہین مکر نا مری جان روز محشر بھی

حساب بخشش بوسہ ہوا زبانی بھی
طلب کیے گئے جو وعدے کے دفتر بھی

پئے وصال مری منتون پہ رحم کرو
فدا ابھی ہوتا ہون رکھتا ہون تیغ تو نہ سر بھی

دو رنگی آپکی آئینہ سان نہین اچھی
کہ مجھ سے صاف بھی رہتے ہو اور مکدر بھی

وہان بھی ہاتھ سے کشتون کے تم بچوگے نا
چھڑا کے بھاگنا دامن کو روز محشر بھی

مجھے جو دیکھ کے تلوار نے حلال کیا
تو کور ہو گئی اس دن سے چشم جوہر بھی

تمھارے غمزہ سے محفل کا رنگ ہی بدلا
مثال چین جبین پر شکن ہی بستر بھی

کیا ہی قتل جو قاتل نے بے گنہ مجھکو
گواہی حشر مین دیگی زبان خنجر بھی

جو جذب عشق شہرہ کے جنون مین ہی تاثیر
تو رگ مین ٹوٹ رہیجائے نوک نشتر بھی

نیام سے نہین نکلا ہی خون پینے کو
نکل پڑی ہی دہن سے زبان خنجر بھی

دکھاتے ہین گل قالین بھی بزم مین آنکھین
مزاج یار سا بدلا ہوا ہی بستر بھی

یہ تو نے کون سے حسرت زدہ کو قتل کیا
ذرا نہ تر ہوئی خون سے زبان خنجر بھی

ترے مریض کو اللہ کیا تشنج ہی
رگون کیطرح سے سمٹا ہوا ہی بستر بھی

اکیلا گھر سے نکلنے دیا نہ میت کو | اُٹھا پلنگ سے ہمراہِ لاش بستر بھی
جگر صدمت کا ہوا چاک اسکے باعث سے | اُٹھائے صدمہ نہ نا سور کیون نہ گوہر بھی
سحر کو اٹھ کے جو دیکھے وہ روے روشن کو | دکھائے آئینہ خورشید بھی سکندر بھی
رواں کیے ہین پس و پیش ورد نے وفا صید | چلا ہے طائر جان بھی مرا کبوتر بھی
شب فراق کے سوئے کو کیون جگاتا ہو | ابھی تو کیا نہ اُٹھیگا یہ صبح محشر بھی
مزار قیس پہ لیلی جو عرس مین آئی | جلائی شمع چڑھائی گلاون کی چادر بھی

غزل ۱۵۳

اکیلی ابر مین بجلی ہی بیقرار نہین
طپان ہی سینے مین فاخر کا قلب مضطر بھی

شعر ۲۵

کب یہ بیکار ترے تیر نظر جائینگے | توڑ کے دلکو کلیجے سے گذر جائینگے
جا کے گھر غیر کے بدنام وہ کر جائینگے | ہم جو پوچھینگے تو پھر صاف مکر جائینگے
چھپ کے راتون کو وہ اغیار کے گھر جائینگے | مجھ سے انکار تو کرتے ہین مکر جائینگے

قیس و فرہاد کے مانند گذر جاوینگے
گر رہیں زندہ تو حسرت میں مر جاوینگے

دم نکلتے بھی مرا غیر کے گھر جاوینگے
میں ادھر جاؤنگا اور آپ ادھر جاوینگے

بوسہ ابرو کا وہ مانگے سے بھی دینگے اگر
ہم گلا کاٹ کے تلوار سے مر جاوینگے

آئینے کو بھی نہ تم تیز نظر سے دیکھو
سنگ کے دل سے بھی یہ تیر گذر جاوینگے

ہاتھ ایک ایک کے سینے پہ دھرو تم اگر
دل بیتاب مریضوں کے ٹھہر جاوینگے

ساتھ چھوڑینگے کبھی ہم نہ مثال ہمزاد
آپ جاوینگے جدھر ہم بھی ادھر جاوینگے

زندہ رہنے کے نہیں صبح شب ہجر تلک
ساتھ ہم بھی ترے اے شمع سحر جاوینگے

یاد دلائینگے جو آنکھوں سے گرینگے آنسو
دُر مقصود سے دامن مرا بھر جاوینگے

جان بچنے کی نہیں اب ترے بیماروں کی
موت بھی جاویگی ساتھ انکے جدھر جاوینگے

مے سے خالی نظر آوینگے جو میخواروں کو
اشک خوناب سے جام آنکھوں کے بھر جاوینگے

آج جسطرح سے قاتل نے انکار کیا
کل قیامت میں بھی یونہیں مکر جاوینگے

بحر غم مین صفت تار ہین ہم زانچیوت
ڈوبتے ڈوبتے دریا مین ابھر جائینگے

سر پہ بیمارونکے کہتا ہے یہ شہباز اجل
اب نکلکر مرے پنجے سے کدھر جائینگا

موت کہتی ہے کھڑی سر بالین انکے
خلق سے اب کوئی دم مین گذر جائینگے

دم نکلتے ہوے آئینگے وہ بالین پہ اگر
ملک الموت بھی دم بھر کو ٹھہر جائینگے

بلبلو کنج قفس مین بھی پھڑکو اتنا
آکے صیاد پرونکو بھی کتر جائینگے

شام ہی سے وہ شب وصل خفا ہو کے گئے ہین
جلدی منگواو سواری کہ ہین گھر جائینگے

کوچۂ گیسو کی وہ صفتین لکھتے ہین قلم
نہین معلوم نہ جھٹکین کدھر جائینگے

زندہ چھوڑیگا ہمین درد جدائی نہ کبھی
اب جو بچھڑینگے پس وصل تو مر جائینگے

ہاتھ سے تھام کے دامن کو مرے کہتے ہین
پوچھے انسے کوئی اب ہمسے کہ کدھر جائینگے

کوئی کہدے یہ نہ ٹھہرے ہون سر بالین میرے
دم نکلتے ہوے دیکھینگے تو ڈر جائینگے

درد بھی دیکھنا اٹھیگا دل فاخر مین

غزل	اٹھ کے پہلو سے مرے آپ اگر جائینگے	شعر ۱۰

وعدہ کیا ہے رات کا بیشک وہ آئینگے
گر یوں نہیں تو خواب میں صورت دکھائینگے

گر فاتحہ کو بھی نہ لحد پر وہ آئینگے
مر کر بھی زندگی کے ستم ہم اٹھائینگے

اجڑے ہوئے مکان میں بستی بسائینگے
ارمان مرے نکلکے کہاں دل سے جائینگے

کیونکر وہ ساتھ میرے جنازے کے آئینگے
جو نازکی سے پانون نہ اک گام اٹھائینگے

وہ نزع میں بھی دیکھنے کو گر نہ آئینگے
ہم داغ ہجر لیکے زمانے سے جائینگے

کیا خوش رہینگے وہ جو مرا دل دکھائینگے
انکا بھلا نہوگا مجھے جو ستائینگے

آنکھوں سے مثل اشک گر اپنے گرے حضور
پھر خاک مجھکو آپ زمیں سے اٹھائینگے

اٹھنا تو کیا ضعف سے غش ہوتا ہے ہمیں
تیرے مریض ہوش میں کبھی نہ آئینگے

ہم زار مثل سایہ نہ چھوڑینگے انکا ساتھ
جائینگے وہ جدھر کو ادھر ہم بھی جائینگے

ٹلنے کے ہم نہیں کبھی میدان عشق سے
ہنس ہنسکے زخم تیغ ادا ہم کھائینگے

ہمراہ اپنے غیر کو لائینگے قبر پر
مر کر بھی انکے ہاتھ سے صدمے اٹھائینگے

پامال کرتے آتے ہیں ہر روز کیوں اسے
دنیا سے کیا نشان لحد بھی مٹائینگے

دیکھا ہے میں نے خواب سمندر میں ہیں شرر
پانی میں آگ کیا وہ حنا سے لگائینگے

انکے گھروں کو برق بھی پھونکیگی دیکھنا
صیاد آشیانہ جو میرا جلائینگے

الفت کے داغ دل پہ اٹھائینگے ہم ضرور
اقلیم عشق میں عمل اپنا بٹھائینگے

تنگ آ گئے ہیں شہر میں دیوانگان عشق
جنگل میں جا کے اب کوئی بستی بسائینگے

قزاق غم کا خوف ہو لوٹے نہ راہ میں
منزل میں لیکے قافلے ارمان آئینگے

اٹھینگے جب جہاں سے تمہارے مریض عشق
گھر چھوڑ کر مزار کی بستی بسائینگے

تنہا سفر کرینگے جہاں سے کبھی نہ ہم
ہمراہ موت منزل مرقد میں جائینگے

مر جائینگے حضور ابھی زہر کھا کے ہم
الفت ہماری آپ اگر آزمائینگے

کہتا تھا قیس آئینگے ترے جب یہاں
کچھ تو ہمارے واسطے سوغات لائینگے

کہتے ہین مجھ سے عاشق لاغر کو دیکھکر
یہ ناتوان ہین ناز مرے کیا اُٹھائینگے

ٹھنڈے کلیجے وہ کبھی ہوینگے نہ خلق مین
ہم بیکسون کے دہر مین جو دل جلائینگے

تابوت شامیانہ لیے جاتے ہین وہ ساتھ
کس بیکس و غریب کا مردہ اُٹھائینگے

باتون ہی باتون مین جو کرینگے مجھے حلال
دامن مین تیغ ناز کے دھبے لگائینگے

ہم خاکسار وزار ہین افتادہ خاک پر
رہرو سمجھ کے نقش قدم کے مٹائینگے

کہتے ہین اپنے کشتۂ ہجران کی لاش پر
لاشہ شہید ناز کا ہم خود اُٹھائینگے

پیاسے جو ہونگے آپ ہی عاشق کے خون کے
دشمن ہمارے قتل کا بیڑا اُٹھائینگے

کشتہ کیا جنھون نے مجھے تیغ ناز سے
ٹھوکر لگا کے خود وہی مردہ جلائینگے

غزل ۱۵۵

سوئینگے سُنتے سُنتے کہانی سمجھ کے وہ
فاخر ہم اپنا حال اُنھین جب سُنائینگے

شعر ۲۶

باقی رہی ہے بحث کرامات کے لیے
ثابت ابھی کیا ہو دہن بات کے لیے

جو شب قرار دی ہے ملاقات کے لیے
بےچین دل ہوا ہے اُسی رات کے لیے

فصل مین ہوئی جو حیا اُسکے واسطے
ہم رات بھر ترستے ہیں بات کے لیے

کیا کچھ نہین ہین دل مین شب وصل حوصلے
ارمانونکا ہجوم ہے اک رات کے لیے

آئے غم فراق مرے دل مین شوق سے
حاضر ہے خون جگر کا مدارات کے لیے

ساون مین جو نہ پیتے تھے وہ کیون نہین پیا
بادہ کشی کا لطف ہے برسات کے لیے

ظلمت سے نور نور سے ظلمت کی قدر ہے
ہے رات دنکے واسطے دن راتکے لیے

گرمی سوز ہجر مین آنسو روان ہین کیون
بارانکی خاص فصل ہے برسات کے لیے

خشکی مین اسکی کشتی کشکول ہے روان
بس ہے فقیر کی یہ کرامات کے لیے

باتین یہ غیر ہی نے مبارک رہین تمھین
مجھسے کہو نہ حرف خرافات کے لیے

منظور وصل ہی ہے نہ ہو قتل ہی مرا
راضی نہین ہین وہ تو کسی بات کے لیے

مشغول تھے ثنائے الٰہی مین طیور
اُٹھا جو وقت صبح مناجات کے لیے

ہمنے بھی جان و دل تمھیں دیتے ہیں حضور
بوسے لیے تو کیا کوئی خیرات کے لیے

محجوب حق سے کثرت عصیان نے کر دیا
کیا اپنے ہاتھ اٹھاؤں مناجات کے لیے

کہتے ہیں مجھ فقیر سے مرد یہ آکے وہ
دم کو کیا ہے حبس کرامات کے لیے

کہتے ہیں عاشقی سے علاقہ نہیں مجھے
دیتا ہے جان فخر و مباہات کے لیے

ہو سخت دل بھی گریہ ہر روزہ ہوا گر
مضبوط گھر ضرور ہے برسات کے لیے

یاد بتاں ہو جس میں نکیوں دل ہو وہ تباہ
برباد یاں ہیں دیر خرابات کے لیے

ملنا بگاڑ ہے یہ تلون مزاج کا
الفت بڑھائی ترک ملاقات کے لیے

وہ بن سنور کے کہتے ہیں بے مثال ہوں
زینت ہوئی ہے فخر و مباہات کے لیے

دنیا میں ہیں نہیں تو رقیبوں کی بن پڑے
جھگڑے ہیں سارے ایک ہی ذات کیلیے

آمین کے فرشتوں نے دوبار دی صدا
جب میں نے ہاتھ اٹھائے مناجات کیلیے

گر حکم بولنے کا نہیں دیتے تم ہمیں
سی دو ہمارا منہ بھی کہیں بات کیلیے

آغوش چشم میں بھی سنبھلتا نہیں ذرا | مچلا ہے طفل اشک کس بات کے لیے

غزل ۱۵۵	فاخر نے بد مزاج تمہیں گر کیا تو کیا کاٹو گے کیا زبان تم اک بات کیلیے	شعر ۳

حیلہ ہی بس تھا ترک ملاقات کے لیے | بڑھ بڑھ کے ربط گھٹ گئے اک بات کے لیے

استغنا طبع سے میں صفا طبع کیا مانوں | ہیں قہر نار و آب ملاقات کے لیے

عشاق گھر کے مال سے جاتے حضور ہیں | اب اس سے بڑھ کے کیا ہو مدارات کے لیے

کس عیش سے جہان میں کرتے ہیں سیر | راحت ہے کیسی سیر خرابات کے لیے

اے دوست اپنی قبر میں جلوہ مجھے دکھا | دی جان میں نے تیری ملاقات کے لیے

شعلہ ہے داغ دل کا نمایاں شباب تک | ہے روشنی ماہ فقط رات کے لیے

آیا عدم سے اور عدم کو میں پھر گیا | کیں کوششیں یہ تیری ملاقات کے لیے

کیا کیا ہے صورتیں یہ دکھاتا نہیں مجھے | آئینہ دل بنا ہے خیالات کے لیے

عشاق منتظر ہین انھین سب کو دیجیے
سب جمع یہ فقیر ہین خیرات کے لیے

قلب و جگر کے داغ ہین اُن شب کے نشان
جسطرح مہر و ماہ ہین ذرات کے لیے

سب خوش ہون آپ پہ میری قدردان کہین حضور
کافی ہے اک جواب سوالات کے لیے

سنتے ہین جو ہم کہینگے وہی کر دکھائینگے
جان دینی کوئی بات نہین بات کیلیے

زلفین سنوارنی ہین تو انکو سنوار لو
باقی نہ کوئی کام رہے رات کیلیے

قسم کھا کے دونگا جان قسم ہے خدا گواہ
کھاؤ قسم نہ ترک ملاقات کے لیے

دنیا سی شے کو چھوڑ کے وعدے پہ یار کے
آیا ہون تا بہ حشر ملاقات کے لیے

کسنے یہ کچی نیند مین مجھکو جگا دیا
آیا لحد مین کون ملاقات کے لیے

گیسو ترے جو اول شب یاد آئینگے
اُلجھن بڑھیگی قبر کی اُس رات کے لیے

سوتا ہون ایک عمر کا جاگا مین اے لحد
آئے یہان نہ کوئی ملاقات کے لیے

کیا خوب اُس دہن پہ شگفتہ کلی ہنسے
چھوٹا سا منہ ملا ہے بڑی بات کے لیے

غزل فاخر چلو خان کی ملاقات کے لیے شعر ۳۶

جو دیکھتے بھی نہیں نزع میں تم آ کے مجھے
تو لیچلے گے سر قبر کیا اٹھا کے مجھے

جدا گلے سے ہوا ہے ڈرا ڈرا کے مجھے
پسند ناز ہیں یہ خنجر ادا کے مجھے

اٹھا دیا ہے کسی نے لحد میں آ کے مجھے
کدورتوں میں کیا مبتلا جگا کے مجھے

غبار تھے سے چھوٹے گھر ہوا کے مجھے
بٹھا اٹھا جو دیا ہو اٹھا اٹھا کے مجھے

خدا کے ہاتھ دکھا کے رُلا نے ہو بیکار
عبث بجھاتے ہو تم آگ سے جلا کے مجھے

مجھسے بگڑ کے کہتے ہین خواہش ہی وصل کی
منھ چاہیے ہماری ملاقات کے لیے

مستی بھری دہن پہ کھولے زبان طعن
سوسن کا منھ بنا ہی اسی بات کے لیے

بلبل ہزار باتین سناتی رہی انھین
غنچون کے لب کھلے نہ مگر بات کے لیے

میری وفات ہوئی ہی خدا حافظ ای محمد
جاتا ہون حشر مین ملاقات کے لیے

وائے نصیب جبکہ ادھر دم نکل گیا
اسوقت مین وہ آئے ملاقات کے لیے

جاتا ہون سوے ملک عدم جان کھو کے مین
یاران رفتگان کی ملاقات کے لیے

انسے تو کہچکا ہون کہ کیون زہر کھاؤن مین
مرد دلیر رہتے ہین جان بات کے لیے

جیتے جی گئے تو جان کو لیتے ہوے گئے
آئے تو ساتھ اجل کے ملاقات کے لیے

کہتے ہین وہ جو دیکھے مجھے بزم گاہ سے
سولی قمر کی ہی اسی بد ذات کے لیے

جانے کی مجھ مریض کو کوئی غرض نہین
خود آئے موت میری ملاقات کے لیے

ہو گلستان مست کو یا گر سیر دیکھنا

عبث کو دیتے ہو دشنام روز محفل میں
ذلیل کرتے ہو تم کیوں بلا بلا کے مجھے

چمن سے خانۂ صیاد تک تباہ ہوا
اڑا کے لے گئے جھونکے کہاں ہوا کے مجھے

خطا نکالی جو افشائے راز الفت کی
تو اپنے سامنے تعزیر دو بلا کے مجھے

یہ کیا سلوک مرے ساتھ کر گئے احباب
اکیلے گھر میں زمیں پر گئے لٹا کے مجھے

بسا کیا ہے جو مجھکو بھی غش کرے بیہوش
چھپا ہے آنکھ سے جلوہ دکھا دکھا کے مجھے

ذرا سے کہنے پہ اشکوں میں بہا دونگا

ملا کر نگے وہ پھر ہاتھ اُڑا کے مجھے

ستم یہ دردِ جگر نے شب فراق کیا

پٹک پٹک کے جو دیا ہے اٹھا اٹھا کے مجھے

سپنے گناہوں پہ دی جو اعضا نے

ذلیل و خوار کیا سامنے خدا کے مجھے

رن فنا کا کہیں زمیں سے ہوا

وہ صدمے یاد ہیں اب تک اس آسیا کے مجھے

ہیں جو سر تن سے کٹ گیا میرا

تو خود وہ کٹ گئے خجالت سے آزما کے مجھے

دروں کا گھلا دیا تن کو

مثال شمع مٹایا رلا رلا کے مجھے

یہ فراق مین دھوکے سے دل نے غرق کیا
قریب یاور ہینگے اپنی آشنا کے مجھے
ملال جس مین ہو وہ دل لگی نہین اچھی
کہ آخر آج رلایا ہنسا ہنسا کے مجھے
سفینہ تن کا دل اشکون سے کیا بچا ئیگا
پڑے ہین لالے یہان آپ آشنا کے مجھے
پنھائی بیخود الفت کو عشق کی زنجیر
عبث اسیر کیا ہی سر ہی پنہا کے مجھے
یہ مین نیند آئی ہی کیسی غفلت کی
جگا رہے ہین وہ شانہ ہلا ہلا کے مجھے
جو سو لے کے ہنا سینگے مجھ سے غریب کی میت

وہ خود بھی بیٹھ سکینگے دل کی طرح اٹھا کے مجھے

کبھی بھی بیٹھ کے ہونے کی ہمنشین میری

فرشتے قبر مین پوچھینگے جب بٹھا کے مجھے

تمھی وفائی ہو طرفہ یہ بےحیائی ہے

گلے رقیب سے کے ملتے ہین وہ جلا کے مجھے

یہ اُن سے پوچھو جو میت کو مٹی دیتے ہین

ملا ہے کیا تمھین اس خاک مین ملا کے مجھے

وہ اسیر جو کی جذب عشق نے تاثیر

تو رو رہے ہین وہ اپنے گلے لگا کے مجھے

گھر سے خانۂ مرقد مین لے چلین احباب

بدلنی ہے ابھی پوشاک نو نہا کے مجھے

گلہ زمیں کا ہو کیا سب عزیز و دوست مرے
فشار دے کے گئے خود خاک میں دبا کے مجھے

غزل ۱۵

ہے جوش گریہ ملائیگا یار فاخر
کہ سیل اشک بھی لیجائیگی بہا کے مجھے

شعر ۲۵

مریض ہجر کے کسی ذرا سنبھال مجھے
کہ روز وصل نے ڈھالا گیا اٹھال مجھے

کفن کا کیوں نہ بڑھاپے میں ہے خیال مجھے
خود اپنا جامۂ ہستی ہے اب وبال مجھے

ادا کی تیغ سے کرتے ہیں وہ حلال مجھے
خرام ناز سے کرتے ہیں پائمال مجھے

عصا سے کیا کہوں گرتا ہوں میں سنبھال مجھے
گرا سکا یار اٹھا نا خود محال سے مجھے

یہ کیہ بھی ہیں حرکت کسی کے ہاتھ کی
کہ یار رنگ حنا ہو گیا وبال سے مجھے

صدا یہ دینگے گنہگار ہمسے رحمت کو
خدا کے واسطے دوزخ سے تو نکال مجھے

مری نگہ جو اٹھی رخ سے ٹک ابرو پر
قریب مہر نظر آگیا ہلال سے مجھے

یہ قد نیم خمیدہ ہلال ہی ہوتا
گر ناقصوں ہی میں ہوتا ذرا کمال مجھے

میں خط سبز کے بوسے سے شاد و شاد ہوا
کیا ہے مزرعۂ امید نے نہال مجھے

میں رخ کی یاد میں کاہیدہ و خمیدہ ہوں
کیا ہے مہر جہاں تاب نے ہلال مجھے

خیال کر کے تاسف سے ہاتھ ہی ملتا
مثال مور نہ کرتا تو پائمال مجھے

زمیں میں فرط ندامت سے گڑ ہی جاؤنگا
کریگا تر عرق شرم میں انفعال مجھے

کرے یہ عمر خضر کا قد کو اس طرح پیری
بسان تیغ ہلالی بنا ہلال مجھے

وہ بے طلب کبھی دیتے نہ ایک شے بھی
گدا کی طرح سے کرنا پڑا سوال مجھے

یہ قول زخم زبان حسود گویا ہے
تمام عمر بھی ہوگا نہ اندمال مجھے

خدا نہ کردہ کہیں دست نازنیں دکھے
حضور تیز چھری سے کریں حلال مجھے

اگر حضور کو مجھ پر گمان ہے مجنوں کا
تو آپ پر بھی ہے لیلیٰ کا احتمال مجھے

زبان پہ مہر خموشی لگا قناعت تو
دلیل چاہیں کرنیکو ہے سوال مجھے

جہان سے حسرت دیدار لیکے جاتا ہون
دکھا دے اب تو دم واپسین جمال مجھے

کسیکے رخ کے تصور مین محو ہو جاؤن
بہار اپنی دکھا گلشن خیال مجھے

خوشی سے آپ ہی گردن مین کاٹ ڈالونگا
بسان تیغ دکھا دو قلم اپنی چال مجھے

خزان مین بھی وہی وحشت ہے گو بہار گئی
جنون ہوا اٹھایا کسطرح ابکی سال مجھے

غزل ۱۵۹

ضعیف نبض مریضان سے ہون سوا مجھے
خود اپنی جا پہ بھی رفتار ہے محال مجھے

شعر ۳۶

رہا جو ابرو نگا خواب مین خیال مجھے
تمام شب نظر آیا کیے ہلال مجھے

ثنا مین اسکی نہ کیونکر زبان ہو لال مری
دیا ہے خود دم کوثر کنارا گال مجھے

عروس قبر سے کیونکر گلے نہ خوب ملون
کہ مر کے بھی تو وہی حسرت وصال مجھے

کسی کی آنکھ سے بنا سیکھی ام الفت مین
شکار آج کریگا یہ خود غزال مجھے

تجھے ہی سہل ہے بیکدش کرنا ای قاتل
ہوا اپنے ہاتھ سے سر کاٹنا محال مجھے

اب آؤ سامنے وقتی ہوئے پردہ کیا
دم اخیر نو دید کا ملال ہے مجھے

کھلی گلے سے جو شکمیں کا ہو بو اثر
پسند آئیگا کیا نافۂ غزال مجھے

ہے ابروان حسینان کا عکس پانی میں
کنار جو نظر آئے گی ہلال مجھے

جنون نے مجھکو بنایا ہے پیلہ وحشت کا
خود اپنی آنکھ میں دینگے جگہ غزال مجھے

کریم حشر میں دیجو سزا میں حاضر ہوں
مگر ہے اپنے گناہوں سے انفعال مجھے

نقاب الٹ کے دکھا صبح قیامت میں
اب آج وعدۂ فردا پہ تو نہ ٹال مجھے

میں راہ وادی وحشت کبھی نہ بھولونگا
کہ راہبر ہے نشان سم غزال مجھے

میں جا کے غیر کی خلوت میں خوب پچھتایا
حیا و شرم انہیں ہے تو انفعال مجھے

میں تیری آنکھ سے گرتا ہوں طفل اشک اسا
مژہ کا ہاتھ بڑھا کر ذرا سنبھال مجھے

جفا میں فرد ہے تو صبر میں میں یکتا ہوں
ترے کمال سے حاصل ہو کمال مجھے

مثال طائر قبلہ نما قفس میں ہوں
بغیر جان بھی تڑپنا نہیں محال مجھے

شبِ وصال میں سنکر بدن سے جان نکلی
صدائے مرغِ سحر نے کیا حلال مجھے

الگ مجھ سے رہے جب تلک تو بہتر ہو
کہ بارِ سایہ اٹھانا بھی ہے محال مجھے

جو وصفِ چشم میں وحشی جو چشمِ شوخ ہو جن
جریدہ میں کو شاخیں وہ خود غزال مجھے

صفت حباب کے بحرِ جہاں میں زار میں ہوں
نکلیں ہو لطمۂ موج ہوا وبال مجھے

غلط سمجھتا ہے کیا اپنی جا ہر ایک حسین
جہاں میں خلق کیا حق نے بے مثال مجھے

شمیمِ گل سا پریشاں ہوا ہوا سے میں زار
قرار ایک جگہ پہ ہوا محال مجھے

تو ہی ہو دردِ جگر کاش ہمنشیں میرا
چلے وہ چھوڑ کے صبحِ شبِ وصال مجھے

تجھے میں دیکھ کے کرتا ہوں بیٹھ کے آہ سرد
دل ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ سے سنبھال مجھے

سمجھ کے ہم بھی قفس میں نکل نہیں سکتا
الٹ کے پر کو کیا ہے شکستہ بال مجھے

غزل ۱۶۰	گھٹا گھٹا کے کریگا ہلال کیا یہ فلک مثالِ بدر فاخر نہیں کمال مجھے	شعر ۱۴

جینا بہت محال ہو چھٹکر حبیب سے
اچھا مریض ہجر ہو کا طبیب سے

حیوان بھی بھاگتے ہیں فغان قریب سے
ڈرتے نہیں ہیں آپ عدا کے فریب سے

نبضون کے دیکھتے ہی جاتے لگینگے ہاتھ
کیونکر تپ فراق چھپاؤن طبیب سے

دشمن کچھ اسکی جانکا صیاد ہی نہیں
کیا باغبانکو بغض نہیں عندلیب سے

اب ذک اٹھا کے سمجھے ہو اسکی زبان
کیون پہلے آشنا رہے بڑھیا رقیب سے

جسطرح چاہیں آپ وہ کہلیں تجھی سے مگر
دبنے کا میں نہیں کبھی نہیب سے

اے خضر راہ عشق بتادیجیے مجھے
غربت میں آپ منہ نہ چھپائیں غریب سے

صبح بہار صید جو صیاد نے کیا
لپٹی نکل کے نکہت گل عندلیب سے

جلوت میں بھی نہ مجھکو کیا آپ نے طلب
رہتی ہے روز صحبت خلوت رقیب سے

ایذا ہو جانکنی کی نہ کیونکر فراق میں
رخصت ہے جسم و روح کی چھٹنا حبیب سے

پہچاننے لگے سب درد دل کو وہ
اڑتی چلی ہے آنکی طبیعت طبیب سے

کیا کہ گئی نسیم چمن عندلیب سے اب تیرہ مژہ کو لگا دو قریب سے	گلشن سے یہ بھی اڑ گئی باد خزاں کے ساتھ تیر نظر تو دور سے مجھکو لگا چکے

شعر ۳۶	مشاطۂ نسیم سحر نے یہ دی خبر فاخر گلونکا وصل ہوا عندلیب سے	غزل ۱۶۱

پیری میں کب بہار گل بوستان کی ہی

پژمردہ رخ ہم دل میں نشانی خزان کی ہی

دشنام میں مزا ہی یہ خوبی بیان کی ہی

لذت زیادہ قند سے شیرین زبان کی ہی

گلیون کی خاک چھانتا پھرتا ہی عشق میں

مٹی خراب دہر میں مفلس جوان کی ہی

پامال ہو لکے جیسے رفتار ناز سے

مدت سے آرزو مجھے امتحان کی ہے

کیا زر و زر و صورت نرگس کھلے ہین پھول

اس موسم بہار مین رنگت خزان کی ہے

صبح شب وصال مین سنتے ہی مر گیا

آواز صور ہے کہ صدا یہ اذان کی ہے

باتین کری سنا کے کیا دل کو پاش پاش

تجھ سے بھی سوا کہین سختی زبان کی ہے

فرقت کی شب کو دود جگر یون ہوا بلند

جس سے سیاہ سقف تمام آسمان کی ہے

صیاد کو بھی رحم کچھ آتا نہین کبھی

عادت مجھے جو روز قفس مین فغان کی ہے

ہے غنچے بھی گل بھی بار بھی ہوتے چلے ہیں خشک

رخصت ہوا اب بہار کی آمد خزان کی ہے

بلبل کے غم میں بھی انھیں ہنسنے سے کام ہے

پھولوں میں کوئی شاخ مگر زعفران کی ہے

صیاد نے کہا جو قفس کو میں لے اڑا

اس ایک مشت پر میں یہ طاقت کہان کی ہے

آئے تو غم میں خون جگر دو نگاہ شوق سے

خاطر کمال نذر مہمان کی ہے

مژدہ نسیم گل و بلبل کو دے گئی

آمد ہے اب بہار کی رخصت خزان کی ہے

ہم نے ضعیف و زار کو زندان سے کام کیا

کیا کم ہمارے واسطے قید اس مکان کی ہی
کیا پوچھتے ہیں آپ کہ کیون در پہ ہو کھڑے
صورت سوال ہو نہیں حاجت بیان کی ہی
راضی سوال وصل پہ تکرار سے ہوے
میرے لیے مفید یہ لکنت زبان کی ہے
اٹھتا وصوان بھی آ دمین اشکون کے ساتھ تھا
یہ دود دل بھی گرد کسی کاروان کی ہے
درد جگر کو سنکے کلیجا جو دکھ گیا
تاثیر یہ حضور ہمارے بیان کی ہے
مجھ عندلیب کو جو گل سرخ سے ہی عشق
مرجان کی شاخ شاخ مرے آشیان کی ہی

قابو کوئی نہین کہ اُسی در پہ جان دون
ہو نگا وہین مین خاک یہ مٹی جہان کی ہو
قدم پہ ٹھوکرین کھا کھا کے گرتی ہو
شامل ہوا ہین خاک جو مجھ ناتوان کی ہے
کوے بتان کے ذرے ستارون کم نہین
یان کی زمین مین رفعت و شان آسمان کی ہو
مجھ ناکش کو در پہ پڑا رہنے دیجیے
فریاد میری شب کو صدا پاسبان کی ہو
دل بھی اکیلا چھوڑ کے مجھکو چلا گیا
اب ایک ہمنشین مری وحشت مکان کی ہو
نکہت نکل کے پھولون سے برباد ہو گئی

باد صبا خبر بھی تجھے کاروان کی ہے
سمجھا مین دل مین سہرا جنازے پہ دیکھکر
میت یہ نامراد و پر ارمان جوان کی ہے
نامہ لکھا ہو نظم جو اُس رشک ماہ کو
رفعت زمین شعر مین بھی آسمان کی ہو
کیا مجھ سی تیرہ بخت کوئی عندلیب ہو
دو دو جگہ سے شاخ یہ آشیان کی ہو
چھٹکر اسے بھی میری طرح سے نہین قرار
آوارہ گرد دشت مین کس کاروان کی ہو
لازم ہوئی خود اُسکی حفاظت مجھے حضور
بے طور تم پر آج نظر پاسبان کی ہو

پہلے سے میری قبر بناتے ہو کیون یہان

معلوم کیا تمھین مری مٹی کہان کی ہے

مجھ سے مٹے ہوے کی لحد پر یہ بولے وہ

تربت یہان کسی نہ کسی بے نشان کی ہے

ہاتھون مین مل کے خون مرا بولے ناز سے

منھدی یہ شوخ رنگ نہ جانے کہان کی ہے

آنسو روان ہین مائلِ فریاد دل نہین

بند آج کیون صدا جرسِ کاروان کی ہے

جو اہلِ فیض ہین وہی جھکتے ہین دیکھ لے

ہر شاخ باردار مین صورت کمان کی ہے

کھٹکا یہان خزان کا نہ صیاد کا ہے ڈر

غزل ۱۶۲ | قافیہ ای چمن مین ہون آشنائی ہو | شعر ۲۱

کچھ تجھسے بھی نہین شرم یہ غیرت کیا ہے — حشر مین برہنہ سر ہو یہ قیامت کیا ہے
نصف شب گھر سے نکلتے ہو ضرور کیا ہے — آپکے دشمنون پر ایسی مصیبت کیا ہے
کاش رہنے دو وہ اسی کو شب تنہائی مین — لیچلے دلکو مری جان یہ محبت کیا ہے
دیکھا حسرت سے تو گردن اٹھالی تلوار — سر جلا کی آنکھون مین مروت کیا ہے
دم بدم بوسہ طلب کرتے ہین وہ کہتے ہین — مانگنے کی تجھے ہر وقت یہ عادت کیا ہے
مثل غیرون کے ملے بوسہ مجھے بھی کوئی — ہنس کے فرماتے ہین وہ تیری حقیقت کیا ہے
شام ہی سے شب فرقت مین چلا آتا ہے — مجھسے ای مرغ سحر تجھکو عداوت کیا ہے
مجھسے کہتے ہین کہ مجھکو تو ہے تجھسے الفت — تجھکو بھی میری قسم مجھسے محبت کیا ہے
صاف رہتے نہین باطن مین کبھی مجھسے وہ — دلمین آئینے کے مانند کدورت کیا ہے
حشر مین کہتی اٹھین عشاق گھیرا تو کہا — بھیڑ مین چھیڑ دیا تمین قیامت کیا ہے

دل کے لینے پہ بگڑتا ہوں تو وہ کہتے ہین — یہ محبت بھی تری کوئی محبت کیا ہے

رہتی ویکر کسی ناشاد کو کیا آتے ہو — گرد آلود ہین رخسار یہ صورت کیا ہے

پیستا تھا وہ مجھے زیست میں تو بعد فنا — چرخ کی طرح زمین کو بھی عداوت کیا ہے

ستم و جور و جفا کو مین بیان کیون نہ کرون — نقل گذری ہوئی باتون کی شکایت کیا ہے

برق و سیماب تو کچھ بھی نہین دون کس سے مثال — کچھ نہ پوچھو دل بیتاب کی حالت کیا ہے

انکی فریاد و فغان پہ وہ ہنسے دیتے ہین — غنچہ و گل کو عنادل سے محبت کیا ہے

یون تو پوچھا نہ کبھی لاش پہ یہ کہتے ہین — کچھ زبان سے تو کہو قلب کی حسرت کیا ہے

کچھ اثر دل پہ کیا میری لحد نے تو کہا — زیبا ہے کسی ناشاد کی تربت کیا ہے

کہکے یہ رحمت غفار نے بخشا مجھکو — سر جھکائے ہو گناہون سے ندامت کیا ہے

جسطرح چاہے مین روکنے والا ہے کون — جان دنیا شب تنہائی مین وحشت کیا ہے

بوسہ لیلکے یہ کہتے ہین وہ فاخر دم وصل

غزل ۱	کیون رہے باقی تری اب بھی کوئی حسرت کیا ہے	شعر ۲۲

چونکتا ہی نہیں تا حشر یہ غفلت کیا ہے
گوشۂ عافیت قبر مین راحت کیا ہے

یا سمن ہے نہ وہ گل ہے نہ وہ نکہت کیا ہے
نازکی آپ ہی نازان وہ نزاکت کیا ہے

رات مر مر کے گذاری ترے بیمارو نے
جان لیوا ہے بلا شب فرقت کیا ہے

ہو گئی صبح گزرنے سے جھپکی نہ پلک
ایک ہی پل کی ہماری شب فرقت کیا ہے

اشک و اس سے مرے پوچھ وہ کہتے ہین
کچھ کھلے تو سبب جوشش رقت کیا ہے

خود بلا بھاگی یہ کیسی ہوئی اُلٹے پانون
اُف رے اس خانۂ تاریک مین ظلمت کیا ہے

سوزش داغ جگر کے نہ مقابل ٹھہرا
دیکھ لی مہر قیامت مین حرارت کیا ہے

جان لینے کے لیے درد جدائی ہے بہت
زہر کھانے کی شب ہجر ضرورت کیا ہے

آئنہ عارض حیران نے بنایا ہے مرے
ای سکندر تجھے اس بات کی حیرت کیا ہے

وہ جلا دم مین جلا کے یہ ستی کیسی ہوتا
شمع و پروانہ مین دیکھو تو محبت کیا ہے

مشرکو اوسکی پرستش سے نہین کچھ حاصل
نسبت ہمین تم سے جو ہے تجھ کو حقیقت کیا ہے

تہی وہ سر بالین نہ دکھاتے صورت
اتنا ہی پوچھتے ہم آکر تری حسرت کیا ہے

ایک تو بھی ہے حسینان جہان مین مشہور
مین نے لیلی جو کہا تجکو قباحت کیا ہے

ہوش آئے ہوئے تھے مجھے اوڑ اوسکے یہان
خوش تماشا کہ آج سر وادی وحشت کیا ہے

جب مین جانون کہ مجھے ضبط کا یارا ہو رہے
ابھی ہو درد جگر تیرا شدت کیا ہے

کھا کے ٹھوکر سر تقدیر پہ دیتا ہے صدا
دہر مین اس سے سوا ابھی کوئی حجر کیا ہے

مین بناتا ہون یہ گر کے جلا دیتی ہے
برق کو میرے نشیمن سے عداوت کیا ہے

بند ہو جو کھلی آنکھ تو پہونچے دم مین
عدم آباد کی دنیا سے مسافت کیا ہے

تہمتون سے دل روشن بھی بجھا جاتا ہے
آج خاموش چراغ سر تربت کیا ہے

پوروے ان انگلیون کی ٹکڑے ہین آئینہ کے
آرسی تمکو پہننے کی ضرورت کیا ہے

عاشقانہ مین کہون کیون نہ غزل مین اشعار

غزل ۱۹۳ | عشق حسین ہو فاخر وہ طبیعت کیا ہے | شعر ۲۶

جو میرے تیر دعا بے اثر بکھرے ہوتے
ستارے ٹوٹ کے افلاک سے گرے ہوتے

ادھر بھی مثل سقدر کبھی بکھرے ہوتے
نظر کے تیر سے ہم بےجان گرے ہوتے

اگر وہ ناز و ادا سے ادھر بکھرے ہوتے
کلیجا تھام کے ہاتھوں سے ہم گرے ہوتے

خیال تھا نہیں پردہ نشیں گر نظارے کا
فضائے چشم میں آ کر ہی بکھرے ہوتے

وہ مجھ سے محفل اغیار میں یہ کہتے ہیں
کوئی نظر میں سماتا نہیں ترے ہوتے

جو چار ہاتھ لگاتے نہ قلزم عشق میں
تو اس سفر سے کبھی ہم نہ اس سفر کے ہوتے

نہ کام لیتے تحمل سے گر نظارے میں
تو ہم بھی جلوہ ترا دیکھ کر گرے ہوتے

طریقہ کچھ تمھیں ہرجائی کا نہیں معلوم
ہوا کی طرح ادھر بھی کبھی بکھرے ہوتے

وہ سخت جان تھا مجھے ذبح کرتے گر جلاد
گلے پہ سیکڑوں خنجر مرے گرے ہوتے

اشارہ دست سبو لیتے مے کش کا
اگر یہ تھام نہ لیتا تو ہم گرے ہوتے

مثال دانہ نہ کیون پیستے زمانے کو
جو آسیا کی طرح آسمان پھرے ہوتے

وہ دیکھتے نظر گرم سے جو ہنس کے مجھے
دل و جگر پہ بھی وہ صاعقے گرے ہوتے

لیاتے چل کے جو مجنون کی طرح دیوانو
قدم سے آپ کے جنگل کے دن پھرے ہوتے

قضا جو آ کے نہ قصے کو پاک کر دیتی
ہجوم حسرت و حرمان مین ہم گھرے ہوتے

بھلا ہوا کہ بتون کو نہ دل دیا محسن
یہ سنگدل تو قیامت تلک کے ہوتے

سبب الفت و جوشش کیا نہ کرتا تاثیر
بسان چرخ سر عاشقان پھرے ہوتے

نگاہ و آہ کا دونون سے گر اثر ہوتا
ادھر کو آپ تو ہم اس طرف گرے ہوتے

ہم اپنے خانۂ دل مین اگر نہ پاتے تجھے
کہان کہان نہ تری یاد مین پھرے ہوتے

وہ تیرہ بخت ہین ہم زار غیر کے غم مین
مثال سرمہ کسی آنکھ سے گرے ہوتے

وہ آ سکے کلبۂ احزان کو کرتے منزل پھر
ہمارے دن بھی کبھی وقف کچھ پھرے ہوتے

ہزار بار وہ آ آ کے پھر گئے در سے
کبھی رقیب نہ پوچھے گئے مرے ہوتے

مرے گلے پہ بھی شمشیر ناک پھر جاتی
ہو رقیب وہ ابرو اگر پھر ہوتے

ہماری لاش کو گھبرا کے تم نہ ٹھکراؤ
حضور آپ کے دشمن ابھی گرے ہوتے

نہ بیرخی سے مرا سر جدا کیا ہوتا
گلی پہ تیغ تو تم بھی ادھر پھر ہوتے

اٹھا کے سر کو نہ اتنا اکڑ کے راہ چلو
لگی تھی پانوں میں ٹھوکر ابھی گرے ہوتے

غزل ۱۶۵	قدم صراط پہ فاخر کے لڑکھڑا گئے تھے علی کا نام نہ لیتے تو ہم گرے ہوتے	شعر ۳۵

عافیت ہو ہی دن رات مصیبت کے لیے
شب فرقت ہو مری روز قیامت کے لیے
ترک دنیا کو کیا رنج و مصیبت کے لیے
گوشہ قبر میں آیا ہوں میں راحت کے لیے
شعلہ بھی چاہیے داغ غم فرقت کے لیے

شمع روشن ہو شب تار مصیبت کے لیے
شمع ہو فرش ہو ہمدم ہو رفاقت کے لیے

اتنی چیزیں مجھے درکار ہیں تربت کے لیے
لیں ثبوت آپ اگر دعوی الفت کے لیے

دل سا شاہد ہیں کروں پیش صداقت کے لیے
ایک بستر کی جگہ ہم سے گدا کو نہ ملی

خاک چھانا کیے برسوں در دولت کے لیے
کون اتنا ہی جو دامن سے بچائے اپنے

جھونکے آتے ہیں چراغ سر تربت کے لیے
روز و شب شغل زمستان کے ہوں کوتاہ و دراز

دن قیامت کا اگر ہو شب فرقت کے لیے

ہو ترقی تحسین منظور جو ای شاہ حسن
بوسہ خیرات مین دو حسن کی دولت کے لیے
خوب جی بھر کے مرے دل کے نکلتے ارمان
صبح ای کاش نہوتی شب وصلت کے لیے
کبھی درویش بنا اور کبھی دیوانہ بنا
آدمی کیا نہین کرتا ہے محبت کے لیے
ظلم مجھپر نہ کرین کیون وہ عدو سے ملکر
اُنکی عادت نہین جاتی ہے عداوت کے لیے
زہر دو غیر کے آگے نہ مجھے دو دشنام
جان دینا مجھے منظور ہے عزت کے لیے
کیا مجال آئے کوئی غیر جو اُس کوچے تک

تجھ سا دربان ہو جو اسکے در دولت کے لیے

میری دعوت میں عداوت جو انھیں ہے منظور

زہر کھانے میں ملاتے ہیں ضیافت کے لیے

دیکھتے ہی نہیں وہ آنکھ اٹھا کر مجھکو

رو رہا ہوں نظر چشم مروت کے لیے

ساتھ چھوڑونگا نہ میں اپ کا مثل ہمزاد

سایہ بنجائیگا یہ زار رفاقت کے لیے

وادی عشق میں دل پہلے بہل جاتا ہے

سات ہیں حسرت و حرمان رہ غربت کے لیے

کسطرح ابر بہاری کا میں ممنون نہوں

چادر آب گہری چادر تربت کے لیے

شب تنہائی مرقد کا نہین ڈر مجھکو
ساتھ ہونگے عمل خیر رفاقت کے لیے

جان اب کرنی پڑی اسکی تواضع مجھکو
خون دل بھی نہین مہمان کی دعوت کے لیے

ایک دن وہ تھا کہ ہوتا تھا میسر دیدار
آج آنکھین ہین ترستی کسی صورت کے لیے

نہ سہی تو جو مداوا نہین کرتا جراح
ہے مرہم درد جگر تو ہی جراحت کے لیے

ڈر ہے کچھ منھ سے نکل جائے نہ اُنکے آگے
ہے زبان دانتون مین دابی ہون شکایت کیلیے

چاندنی رات مین سوتے ہوئے پایا جو کبھی

بوسے گن گن کے کسی چاندسی صو

اللہ اللہ ہے کیا حسرتِ دیدِ محبوب
آنکھیں مرقد میں بھی کھولے ہوئیں یار

بیکسوں ہی کی یہ آہوں سے ہدف ہوتا ہے
ہے فلک کا بھی جگر تیرِ ملامت کے

جاے بستر نہ ملی مجھ سے گدا کو نہ ملی
سر پٹکتا ہی رہا میں درِ دولت سے

کانٹے تلوؤں سے جدا کر کے نہ چھٹکیں نے
رنج سہتا رہا اوروں کی اذیت کے

شمع بھی اشک بہانے کو نہیں تربت پر
بیکسی رو رہی ہے کشتۂ حسرت کے

ٹھوکریں کھا کے سرِ جسم پہ صدا دیتا ہے

حال میرا نہیں کم خلق کی عبرت کے لیے

میرا رونا بھی صفائی کے لیے کافی ہو

اشک کچھ کم نہیں اُس دل کی کدورت کے لیے

جلد ارمان مرے دل کے نکالو اے جان

آسمان گھات میں ہے میری عداوت کے لیے

غم ہجران کے سوا وصل کی ہوگی نہ خوشی

خلق دنیا میں ہوا رنج و مصیبت کے لیے

بال کھولے ہوئے جب شام غریبان آئی

شامیانہ ہوئی شب گور ہی تربت کے لیے

جستجو کی تو سوا روزِ قیامت کے کوئی

غزل ۱۶۹	صبح فاخر نہین میری شب فرقت کیلیے	شعر ۱۳۱

کون گریہ کنان لب جو ہی | جو حباب روان ہو آنسو ہی

ماہ نو وہ خمیدہ ابرو ہی | خال تابندہ رخ پہ جگنو ہی

جان نبچنے کا کون پہلو ہی | سرمہ آلود چشم جادو ہی

دشت وحشت مین یاد ابرو ہی | تیغ کھینچے جو شاخ آہو ہی

کوچے ظلمات کے بھی ہین روشن | ایسا تاریک کوے گیسو ہی

آدمی کیا ملک ہین وارفتہ | کس قدر شوخ وہ پریرو ہی

بوسے لینے مین گالی دیتے ہو | توبہ صاحب یہ کیا بری خو ہی

ٹکڑے ہوتے ہین دل کے کھنچے ہین | تیغ بران مگر وہ ابرو ہی

جان دیتا ہون اُسکے قدمون پر | دل کے لینے کا بس یہ پہلو ہی

داغ دل کے فروغ کے آگے | مہر محشر بھی ایک جگنو ہی

اپنی آنکھون پہ ناز ہی اُسکو
بے بصر کیسی چشم آہو ہے

استخوان تن کے ہین یہ تیر لیے
سنگ دلدار آ کدھر تو ہے

جل کے نکلا ہے آتش دل سے
مثل اخگر ہر ایک آنسو ہے

دیکھا بیمار ہجر کو تو کہا
آج تک زندہ بچیا تو ہے

گل داغ جگر کو سونگھو تو
بڑھکے لالے سے اسمین خوشبو ہے

کیا درازی بیان کرون اسکی
شب یلدا سے بڑھکے گیسو ہے

رات دن فکر شعر رہتی ہے
سر ہمارا ہی اور زانو ہے

دست وحشت نے کیا مروڑا ہی
کیون یہ پیچیدہ شاخ آہو ہے

موے ابرو چھپا جو دل مین مرے
سمجھا مین ڈنگ سے کچھو ہے

خون کے ساتھ دم نہ کیون نکلے
آب شمشیر کا یہ اچھو ہے

دیر و کعبہ پہ کچھ نہین موقوف
دیکھتا ہون جدھر تو ہی تو ہے

جھریاں یہ نہیں ہیں پیری سے | رخت اصلی پہ میرے آتو ہے
صورت اپنی میں دیکھ لیتا ہون | آئینہ ہے کہ اُنکا زانو ہے
حسرت اسکی بھی ہے مثال حرم | قلب مومن میں جلوہ گر تو ہے
جامۂ گل پہ یہ خطوط نہیں | پائے بلبل کا صاف آنسو ہے
چشم نے مار لب نے جان بخشی | سحر اسے کہتے ہیں یہ جادو ہے
استخوان مجھ گدا کے حضر میں | مجلس میں اژدہا تو ہے
گرد چشم میں ہے داغ دل روشن | ذرۂ خاک ہے کہ جگنو ہے
پھول لالے کے کب مہکتے ہیں | گل داغ وفا کی خوشبو ہے
چشم فتان نے کر دیا مجنون | سامری سے یہ بڑھ کے جادو ہے

غزل ۱۶۷ | ہیں فاخر ذرا نہیں دل کو
اُس سے خالی جو آج پہلو ہے | شعر ۲۹

دیکھتا جب ہون خالی پہلو ہے
دلکش ایسا وہ دام گیسو ہے

اک بلا سے سیہ وہ گیسو ہے
فرق اسمین نہین سر مو ہے

جال پھیلائے دام گیسو ہے
دل رمیدہ مثال آہو ہے

سگ لیلی مین شیر کی خو ہے
کوسون ڈر سے رمیدہ آہو ہے

تمنے باندھا ہو کسکے کیون تعویذ
نیلگون گورا گورا بازو ہے

مثل قمری ہون زلف پہ مفتون
طوق گردن کا چین گیسو ہے

کبھی لپٹا تھا مین جو اس گل سے
بھینی بھینی وہ اب تلک بو ہے

سر اشجار پسے کٹتے ہین لاکھون
کیون کھنچا وت پہ تیغ ابرو ہے

پاس اس گل کے رات بھر جو رہے
باسی پھولون مین بھی وہی بو ہے

ہو حبابون کی زندگی شاید
کشتی عمر اب لب جو ہے

بخش دیتا ہے ایک اک کے گناہ
اپنے بندون پہ مہربان تو ہے

آئے ہو خاک مین ملا کے کسے — گرد آلود کیون یہ گیسو ہے

سر جھکایا تو سیر عالم کی — جام جم ہر کلہ میرا زانو ہے

پھول سونگھا کیا مین باغ کے — ہر گل تر مین تیری ہی بو ہے

لال ڈورا نہین ان آنکھون مین — دام مین یہ اسیر آہو ہے

خاک مقتل کی سونگھ کر بولے — میرے کشتے کے خون کی بو ہے

الف قد سے اب نہ بڑھ جائے — ایڑیون تک تو لام گیسو ہے

بیٹھکر دل کو ڈھونڈتے ہو کدھر — جسطرف تم ہو وہ ہی پہلو ہے

شمع سان ضو ہے آبرا ہی پر — گوہر شب چراغ جگنو ہے

دل مین پیکان جگر مین ہے سوفار — تیر ناوک فگن ترازو ہے

رکھو آہستہ لاش تربت مین — دل ہی زخمی فگار پہلو ہے

وصل مین ہجر کا بھی ہے کھٹکا — عیش غم کا دبائے پہلو ہے

دل نہ تڑپے گا اب یہ خنجر — سینہ قاتل کے زیر زانو ہے
کیا بنا لیجیے کوئی اُس سے — درد میرا دبائے پہلو ہے
سخت جانی سے مین یہ کہتا ہون — تیغ قاتل ہے آج اور تو ہے
خط جو بھیجا ہے خط تو ام مین — وصل کا یہ بھی ایک پہلو ہے
کیون بجھاتی ہے چھپ کے شمع لحد — جانتا ہون کہ اے صبا تو ہے
جنگلون مین یہ قیس کہتا تھا — لیلی آواز دے کہان تو ہے

غزل ۱۶۱

شب بھر آرام سے گذرتی ہے
سر ہے فاخر کا اُنکا زانو ہے

شعر ۳۹

مجھسے کہتے ہین بگڑ جاؤنگا جاؤ تو سہی — یار وہ تیرا شکوہ کوئی لاؤ تو سہی
غیر جل جائینگے تربت پہ تم آؤ تو سہی — ہونگا پروانہ مین خود شمع جلاؤ تو سہی
ہاتھ منہدی کا بھر دریا مین نہاؤ تو سہی — آگ پانی مین سرو ست لگاؤ تو سہی

نازہی باغ رفتار تو کہتا ہے یہ شوق — دو قدم پانوں سر راہ اٹھاؤ تو سہی
بارش اشک سے رو رو کے بجھاؤنگا اُسے — خانۂ دل میں مرے آگ لگاؤ تو سہی
لاش عاشق پہ یہ کہتے ہیں ہنساوانی سے — وصل منظور ہے اب ہوش میں آؤ تو سہی
بلبلیں ان پہ ہونگا فدا اے داغو — خانۂ باغ اک تم سے سینے میں لگاؤ تو سہی
دیکھ لینا کہ بپا ہوتا ہے طوفان کیسا — چشم گریاں سے ذرا اشک بہاؤ تو سہی
دیکھ ہی لونگا ہے آئینہ تمہارا پہلو — دلمیں تم داغ محبت کو چھپاؤ تو سہی
دے دعا روح کہ روشن رہے مزار عاشق — شمع تربت پہ مری آکے جلاؤ تو سہی
منہ پھرائے ہوئے بیٹھے ہو ادھر کیا مجھسے — آنکھ اے غیرت خورشید ملاؤ تو سہی
مجھسے کہتے ہیں تڑپتا ہوں جو میں ایذا سے — درد دل میں بھی کہاں ہے کہ دکھاؤ تو سہی
پیش ہوگا تمھیں دعوی کبھی یکتائی کا — آئنہ سامنے رخسار کے لاؤ تو سہی
موت کی شکل مجھے صاف نظر آئیگی — قاتلو تیغ کا آئینہ دکھاؤ تو سہی

جنبشیں دیکھے وہ ابرو و مژہ کو پہلے
وار شمشیر و سناں کا کوئی کھاؤ تو سہی

ہوش میں آئیگا وارفتۂ چشم مخمور
نکہت زلف معنبر کا سنگھاؤ تو سہی

دام میں جو ہے مرا طائر جان ہوگا اسیر
آئنہ عارض روشن کا دکھاؤ تو سہی

آنکھ بیدار شب ہجر کی کھلتی ہی نہیں
خواب غفلت سے ذرا اپنے جگاؤ تو سہی

ابھی ظلمات میں ہو چشمۂ حیوان پیدا
آئنہ دیکھکے زلفوں کو بناؤ تو سہی

ہو گئے تم شہرۂ آفاق کمانداری میں
یہ نشانہ جگر و دل کا اڑاؤ تو سہی

صبر کی داد خدا سے تمھیں ملجائیگی
اے بتو ہم سے غریبوں کو ستاؤ تو سہی

مانگنے پر مرے بوسے کے یہ کہتا ہے وہ شوخ
منہ کو بنواؤ ذرا ہوش میں آؤ تو سہی

باغباں آگ یہ ہوجائیگی خاموش ابھی
آتش گل سے نشیمن کو جلاؤ تو سہی

رعب اس شاہ حسین کا ہے یہ کہتا مجھسے
حرف مطلب کا زبانپر کوئی لاؤ تو سہی

استخواں بھی صفت طور ہو سرمہ جلکر
صاعقہ خرمن ہستی پہ گراؤ تو سہی

راز کہنے کو ہی کچھ قلقل مینا تم سے
اک ذرا بادہ کشو ہوش مین آؤ تو سہی

گھر تمھارے بھی اُجڑ جائینگے اے صیادو
آشیانہ مرا گلشن سے مٹاؤ تو سہی

حسرت و یاس بھی کر لینگے تمھاری شرکت
میت عاشق ناشاد اُٹھاؤ تو سہی

غزل ۱۹۹

صبر ہر ایک مصیبت مین کریگا فخر
مشق ظلم و ستم و جور دکھاؤ تو سہی

شعر ۳۶

غرض نہ اب رہی قاصد سے کچھ خبر کے لیے
نکل کے روح چلی یار کی خبر کے لیے

نشانہ باندھ چکا وہ دل و جگر کیلیے
کمان بھوؤن کی کھینچی ناوک نظر کیلیے

دوا ملے مجھے درد دل و جگر کے لیے
اثر ہو خلق اگر آہ بے اثر کے لیے

مین شب کو کان لگائے رہا گجر کے لیے
دعا مین شام سے کرتا رہا سحر کے لیے

روانہ نالے کیے آہ کی خبر کے لیے
یہ سر پٹکتی رہی عرش پر اثر کے لیے

جو چار زخم پڑے تھے دل و جگر کیلیے
کھلے ہین پھول وہ قاتل تری سپر کیلیے

اٹھا ہو در شب وصل کی سحر کے لیے
لگی ہو چوٹ سی دلبر سے گجر کے لیے

ملا ہو دست جنون سے مجھے یہ طولا
بلند ہاتھ کیے دامن سحر کے لیے

وہ منہ کو دیکھ کے آئینے مین کہتے ہین
یہ کس نے خواب مین بوسے ادھر کے لیے

نہ جانے جھوٹ ہے یا سچ ہو انکا عذر وصل
ہو شان صدق کی ور کذب کی خبر کے لیے

کمال حسن مین دھبا نہین ہے نقص کوئی
ہوئی ہین جھائیان پیدا رخ قمر کے لیے

خدا نے فیض سے ارباب فیض کو کیا کام
کہ سایہ ہو کہین پیدا فلک شجر کے لیے

پھنسا یہ لیتا ہو قید حیات مین اپنی
جہان کم نہین زندان بشر کے لیے

سوا ہو مرتبہ جن و ملک سے انسان کا
جہان مین جن خلق ہوئین حوریان بشر کیلیے

چھٹا ہو سایہ بھی شب بھاتا ہے صحرا مین
کہان کہان پھرا ہون مین ہمسفر کیلیے

ہراک حسین سے یہ کہتا ہو صاف آئینہ
غرور حسن یہ زیبا نہین بشر کے لیے

وہ میر لالی شیش بکھراتین کیون نہ گیسو کو
کہ بال کھولنا لازم ہو نوحہ گر کے لیے

جھکائے دیتے ہین اعمال میرے گردن
سوا ہے کوہ سے بار ذنوب سر کے لیے

رکھونگا کاغذ زر کا چھپا ہین پگڑی مین
یہ طرہ خوب ہے دستار نامہ بر کے لیے

ہم انکی زلف سیہ کے نہ کیون ہون دیوانے
ہوا ہے خلق یہ سودا ہمارے سر کے لیے

تھی وقت قتل جو قاتل کے ابروون پہ نظر
گلے کی تیغ نے بوسے ٹھہر ٹھہر کے لیے

کمان نے کی لب سوفار سے جو سرگوشی
تو بوسے تیر نے میرے دل جگر کے لیے

قلم کی طرح چلونگا مین اسکے کوچے مین
قدم بنیگا یہ سر میرا رہگذر کے لیے

بسان سوزن عشاق نہین ہون آوارہ
وطن کو چھوڑو یا گردش سفر کے لیے

ہدف جو دلکو ہے کرتا کمان ابرو سے
یہان یہ عیب ہے قاتل کبھی نظر کے لیے

خیال گیسوے خمدار سے لچکتی ہے
حضور ختم ہوئی نازکی کمر کے لیے

دل ایک بوسے پہ ارزان سمجھ کے دیتا ہون
گران وہ جان کے لیتے نہین ضرر کے لیے

ہنسے کے دانت گرین کیون عہد پیری مین
ہے پختگی سبب افتاد کا ثمر کے لیے

حریص دیکھ تو انجام دولت قارون — غرور مال یہ زیبا نہین بشر کیلیے

زبان درازی اگر ہے نکتا ای فصاد — تو رگ کا منھ بھی نہ پھر کھلتا نشتر کیلیے

سواہی شمع لحد سے یہ سوختہ قسمت — نصیب جلتا ہے ذرات کا اگر کیلیے

کیا اسیر جو صیاد شاہ خصلت نے — ہما سمجھ کے مرے بال و پر کتر کیلیے

نگاہ قلب مصفا پہ میرے رہنے دو — بنا و گھر کوئی آئینے مین نظر کیلیے

اٹھیگا ایک سے طوفان تو گرد باد اک سے — یہ اشک و آہ ہمارے ہین بحر و بر کیلیے

شب فراق کی صحت مرض سے بدتر ہے — تڑپ رہا ہون مین درد دل و جگر کیلیے

غزل ۱۷۱

مین سوؤن صبح شب ہجر کیون نہ ای فاخر
دراز پانون کیے چادر سحر کیلیے

شعر ۲۹

فضا جو چشم سے نکلی کدھر کدھر کیلیے — جہا نہین حد کی ہے آوارگی نظر کیلیے

گنوایا ہاتھ سے قاصد کو عمر بھر کیلیے — سنا ہے تیغ وہ کھینچے ہین نامہ بر کیلیے

عبث تباہ پھرے دن کیوں پیامبر کے لیے
جو داغ رشک کے جا تنگ کیا پری نے خبر کے لیے

رواں ہوں اشک کے کیوں شمع کے سحر کے لیے
جہاں میں آئی ہے ہنسنے کو رات بھر کے لیے

جگر میں پڑ گیا ناسور اپنے گھر کے لیے
ہے ترک جائے سکونت مریض گھر کے لیے

شب وصال میں بوسے ادھر ادھر کے لیے
بڑھائے ہاتھ نہ جس نے کدھر کدھر کے لیے

ہو خاک داغ دم شمع اس جگر کے لیے
چراغ لیکے میں جاؤں اندھیر گھر کے لیے

پٹے ہیں خط سے اس گل کے دونوں گالوں پر
لپٹ لپٹ کے جو بوسے ادھر ادھر کے لیے

سدا جو بستے میں رہتا تھا انکے زانو پر
لحد میں خشت کا تکیہ ہے ایسے سر کے لیے

کبھی وہ دیکھ کے آئینے میں یہ کہتے ہیں
یہ کھنچے ہیں عریں مری کمر کے لیے

حباب سی مری خلقت ہے بحر عالم میں
ہے کافی ایک نفس مجھکو عمر بھر کے لیے

شب فراق کی پیدا ہوگی صبح اگر
کرونگا چاک گریباں میں خود سحر کے لیے

صبا کی جھکیوں سے ایک جا قرار نہیں
میں زار ہوں گل رعنا ادھر ادھر کے لیے

جو انکی جنس سے نفرت ہے وہ موحد ہون — نہ بوسے خانۂ کعبہ مین بھی حجر کے لیے

یہ ہم نشانے اڑاتے ہین مرحبا اے ترک — لگایا تیر دو شانہ دل جگر کے لیے

شب فراق مین لیے ہین شباب پیری کے — سفید مو ہون خط ابیض سحر کے لیے

رکیگا زور یہ اشک ایسی سد لیے — ہو کھل گر دو دریا چشم تر کے لیے

بھٹکے در کو جو صیاد نے بند کیا — تڑپ رہا ہون قفس مین ہر بال و پر کے لیے

بچھڑ کے قافلے سے ہمنے ناتوان و نحیف — غبار رہگیا واماندونکی خبر کے لیے

جہان مین عمر کے سد کا لحد کے آ پہنچا — سفر رہا مجھے اک عمر تک خضر کے لیے

مرونگا حسرت پرواز مین جو بلبل ہون — جہان بھی اڑونگا مین بال و پر کے لیے

ہماری جامہ دری کو وہ اٹھ بیٹھینگے — صدا ہے چاک گریبان کبھی خبر کے لیے

خدا کیواسطے پر پیچ کر نہ اے صیاد — قفس مین جان ہے دیدونگا بال و پر کے لیے

نگہ وہ رکھتی ہے ٹیڑھی ہی سیدھی بات بھی — ادا سے بھی کجی یار کی نظر کے لیے

رہے دماغ میں گل کے مہک کی صورت | چبھے تھے پاؤں میں کانٹے ہمارے سر کیلیے
جہاں میں کون ہے اولاد سے سوا دشمن | حسد کا چاک کلیجہ ہوا گہر کیلیے
مریض ہجر کو پوچھا تو کس طرح پوچھا | رواں کیا ملک الموت کو خبر کیلیے
خدا نے جذب دیا دل میں تو نے تھام لیا | گئیں جو عرش پہ آہیں کسی اثر کیلیے
کیا جو تیغ تغافل نے عاشقوں کو حلال | رواں ہوا ہے خون یار کی خبر کیلیے

غزل ۱۷۱

ادھر اُدھر ہی کی خبریں منگایا کرتے ہو
کسی کو بھیجو تو فاخر کی بھی خبر کیلیے

شعر ۳۵

کچھ کم نہیں فقیر کی توقیر شاہ سے | آتی ہے بوئے تاج نمد کی کلاہ سے
ہوں سرمۂ استخوان کسی چشم سیاہ سے | جل جاؤں مثل طور جو برق نگاہ سے
گردش تمام عمر نہ کیونکر رہے مجھے | ہے خاک کا خمیر مری گرد راہ سے
بیمار ناتواں کا ہے جیسے عصا روز | قوت ہے مجھ ضعیف کو یوں مد آہ سے

الماس وہ اسقدر ہین انھین کچھ نہین تمیز
واقف نہین جہانکے سفید و سیاہ سے

طوفان اُٹھا ہے بحر مین صحرا مین گرد باد
دو آفتین یہ آئین مری ایک آہ سے

کوئی ملا نہ عالم وحشت مین جب مجھے
جنگل مین دل بہل گیا مردم گیاہ سے

تاثیر دردناک حسد نے اشتون یہ کی
ہل ہل گئے ہین دل عدوے باد و آہ سے

ظلمات میرا خانۂ تاریک ہوگیا
روشن نہ ایک دن بھی ہوا مہر و ماہ سے

کوچے مین اُنکے خاک ہوا کون تا تن
اُٹھا نہ گرد باد کبھی یانکی راہ سے

پوچھو نہ وحشت مین مری کیونکر بسر ہوئی
آگاہ کچھ غبار ہے حال تباہ سے

اوپر ہی اوپر اُنکی یہ جائیگی کیا نظر
عنقا شکار ہوویگا اونچی نگاہ سے

گرتی ہے جب تو گرتی ہے سر پر رقیب کے
بجلی کو ایک بیر ہے روز سیاہ سے

انکی نظر ہے سرمہ دنبالہ دار پہ
مارا ہے مجھکو قبضۂ تیغ نگاہ سے

انکو تو اے حضور در گوش کیجیے
لایا ہون موتی توڑکے مین تاج شاہ سے

خواہان ہو زندگی کا تو عصیان کو چھوڑ دے — ہوتی ہے کم حیات بشر کی گناہ سے

قطرے جو خون کے جوشش سے و اشک بن گئے — پیدا ہو مشک نافۂ غزال سیاہ سے

اعمال نیک ساتھ لے اور رہ عدم — خالی سفر میں ہاتھ نہ ہو زاد راہ سے

آنکھوں سے گر کے ٹھہرا ہوا ہے لخت دل — آیا ہے یہ جہاز سمندر کی راہ سے

شاید جناب قیس کی اس سے ملے خبر — آیا ہو جو کوئی آج بیابان کی راہ سے

دوزخ کے منہ سے رحمت حق لی اڑا کے اُچک — جنت میں میں گیا ہوں جہنم کی راہ سے

گرد ملال و غم سے ہیں آنسو بھی رواں — آتا ہے قافلہ یہ بیاباں کی راہ سے

ٹکڑے اڑا دیے ہیں سپر لیلیٰ کے جگر کے — خنجر کا میں نے کام لیا تیر آہ سے

کلیاں صبا سے ہونگی قفس میں پہنچیں کبھی — آئے اگر نسیم گلستاں کی راہ سے

اللہ رے رعب حسن حیرت کا ہے مقام — آئینہ آپ آپ ہوا اس نگاہ سے

تارے شب فراق نہیں یہ نمود ہیں — چھانا ہے آسمان کا جگر تیر آہ سے

کیسی قیامت اسکے تغافل نے کی بپا	مردہ نہ تا بہ حشر اٹھا قتلگاہ سے
ناخون دل سنبھالیے کیونکر تا بسحر	عرش خدا بھی ہلتا ہے بیکس کی آہ سے
کشتہ کیا جیا بھی آنکھون کے ناز نے	مارا ہی بے اجل مجھے نیچی نگاہ سے
ظلمت کدہ جہان نظر آنے لگا مجھے	آنکھین لڑین جو سرمۂ چشم سیاہ سے
اعلی کا عیب بھی نہین چھپتا تمام عمر	دھبا مٹا کلف کا نہ رخسار ماہ سے
باہم جو میرے اسکے نظر سے نظر لڑی	تار نگاہ الجھ گئے تار نگاہ سے
اپنے مریض ہجر کو لازم ہے دیکھنا	واقف نہین حضور ابھی رسم و راہ سے
اس آسمان حسن کی تصویر کے لیے	سونا لون آفتاب سے چاندی لون ماہ سے
رنگ آسمان کا ہجر کی شب کو بدل گیا	سقف کہن سیاہ ہوئی دود آہ سے

غزل ۱۴۲	فاخر وہ سنکے نالۂ پردرد کہتے ہین ٹکڑے جگر کے ہوتے ہین اس آہ آہ سے	شعر ۱۰

دل ہی جو بیقرار تو ہو اشک آہ سے
طوفان کو کیا غرض ہی ہمارے تباہ سے

پوچھونگا اپنے شوخ کی چشم سیاہ سے
کسکا ہی سوگ سرمہ گرا کیوں نگاہ سے

واقف ہی کون ہجر کے حال تباہ سے
آرے چلے ہیں لیکے سحر آہ سے

کھینچی جو آہیں زیر لحد میں نے متصل
غربال تختے ہو گئے ہیں چھن کے آہ سے

خط سے جمال اُس شہ خوبی کا گھٹ گیا
دولت لٹی ہی حسن کی زنگی سیاہ سے

آیا سحر کو اُسکے جو مہر سامنے
اُٹھا جو آنکھیں ملتا وہ مہ خوابگاہ سے

اہل لحد بتاؤ ملوں تم سے کسطرح
واقف نہیں یہاں کی ابھی رسم و راہ سے

چھپی نظر سے انکی ہیں سمجھا وصال غیر
مجھکو خبر ملی ہی یہ پیک نگاہ سے

آئی ہی دن کو دھوپ شب چاندنی کبھی
کیا کام مجھکو زیر لحد مہر و ماہ سے

سینے تیر کے ہدف ہو مرا مرغ دل ابھی
ناوک فگن جو دیکھ لے ترچھی نگاہ سے

تاریکی لحد میں نظر آئیگا انھیں
آنکھیں لڑی ہوئی ہیں جو چشم سیاہ سے

کھتی یاسمین آپکی جو دل کیا حلال
پوچھو تو کسکا خون ہوا نیچی نگاہ سے

ہم تم شریک ہوسکے کرین عاشقونکا خون
ترچھی نظر کا قول ہو اُس کجکلاہ سے

شاخ غزال کھینچکے دیوانگان عشق
ملک جنون کو چھینتے جاتے ہین شاہ سے

محشر مین رکھی اشک ندامت نے آبرو
دھوئے مرے ذنوب کتاب گناہ سے

ان چار شوخیون سے لیا دلکو یار نے
ناز و ادا سے شرم سے ترچھی نگاہ سے

دی کسی نے حضرت یعقوب کو خبر
یوسف کو کاروان نے نکالا ہو چاہ سے

سیدھی نظر کے ہم تو ہین عاشق حیا بہیر
او کجکلاہ دیکھ نہ ترچھی نگاہ سے

کچھ جھلملا رہا ہے چراغ لحد مرا
یارب بچائیو مجھے بخت سیاہ سے

ہے پست ہمتونکی لیے سلسلہ ضرور
کب بے رسن کے آب نکلتا ہے چاہ سے

دم لینے دو ٹھہر کے نکیرین پوچھنا
آتا ہون مین تھکا ہوا کوسونکی راہ سے

ہم گو فقیر ہین مگر اقلیم گیر ہین
چھینا ہے ہمنے ملک قناعت کو شاہ سے

بکھرا کے منہ پہ زلف کو ہنسنا غضب ہوا
بجلی گری ہے کوندھ کے ابر سیاہ سے

دل پر جو گذرنی تھی وہ گذر گئی
اب کیجیے حضور نہ تیغ نگاہ سے

انگلی شہرہ پہ جا کے نظر میری رک گئی
کانٹا کوئی نکال دیا نگاہ سے

اندھی سیہ اٹھے شب فرقت کسطرح
سرمہ اڑا کے لائی ہے جو چشم سیاہ سے

دفتر حسینان علی کے ہے میرا نام
فرد نجات لونگا رسالت پناہ سے

پردہ زمین کا مجھے کافی نہیں ہوا
ڈھانپے ہوں منہ کفن میں [illegible]

ہم کیا کہ جانتے ہیں نباتات تجھکو ایک
آتی ہے وحدہ کی صدا ہر گیاہ سے

غزل ۱۶۳

جاتا ہے دل کے ساتھ کلیجے کو توڑ کے
فاخر پناہ مانگیے تیر نگاہ سے

شعر ۲۳

اوج شاہ ہونکا گدا ہو رہ دلدار میں ہے
سایۂ بال ہما سایۂ دیوار میں ہے

منحصر اب جو شفا شربت دیدار میں ہے
حسرت دید مسیحا دل بیمار میں ہے

کھینچا دیکھ لے قاتل تو ذرا قتل میں ہی
خون کے دریا کی روانی تری تلوار میں ہے

خاک پہ میری طرح یہ بھی پڑا رہتا ہے
ضعف بیمار بھی کیا سایۂ دیوار میں ہے

بوسہ لینے سے تری سوزش لبہائے نمک
رخ کی تاثیر مگر آتش رخسار میں ہے

سخت جاں تو نکلے تو کاٹیگا گلے کیا قاتل
زور بازو تو نہیں برش تری تلوار میں ہے

لیے بوسے وہیں زخم شہیدا نے مگر
خون کی سرخی جو ابھی تک لب سوفار میں ہے

میرے پاؤں کو بھی رہتا ہے ہمیشہ چکر
بخت آشفتہ مرا گردش پرکار میں ہے

اے صبا کہدے عنادل سے خبردار رہیں
دام صیاد بچھا ہوئے گلزار میں ہے

باغباں کی کھٹکتا ہے جگر میں کانٹا
پھول ایک ایک عنادل کی جو منقار میں ہے

کبک و طاؤس کی رفتار میں بات کہاں
دلکشی جو ہے معشوق کی رفتار میں ہے

دیکھ لو چل کے ذرا غیرت عیسی اسکو
جان اب ایک مرے ہجر کے بیمار میں ہے

مردے ٹھوکر سے ہر اک گام جلاتے ہیں حضور
دم عیسی کا اثر آپکی رفتار میں ہے

پر جو باندھے ہین تو صیاد نے قفس کا پٹ بھی دے
تاب پرواز ابھی مرغ گرفتار مین ہے

جیسے مجمع ہی حسینونکا در دولت پر
جمگھٹا ایسا کہان مصر کے بازار مین ہے

اک نظر دیکھ لے تمکو تو جہان سے جاوے
آرزو ایک یہ باقی دل بیمار مین ہے

بیٹھ جائیگا اٹھانے سے یہ کوہ سنگین
بار فرقت کی کہان تاب دل زار مین ہے

وعدہ وصل پہ حجت نہ کرونگا اس سے
دھیان رنجش کا تجھے یار سے تکرار مین ہے

چاہتے ہین کہ کرین مجھ سے وعدہ لیکن
شرم مانع کچھ انھین وصل کے اقرار مین ہے

باتین عاشق سے مکرر نہ بنا تو کیونکر
حسرت مدعا کا تلفظ تری تکرار مین ہے

گل ہین خندان شگفتہ ہین چمن مین غنچے
باغبان خلد خزان کیا ترے گلزار مین ہے

غزل ۱۷۴	سال ہجری مین یہ تاریخ کہی فاخر نے حسن گل آج گل گلشن اشعار مین ہے ۱۳	شعر ۲۳

لذت آب بقا شربت دیدار مین ہے
سیر ظلمات کبھی فرقت کی شب تار مین ہے

جاگتا ہون مین شب وصل وہ سوتے جاہین
بخت خفتہ بھی مرے طالع بیدار مین ہے

دیکھکر مجھسے گدا کو یہ کہا دربان سے
کسکا بستر تہ مرے سایۂ دیوار مین ہے

کسی بیکس کے گلے چھکے ملا تھا کبھی
آجتک وہ ہی نمی خنجر خونخوار مین ہے

دیر سے بام کے یہ پانو نگہ ہین زخمی
خون بھرا دیکھو تو خار سر دیوار مین ہے

بیحسی اڑتی ہے یون اٹھکے پھرا اُسکی
حرکت نبض کی مشکل تر بیمار مین ہے

آنسو اسکے بھی مرے ساتھ نہین تھمتے ہین
تار اشکو نکا رگ ابر گہربار مین ہے

داستانین تری رنگین ہین ایسی بلبل
اک زبان برگ گل تر کی جو منقار مین ہے

پھاند کر بام پہ آنے کی سزا یہ پائی
خون پا ذرد کا خار سر دیوار مین ہے

ابر کے درد جگر کے جو گرے دور نہین
برق پوشیدہ مری آہ شرربار مین ہے

نازکی سے نہین اٹھتی ہین نگاہین انکی
ناتوانی کا اثر مردم بیمار مین ہے

سیر گلزار خلیلی کی نظر آتی ہے
لالہ و گل کی بہار آتش رخسار مین ہے

چاہیے تھی جی اٹھا ہو تو گئے بے ساختہ دیے
ناتوانی مین یہ طاقت ترے بیمار مین ہے

کیون ہو شاد نہ کر ترک تکلف برہمن زنجی
ڈور تلوار کا کیا رشتۂ زنار مین ہے

اوج عنقا ہی رہا مر کے ہما ہاتھون
استخوان سر عصفور جو منقار مین ہے

خیر دیکھی نہ کبھی زاہد مصنوعی سے
شمر ہی لیلیٰ ہوئی ہر پیچ جو دستار مین ہے

شام سے صبح کا دھوکا ہو شب وصل نہ کیون
نور نجم سحری روزن دیوار مین ہے

انکے عارض سے جو چہرہ پہ صفا ہیں آئینہ مین کیونکر
عکس پیدا ہی تو آئینۂ رخسار مین ہے

ہے ہوس اس دل پرخون کی نہ پوچھو حالت
شکل عصفور کف طفل جفا کار مین ہے

سر کے کھل جائین نہ کیون ملک عدم کو رستے
جادۂ راہ فنا ناب تلوار مین ہے

ایک کے دو نظر آتے ہین جو قاتل اسمین
چشم احول کا نمونہ تری تلوار مین ہے

غزل ۱۷۵	شکل مہتاب کے پر نور جبین ہے کوئی روشنی مہر کی فاخر کسی رخسار مین ہے	شعر ۳۷

لیلیٰ کا گذر جسمین ہو وہ دل ہی نہین ہے
محمل ہے تو کیا صاحب محمل ہی نہین ہے

سر کاٹنا میرا کوئی مشکل ہی نہین ہے
پر زور ترے ہاتھ مین قاتل ہی نہین ہے

جس دل مین کہ ارمان ہو وہ دل ہی نہین ہے
جسجا نہ مسافر ہون وہ منزل ہی نہین ہے

بے درد مرا زخم کا حاصل ہی نہین ہے
تڑپے نہ اگر خاک پہ بسمل ہی نہین ہے

آئینے مین عکس اور کا شامل ہی نہین ہے
دعویٰ تری یکتائی کا باطل ہی نہین ہے

اُس مصحف عارض مین کوئی تل ہی نہین ہے
کچھ فرق میان حق و باطل ہی نہین ہے

اُس رخ سے جو خورشید بھی منھ اپنا چھپائے
خجلت سے فقط فق مہ کامل ہی نہین ہے

کشتہ ہون مین تیغ و تبر و تیر سنان کا
قاتل مرا اک خنجر قاتل ہی نہین ہے

حجت جو ہوئی وصل مین بولے وہ بگڑ کر
تو میری ملاقات کے قابل ہی نہین ہے

رہزن بھی تو ہین دانت لگائے ہوے اسپر
اک دشمن رہرو سگ منزل ہی نہین ہے

غنچون کے چٹکنے کی بھی آواز ہے شامل
گلشن مین فقط شور عنادل ہی نہین ہے

چلتی ہی چھری الفت ابرو مین گلے پر | جان دینا شب ہجر مین مشکل ہی نہین ہی
دستارین ہین گئی تا بہ کلاہ اُڑ کے دم قتل | آلودہ خون دامن قاتل ہی نہین ہی
مرنے کا اسے خوف ہا کرتا ہی ہر وقت | انسان کبھی موت سے غافل ہی نہین ہی
یہ مے کا نہین نشہ کہ ہو بیخود و مدہوش | سرمست محبت کبھی غافل ہی نہین ہی
دعوی ہی فن شعر مین ہر اہل سخن کو | وہ کون سا شاعر ہی جو کامل ہی نہین ہی
کانٹون سے مسافر کے بھی اٹکے ہین لکھرا | دل چاک فقط جادہ منزل ہی نہین ہی
کھل جائے مرنے کی حقیقت ابھی اسکے | یا دل مری آنکھون کے مقابل ہی نہین ہی
مین موت کے در پر بھی کھڑا رہتا ہون اکثر | رہنے کے لیے کوچہ قاتل ہی نہین ہی
دل مین ہی سدا یاد کسی پردہ نشین کی | بہتر مرے دل سے کوئی محمل ہی نہین ہی
کٹنے کی نہین خشک رگین میرے گلے کی | پر آب اگر خنجر قاتل ہی نہین ہی
اشعار اسیواسطے تھوڑے سے لکھے ہین | اسطرح مین کچھ فکر سے حاصل ہی نہین ہی

تکرار کرے مجھسے نہ کیوں وہ صنم ناحق
بچپن میں تمیز حق و باطل ہی نہیں ہے

تڑپا کے مرے دل کو ہو کیوں محو نظارہ
کیا خاک یہ مضطر کوئی بسمل ہی نہیں ہے

ابرو سے مجھے تیغ سے کشتہ کیا اسکو
عاشق کا لہو غیر میں شامل ہی نہیں ہے

ارمان بھرے دل میں نہیں جلوہ کسیکا
اس بزم میں وہ رونق محفل ہی نہیں ہے

تھامے ہوئے ہاتھوں سے جگر خود چلے آتے
اس دل میں مگر جذبۂ کامل ہی نہیں ہے

ساکت ہیں اسطرح سے موجونکی زبان بھی
خاموش فقط یہ لب ساحل ہی نہیں ہے

اس قصد سے بیٹھے ہیں عبث پاس ہمارے
پہلو سے یہ لیجائینگے کیا دل ہی نہیں ہے

گلشن میں نہ کیونکر ہو یقین فصل خزان کا
وہ نغمہ سرائی عنادل ہی نہیں ہے

اے درد تو اٹھ اٹھکے کسے ڈھونڈ رہا ہے
پہلو میں مرے آج مرا دل ہی نہیں ہے

واپس کیا یہ کہکے مرے قلب کو اُنے
جس دل کا میں مشتاق تھا وہ دل ہی نہیں ہے

وہ لیکے کریں کیا دل بیجان کو ہمارے
مردہ ہے یہ خود صید کے قابل ہی نہیں ہے

تجھے بھی لحد کے میں دبا ہوے مجھکو
سینے پہ مرے سنگ کی اک سل ہی نہیں ہے

پہلو میں کبھی رہ رہ کے چبک ہوتی ہے مجھکو
اک شدت درد جگر و دل ہی نہیں ہے

اب اونکی ادا اونکا مزہ کون اوٹھائے
جس دل پہ مجھے ناز تھا وہ دل ہی نہیں ہے

کچھ رحمت خالق کی نہیں حد بزرگی
اس قلزم ذخار کا ساحل ہی نہیں ہے

غزل ۶۶

جا کرتے مجھے ہم محبت میں نہ کیونکر
فاخر مرے قابو میں مرا دل ہی نہیں ہے

شعر ۵

ظلم پہ ظلم اگر او ستم ایجاد رہے
خود وہ فریاد مری مائل فریاد رہے

بت جو وہ قید صنم خانے سے آزاد رہے
وہیں میں بھی لب ناقوس پہ فریاد رہے

ہم ترے ہاتھوں سے یا نو میں برباد رہے
اے جنون خانۂ احسان ترا آباد رہے

مجھ پہ غربت میں جو قزاق کی بیداد رہے
قافلے میں بھی لب ناقہ فریاد رہے

خاک ہو جائے قفس گھر مرا برباد رہے
میں رہوں یا نہ رہوں پر مرا صیاد رہے

اک نہ اک ظلم پہ مری بیداد رہے
یاد رکھنا یہ وصیت جو تمھین یاد رہے

ہم سے آوارہ بیابان بھی تو نہ آزاد رہے
صورت ریگ رواں دشت مین برباد رہے

دل لگے بیسو کے پیچھے ہو دلشاد رہے
تو سلامت رہے گھر بھی ترا آباد رہے

ہم وہ بلبل ہین پربستہ کہین جو آزاد رہے
نکہت گل کی طرح باغ مین برباد رہے

غم ہو تیرے کا ایسے دل کبھی ناشاد رہے
جب مین مانون کہ پس مرگ مری یاد رہے

دل کو ہاتھون سے لیے بیٹھا ہو صیاد رہے
بلبلو رو مین ڈوبی ہوئی فریاد رہے

پر لب زخم نہ کچھ شکوۂ بیداد رہے
بسملو خون مین ڈوبی ہوئی فریاد رہے

دیر و کعبہ مین بھلا کیا کوئی ناشاد رہے
لب ناقوس و موذن پہ جو فریاد رہے

پاس ناشاد کے بیٹھا جو ستم ایجاد رہے
لیے جاتا ہے کمر دلکو ذرا یاد رہے

تا بہ لب آ کے جو گھٹ دل ناشاد رہے
کسطرح بند نہ قفل در فریاد رہے

مین وہ بلبل ہون قفس جو مجھے برباد رہے
ہاتھ ملتا ہو اسیر سے لیے صیاد رہے

شکر قاتل عوض شکوهٔ بیداد رہے | زیر شمشیر تشکر سر فریاد رہے

لطف ہو تب جو غم و درد میں دلشاد رہے | دم گریہ تبسم لب فریاد رہے

سخت جانی سے مری تنگ جلاد رہے | لب شمشیر پہ بھی شکوهٔ بیداد رہے

غزل ١٧١ — شعر ٢١

دل ہی دل میں گلہ و شکوهٔ بیداد رہے
بند فاخر شب وقت لب فریاد رہے

بھولنا تم نہ کہیں طرز جفا یاد رہے | روز گردن پہ رواں خنجر فولاد رہے

لب پہ ہو دود جگر اشک ہوں آنکھوں سے رواں | یہ نشانی مری تصویر میں بہزاد رہے

لاش دفنا نہ کو کر قبر کے زندان میں اسیر | تیرے قیدی کی بس مرگ بھی میعاد رہے

اپنے کشتوں میں نہ کر اسکو شمار اے شیریں | دمِ تیشے ہی کے خون سر فرہاد رہے

کیا کہیں سخت ہیں لونکا ہی جلانا آسان | شر انگیز نہ کیوں کورهٔ حداد رہے

ہو نہ بیتابی درد جگر و دل ہو عیاں | شور نالونکا مرے لب فریاد رہے

ٹھنڈی آہون سے عنادل کی جمی ہین نہرین — باغ مین کیون نہ اکڑتا ہوا شمشاد رہے

جھول جاتے ہو شب عید و جہلت ہر سو زر — بند مین سے گرہ یون نہ اگر یاد رہے

اور بھی شاہد معنی کی فزون ہو زینت — جسم مین سخن اگر خلعت استاد رہے

یا الٰہی ہے ان حسرت و ارمان کا ہجوم — بستی میرے دل برباد کی آباد رہے

رنگ بھرتا تری تصویر مین اسلم جو کھلا — خود اگر رنگ رخ مانی و بہزاد رہے

شکل تکیے کے جہان مین نہین عکس مقام — جتنا آباد رہے اتنا ہی برباد رہے

شدت درد مین کچھ جھکے کبھی مو شاید — دل مضطر جو تہ زانو جلاد رہے

اسکی تصویر مین ہو صنعت خندہ مانی — کوئی تو عالم ایجاد مین ایجاد رہے

گلستان دل پر داغ سے اشتہر مری — کیون نہ آنکھون سے نہان گلشن جلاد رہے

خاکساری سے بنا گھر دل عالم مین کوئی — نام کے ساتھ زمانے مین کچھ ایجاد رہے

کسی ذرے مین نہ پایا دل داغی اپنا — خاک چھانا کیے بیکار ہی برباد رہے

تم نہ نالان ہو تو نا تو سن نالان ہو بہت
کب ہی ممکن جو لب گنگ تہ فریاد رہے

دب دانہ بھی قفس مین مجھے بلوائے گا
نظر مہر و رویت صیاد رہے

لیکے یہ گور غریبان سے چلی روح مری
لئے مین جاتی ہون یہ بستی تری آباد رہے

غزل ۱۷۰

دل مایوس کی ہو قطع نہ امید وصال
قفا خرا غوش تمنا ترا آباد رہے

شعر ۳

دائمی گر ترے دیوانوں کی میعاد رہے
زندگی بھر لب زنجیر پہ فریاد رہے

مہربان اپنے اسیرون پہ جو صیاد رہے
پھر قفس مین بھی عنادل کی نہ فریاد رہے

اپنے گر شہر خموشان کی نہ بیداد رہے
پھر نہ ساکن مرقد بھی فریاد رہے

بھولنا تم نہ کہین طرز جفا یاد رہے
روز گردن پہ روان خنجر بیداد رہے

دو نو جانب ہین صبر و جفا یاد رہے
ہم بھی شاد رہے آپ بھی استاد رہے

خس آنکھون مین رہے دل مین مری یاد رہے
جو مکان یار کے رہنے کا ہی آباد رہے

منہ پر اصنام کے گر شکوۂ بیداد رہے | شور ناقوس کی صورت مری فریاد رہے
یاس و ارمان کی طرح یار کی بھی یاد رہے | خانۂ دل انھیں مہمانوں سے آباد رہے
کیوں مٹانے پہ نہ چرخ ستم ایجاد رہے | اسکو منظور ہے عاشق کی نہ بنیاد رہے
ہاتھ سینے پہ ترا اے ستم ایجاد رہے | دل بیتاب نہ قابو دم فریاد رہے
ہاتھ قاتل کے تھکے اور نہ مرا سر ہو جدا | یوں گلے پر کشش خنجر فولاد رہے
سامنے آئے پئے قتل جو مجھ بیکس کے | سر جھکائے ہوئے خود خنجر فولاد رہے
شاد اسوقت ہو شاید دل ناشاد مرا | ہم بغل شکوا اگر کوئی پریزاد رہے
طوق الفت نہیں گردن میں بشکل قمری | مثل شمشاد ہم اس باغ میں آزاد رہے
کھینچے خاک بھلا حسن خداداد کی شکل | محو نظارہ میں خود مانی و بہزاد رہے
داستان شاہد گل کی وہ سنا دے بلبل | تجھ پہ سو جان سے نثار آپ ہی صیاد رہے
خلش خار مژہ یاد دلاتا ہے مجھے | سرخرو خون سے مرے نشتر فصاد رہے

باغ مین جب قد موزون کا ہمین دھیان آیا
سرو کے پاس سے اُٹھے تو نہ شمشاد رہے

کبھی ارمان غم و یاس نہ میرے نکلین
مین نہین چاہتا گھر قلب کا برباد رہے

جان فرہاد گئی وصل نہ شیرین سے ہوا
لقب اُس عاشق جانباز کا ناشاد رہے

قاصد موت کے آنے کی خوشی رہتی ہی
مژدہ وصل سے دل کیون نہ مراشاد رہے

چرخ سے ورزش جفا سیکھنا مشکل نہین
بھول جانے کا سبق گر تمھین یاد رہے

پوچھا اُس غیرت لیلی نے نہ اگر دو دن ہمین
مثل مجنون کے بیابان مین برباد رہے

خون کھل کھل کے گل زخم جگر سے ہو روان
رنگ اور ذرا گلشن شمشاد رہے

اہی فلک یون گل و بلبل کا زمانہ آئے
خوف گلچین نہ انھین دہشت صیاد رہے

دونون پہلو رہین یون ہجر مین پُر آباد
آرزو ایک مین اک مین دل ناشاد رہے

یار آور نہوا کچل یہ بلا خوب اسے
مدعی اور قد یار کا شمشاد رہے

امتحان مد نظر ہو جو ادا ونکا انھین
تیغ انداز سے بسمل دل ناشاد رہے

موسم گل میں جو تاراج نشیمن ہو مرا	باغبان خاک اڑاتا ہوا برباد رہے

غزل ۱۲۹	نہیں ہٹتا نہ رہے پاس مرے ای فاتحہ اُنکے پہلو ہی میں میرا دل ناشاد رہے	شعر ۳۲

ہر لفظ چمکتا ہوا اک دُرِّ عدن ہے
مطلع مرے اشعار پہ سرتاجِ سخن ہے

کیا میری لحد پر یہ گرفتار محن ہے
یوں پاس سے خاموش کھڑی شمع لگن ہے

دل ملک میں محبت جگر لعل یمن ہے
ہر آنکھ عدن اشک ہر اک دُرِّ عدن ہے

پیکان کے مانند مرا دل ہمہ تن ہے
پیوست ترا تیر جو اے تیر فگن ہے

احباب جو ہیں غربت و وحشت میں مرے ساتھ
گردش میں سفر کی بھی مجھے لطف وطن ہے

پتے میں بھی ہیں داغِ جگر رنگ اپنے
یاں فصلِ خزاں میں بھی ترو تازہ چمن ہے

کھلتے ہیں یہاں رسم داغِ جگر و دل
بازار محبت کا جداگانہ چلن ہے

کٹتے ہیں بھلا ہونگا کسی موئے کمر کا
لاغر میں نہیں ہوں جسم مرا تارِ کفن ہے

دو چار کی تعریف پہ نازان ہی عبث تو
آ سامنے میدان مین اگر مرد سخن ہی

پیری مین بھی اُن زلف سے ہی خم و صورت
کیا بل تھا کہ جلنے پہ بھی پیچیدہ رسن ہی

وہ چاہ محبت سے نہ سیراب ہو کیونکر
جس دل کو دل زار مین آہونکی رسن ہی

سینہ کہین خون سے بھرا ہی کہین خالی
صحرا ہی کسی جا پہ کسی جا پہ چمن ہی

ہر عضو مین اُس مہ کی نظر آتی ہی صورت
رُخ کا تو ہی کیا ذکر سب آئینہ بدن ہی

غلطان ہا تا عمر جدا ہو کے صدف سے
گوہر سے سو کب کوئی آوارہ وطن ہی

زندان مین اسیرونکی بسر ہوتی ہی کیسی
کیا پوچھتے ہو حال بڑا رنج و محن ہی

کیون رو نہ مجھے کشتۂ بیکس کی لحد پر
اک عمر سے دلسوز مری شمع لگن ہی

پروانون پہ رونے سے یہ حاصل ہوا آخر
خود آنسوون سے غرق تن شمع لگن ہی

بے باد صبا بوے گل تر کی طرح سے ہم
کب خلق مین جچتا کوئی آوارہ وطن ہی

کیا آپکے رخسار کی توصیف بیان ہو
صورت مین پری ہو تو سجاوٹ مین دلہن ہی

تار نظر وہم سے نازک وہ کمر ہے
ہستی میں ہے شک نقطۂ موہوم دہن ہے

اے شمع کبھی منہ پہ نہ گلگیر کے چڑھنا
کرتا نہ کوئی بات کہ منہ پھٹ وہ دہن ہے

جوہر یہ نہیں خون بھری تیغ میں قاتل
آراستہ زیور سے کوئی تازہ دلہن ہے

خلعت کی ضرورت نہیں کشتوں کو تمہارے
ملبوس جو پہنے ہیں وہی انکا کفن ہے

ناسور جو گوہر کے کلیجے میں پڑا ہے
اک یہ بھی دلیل غم دوری وطن ہے

پردیس میں یارب خبر خیر سنانا
کچھ آج زیادہ غم یاران وطن ہے

مردوں ہی میں اپنے کو سمجھتا ہے انساں
ملبوس نہیں جسم میں تن میں کفن ہے

چھوٹیگا یہ دست بہت خوں میں ملا کیا
عکس رخ شفاف کا آئینۂ وطن ہے

ہے خاک کا مجنوں کی یہ لیلیٰ سے اشارہ
اک عمر سے اب دوش صبا میرا وطن ہے

آنکھوں کی سفیدی و سیاہی ہیں عیاں
اس دم دیدہ کے لیے گور و کفن ہے

سر پر ہے اگر موت تو ہو کچھ نہیں پروا
چلتے ہیں کمر باندھے ہوئے تکیے میں کفن ہے

ساتھ آنکھون کے آغوش تمنا بھی کھلا ہی
وا چشم کے مانند ہر اک بند کفن ہی

ملجائیگا یہ خاک لحد مین پس مردن
میرا خط تقدیر بھی تحریر کفن ہی

مٹی مری ملتے ہین یہ کہکے وہ منھ پر
ہو کیون نہ مجھے دوست کہ یہ خاک کفن ہی

کفنا دو ابھی مین مجھے صبح شب وصلت
کافور سحر مجھکو سفیدی کفن ہے

غزل ۱۸۱

سینچا ہی اسے برسون ہی خون جگر سے
کیا رنگ نہ فاخر کا گلستان سخن ہی

شعر ۲۵

سرو قامت پہ طبیعت آئی
بیٹھے بیٹھے یہ قیامت آئی

بال کھولے شب فرقت آئی
جان پر میری مصیبت آئی

دھیان مین کوئی نہ صورت آئی
بس تمھین پر ہی طبیعت آئی

بیقراری سے جو رقت آئی
جوش پر اور طبیعت آئی

بوسہ مانگا تو یہ جھنجھلا کے کہا
کیون رکے کچھ تری شامت آئی

صاف اُنکو نسے کیا رو کے اُسے | اُنکے دل مین جو کدورت آئی
اُٹھتے اُٹھتے ہوئی وحشت مجھکو | کیا نظر خواب مین صورت آئی
قبر مین شانہ ہلا کر یہ کہا | کس بلا کی تجھے غفلت آئی
سُنکے فریاد مری کہتے ہین | کون سی آپ پہ آفت آئی
ظلم اُنکے نہ اُٹھاؤن کیونکر | کیا کرون اپنی طبیعت آئی
دم مین بیمار عدم کو پہونچا | تن بیجان مین یہ قوت آئی
دیکھنے آئے نہ بیمارون کو | کچھ بھی تمکو نہ محبت آئی
دیکھکر نامۂ اعمال اپنا | حق سے کیا کیا ندامت آئی
شکوہ کرتا ہون تو فرماتے ہین | لب پہ پھر میری شکایت آئی
آئے غیرونکو لیے تربت پر | کچھ بھی تمکو نہ مروت آئی
گل و شبنم سا ہوا وصل نصیب | ہنسی انکو مجھے رقت آئی

حشر مین نام بتا یا نہ گیا — مجھکو قاتل سے مروت آئی

بہ گیا جسم مرا اشکون مین — شمع کی طرح سے رقت آئی

بات پوچھی نہ تری لیلی نے — تجھکو مجنون نہ خجالت آئی

پس مردن مری دلسوزی کو — شمع روتی سر تربت آئی

دعوی یکتائی کا تجھکو تھا ہی — آئینہ دیکھا خجالت آئی

بعد برسون کے کدھر آ نکلے — آج کیا تمکو محبت آئی

نیمجانون کو سسکتا چھوڑا — تجھکو قاتل نہ مروت آئی

غزل ۱۸۱

گالیان دیتے ہین دل لیکے ترا
فاخر یہ تری نوبت آئی

شعر ۲۳

گ

شاہون سے مجھ فقیر کا رتبہ زیادہ ہی — اس در کا مین گدا ہون جو باب المراد ہی

ژولیدہ زلف کی مجھے صحرا مین یاد ہی — پیچیدہ دود آہ مرا گرد باد ہے

تیرا مریض نیست سے اب نامراد ہی | درد جگر کے ساتھ ہی اٹھا فواد ہی

دل سے یہی حضور کو الفت زیاد ہی | مجھکو بھلایا آپنے اورون کی یاد ہی

کب منجمد لہو ہی جبین حسام پر | ہی درد سر آپکے مرے خون کا ضماد ہی

گردن سے اور تیغ سے اکدم کا میل ہی | یہ اتحاد بھی کوئی کیا اتحاد ہی

کیا شاد ہو سہ و سے کیا مجھ فقیر کو | پر آئے وہ جو آپکے دل کی مراد ہی

مشتاق قتل میں ہون وہ آمادہ ہی پر | انکی وہ ہی مراد یہ میری مراد ہی

کل تک چمک تھی درد مین بجلی کے طور جیسے | لیکن تڑپ کچھ آج جگر مین زیاد ہی

اس بے محبتی مین تو دیتا تھا جان مین | اب کیا کرون جو یار کو الفت زیاد ہی

کہتا نہین جو وعدۂ فردا وصال کا | فردا سے کیا حضور قیامت مراد ہی

سینے پہ ہاتھ قبر مین دیکھے تو یہ کہا | کیا درد دشمنون کے جگر مین زیاد ہی

جب پاس یار رہو تو مصیبت بھی عیش ہی | پھولون سے عندلیب قفس مین بھی شاد ہی

وہ حافظ مرا ہی کہ ہی حافظوں کو شک
آیہ ہر ایک مصحف عارض کا یاد ہی

آنکھیں غم فراق سے روئیں نہ کسطرح
ہر طفل اشک گھر کا مرے خانہ زاد ہی

ڈرتے تھے اپنی زلف کے ناگن سمجھکے تم
وہ کبھی مانہ نام خدا تمکو یاد ہی

اے باغبان رگ گل لالا کی فصد کے
سودا ہی جوش خون کا اسی سے فساد ہی

دیکھا ہی مین نے قامت محبوب مین
قائم قیامت آج ہی روز معاد ہی

مشکل ہی قتل خواہش دل تیغ صبر سے
سب سے زیادہ نفس کشی کا جہاد ہی

ہمت مدد کرے تو کرون خواہشون کو قتل
ہی معرکہ کہ نفس کشی کا جہاد ہی

پتلی سے مین ہرن کی لکھون وصف چشم شوخ
گویا سواد عین بجاے مداد ہی

دریا روان ہی اشک کا آہین ہین پر غبار
گرداب غم کے ساتھ اٹھا گرد باد ہی

اُڑیگا لیکے یار کے دلکو ضرور یہ
مجھکو تو اپنے دل پہ بڑا اعتقاد ہی

وہ دو بدو جھگڑنے پہ مجھسے بگڑ گئے
کمبخت یہ زبان کا میری فساد ہی

جل جلکے خاک ہوتے ہین دونون سحر تلک	پروانے اور شمع مین کیا اتحاد ہی

غزل ۱۶۳	فاخرؔ وہ سنکے نالۂ پر درد کہتے ہین لاریب یہ کوئی نہ کوئی نامراد ہی	شعر ۲۱

تاریکیِ مزار سے بیحد زیادہ ہی — ابتک وہ تیرگیِ شب ہجر یاد ہی

یون باطنی رقیب نے مجھسے عناد ہی — کیا خاک صلح ہو کہ دلونکا فساد ہی

ظلمات سے بھی تیرگی اسکی زیادہ ہی — ظلمت لحد کی ملک عدم کا سواد ہی

مانند مشک داغ جنونکا سواد ہی — کیا احتراق خونکا ہمارے فساد ہی

کروٹ ادھر ادھر کی بدلنا محال ہی — قلب و جگر مین درد مرے یون زیاد ہی

دریا مین پھوٹ پھوٹ کے کہتا ہی یہ حباب — باعث فنا کا آب ہوا کا فساد ہی

مسدود کیا ہو جنگ زبانیِ ملکستان — جب دیکھیے کھلا ہوا باب فساد ہی

دونونکا حال حشر مین معلوم ہوگیا — فرقت کی شب سے روز جزا کچھ زیاد ہی

تابوت میرا دیکھ کے بولے رقیب سے ۔ کشتہ جسے کیا تھا وہی نامراد ہے

صیاد نے انھیں بھی قفس میں کیا ہے بند ۔ کچھ تو ہمیں عندلیب میں کیا اتحاد ہے

یہ سوچ کر وہ آئے ہیں عاشق کی لاش پر ۔ ناشاد ہو غریب ہے اور نامراد ہے

زلفیں الجھ الجھ کے خبر دیتی ہیں اسے ۔ گل سے ترے مریض کو الجھن زیادہ ہے

دل میں ہے درد اور کلیجہ ہے بیقرار ۔ بیتابی جگر سبب اتحاد ہے

بلبل کو شک ہوا ہے بگولے پہ باغ کے ۔ یہ سرو ہے غبار ہے یا گرد باد ہے

اوروں کا کیا جواب بھی دینگے نہ لیکن ۔ خود اپنے ہاتھ پاؤں پہ کیا اعتماد ہے

کیا سرکشوں کی خاک بھی اس میں شریک ہے ۔ سر آسمان پہ کھینچے ہوے گرد باد ہے

دل سنگ غیر کا نہ چھدا تیر آہ سے ۔ کوتاہی نگاہ کا سارا فساد ہے

ہنسنے پہ وقت نزع مرے بولے یہ عزیز ۔ دیکھا ہے یہ کبھی کہ جو دل شاد شاد ہے

قاتل کو دیکھا خواب میں مہندی ملے ہوے ۔ سمجھے حنا سے خون شہیداں مراد ہے

دولت یہ مجھ فقیر کو اُس شہ نے کی عطا
دنیا مین جو علیؑ ولی سا جواد ہی

غزل ۳۱

ہوتی ہی بار بار چمک برق کی طرح
فاخر کچھ آج درد جگر مین زیادہ ہی

شعر ۳۲

ہی بےحسون مین منعم و ممسک کہین رہے
کیا فخر تکیہ گاہ جو مسند نشین رہے

آسودہ ایک دن بھی نہ زیر زمین رہے
دکھ درد ساتھ ساتھ رہے ہم کہین رہے

ظلم بتان دہر سے اندوہگین رہے
شادان جو ایک روز تو برسون حزین رہے

خط اُنکے رخ پہ دیکھ کے کتنا ہو شکیب مین
وہ ہم نہین وہ تم نہین وہ دل نہین رہے

پیر سوال وصل پہ کیونکر وہ ہان کہین
مانع حیا و شرم ہی منھ پر نہین رہے

دارا و جم کو قصر فریدون کو دیکھ لو
اُنکے رہے مکان نہ خود وہ مکین رہے

اس دل کے ہاتھون چین نہ پایا لحد مین بھی
دشمن ہمارے پاس ہا ہم کہین رہے

یون جوش زن ہو قلزم اشک روان چشم
مانند دست موج کے تر آستین رہے

کیا بار ہجر ناز تو کوئی نہ اٹھ سکا
عاشق بھی انکے انکی طرح نازنین رہے

صیاد کے نہ پاس وہ گلچین کے پاس ہے
غنچے کہین ہے تو عنادل کہین رہے

سفاک سر کا اتاریگا جسم سے
قاتل نہ کیون چڑھائے ہوے آستین رہے

مجھکو ہوا وصال نہ سرخاب کی طرح
وہ رات کو کہین رہے اور ہم کہین رہے

چھوڑا اگلونکو خاطر صیاد کے لیے
ہم دوستون سے دور عدو سے قرین رہے

آئی نہ موت ہجر مین مر مر کے جی گئے
ہم منتظر اجل کے دم واپسین رہے

دل سے بتونکی یاد نکالون مین کسطرح
ویران ہے وہ مکان نہ جسمین مکین رہے

بانکی ادا یہ کہتے ہو اُس بد مزاج سے
عاشق سے کج نظر رہے چین بر جبین رہے

پہلے تو دوڑ دوڑ کے آتے تھے اب ہی کیا
وہ ہم نہین رہے ہین کہ وہ تم نہین رہے

پوچھا جو مین نے شب کو بتاؤ کہان رہے
بولے کہ کچھ اجارہ ہے تیرا کہین رہے

ہمزاد کیطرح سے نہ اک دم جدا ہوا
ہین انکے ساتھ ساتھ رہا وہ کہین رہے

غصہ نہ قاتلون کا گیا بعد قتل بھی
کہنی تلک چڑھاے ہوے آستین رہے

تاریکی لحد تو ہو گی مجھے نصیب
روشن چراغ داغ دل آتشین رہے

اے ہمدمو یہ تمسے وصیت ہے گر وہ آئین
رخ میرا انکی سمت دم واپسین رہے

جاتی ہے یاد زلف مرے دل سے کسلیے
رونق فروز لیلی محمل نشین رہے

محتاج ہون وہ گور غریبان بعد مرگ
جو زیست مین ہمیشہ سر نشین رہے

فرہاد و قیس و وامق و عذرا گذر گئے
بس ایک عاشقو نہین تمہارے ہمین رہے

میرے دل شکستہ کو آباد کیا کرین
کیا خاک اس خرابے مین کوئی مکین رہے

اب یہ ستارہا ہے تڑپ کر اسیطرح
یہ دل ہے جسکے پاس جگر بھی وہین رہے

میری طرح جو زلف سے وہ بھی نکل گئین
کمبخت دلکا پھر نہ ٹھکانا کہین رہے

گیسو وکوے یار ہی دو مقام ہین
کرلونگا خود تلاش مین دلکی کہین رہے

بیٹھے اٹھے تو پاس مگر اجنبی کی طرح
بیگانہ وار تجھسے مرے ہمنشین رہے

غزل ۱۰۱	خواہاں نکیوں ہوں موتیکا فاخر فقیر ہیں جو ولولے تھے دلمیں کے وہ نہیں رہے	شعر ۲۰

جب سے دل بلبل مرا انکے پاس ہے
ہے رنگ رخ اڑا ہوا چہرہ اداس ہے

پر تو جو داغ دل کا مرے انکے پاس ہے
مثل سحر رخ مہ کامل اداس ہے

پہلو میں وہ مجھے نظر آتا نہیں حضور
جو دل دیا تھا میں نے وہ اب کسکے پاس ہے

عشاق میں مجھی پہ پڑی یار کی نظر
ہے شکر کی جگہ کہ وہ مردم شناس ہے

پہلو سے ہے ملا جو وہ پہلو شب وصال
یہ دل ہے اسکے پاس دل اسکے پاس ہے

محفل سے مجھکو دور بلا کی طرح کیا
اللہ رے حضور کو غیروں کا پاس ہے

بیخود دم وصال ہوا میں تو یہ کہا
کیا کچھ پیے ہوے ہو جو تو بیحواس ہے

آئی جو ہے نکھر کے عروس بہار آج
سب شاہدان گل کا شہانہ لباس ہے

صیاد گر ہزار تسلی کرے تو کیا
خود بلبلوں کو اپنی رہائی سے یاس ہے

دل انکا مانگتا ہون تو کہتے ہین ہنسکے وہ
طالب ہین جسکے آپ وہ اورونکے پاس ہے

آتا ہی کون دیکھنے تیرے مریض کو
گر ہی تو ایک موت کے آنے کی آس ہے

تربت پہ شامیانہ نہین ہے تو کیا ہوا
چھایا ہوا تو ابر کی صورت ہراس ہے

آہون کے ضبط سے کہین دم ہو نہ ہلاک
عالم ہین ہے خلا ہوا اچنبا سس ہے

کاٹونگا کوہ ہجر کہ دو دل ہوے ہین ایک
اس دلربا کا دل بھی مرے دل کے پاس ہے

نیکون کا ہمنشین ہو تو رتبہ بلند ہو
ہو سرفراز خار بھی جو گل کے پاس ہے

آئے ہین شیخ و شاب زیارت کیواسطے
تربت مری جو اک در دولت کے پاس ہے

وہ مجھسے جستجو مین یہ کہتے ہین ناز سے
تو جسکو ڈھونڈھتا ہی وہ دل میرے پاس ہے

دونون شکستہ حال ہین گلزار عشق مین
بلبل کا دل تو چاک گلون کا لباس ہے

یہ کس غریب کشتۂ گیسو کا سوگ ہے
کیون آج بر مین آپکے کالا لباس ہے

فاخر وہ لیکے کہتے ہین مٹھی مین دل مرا

شعر ۲۰	اچھا بتایئے تو یہ کیا میرے پاس ہے	غزل ۱۸۵

یہ کس مریضِ ہجر کی صحت سے یاس ہے / کیوں آج کل حضور کا چہرہ اُداس ہے

ہم عاصیوں کو دید جہاں سے تو یاس ہے / لیکن ترے کرم کی غریبوں کو آس ہے

کہتے ہو اپنے مُنھ سے کہ میرے دہن نہیں / ہو نطق بے دہن کے خلافِ قیاس ہے

اُنکی بہار میں بھی ہے رنگِ خزاں شریک / جس گل کو دیکھتا ہوں بسنتی لباس ہے

وہ دوست جانتے ہیں مرے دشمن رقیب کو / اُنکا قیاس وہ ہے یہ میرا قیاس ہے

دنیا سے آج کون اُٹھا یہ فلک حشم / فق روئے ماہ ہے رُخِ خورشید اُداس ہے

رخصت گئی نہ سیرِ فلک کی بایں عروج / مدت سے ایک جسم میں کہنہ لباس ہے

قائل ہوں اُس کمر کا تو مشکل ثبوت ہے / کہتا ہوں گر نہیں تو خلافِ قیاس ہے

پیکاں نہ جان ای قدر انداز تو اسے / دزدیدہ دل کسیکا یہ ناوک کے پاس ہے

آخر شبِ شباب ہی ہوتی ہے صبحِ شیب / پیری کی ہے امید جوانی سے یاس ہے

مقتول تیغ ناز کے لاشے کے ساتھ ساتھ	بیحد ہجوم حسرت و حرمان و یاس ہے
تابوت میں سوار عدم کو چلے ہیں ہم	بر میں کفن نہیں ہے سفر کا لباس ہے
قاصد یہ میرے قاتل عالم کا ہے پتا	عریان ہے تیغ ہاتھ میں خونی لباس ہے
یارب یہ کس غریب کا دل مردہ ہو گیا	کعبے کا جسکے سوگ میں کالا لباس ہے
ڈرتا ہوں میری انکی طبیعت بدل نہ جائے	یہ دل ہے انکے پاس وہ دل میرے پاس ہے
مردوں میں میرا اور نہ زندوں میں ہے شمار	مایوس ہیں ہم موت سے جینے سے یاس ہے
جو دل میں کھو کے باغ میں آیا تھا باغبان	مجھکو پتا لگا ہے کہ غنچوں کے پاس ہے
اے جذب غم تو کھینچ کے لے آ انھیں فرار	میت پڑی ہوئی در دلکے پاس ہے
تاریکی لحد کو سمجھتا ہے قیس یہ	لیلیٰ کا میرے سوگ میں کالا لباس ہے

غزل ۱۹۶	بیدل میں کیوں تلاش انھیں کر رہے ہو یاں قاتل میں جانتا ہوں کہ دل میرے پاس ہے	شعر ۲۹

روے زمین پہ آئے ہی زیر زمین رہے
ہم یون رہے جہان مین جیسے نہین رہے

اک شب بھی میرے گھر مین اگر تم نہین رہے
دیدۂ نگاہ جان ہجر مین آشنا یقین رہے

کہدو یہ وحشت رز سے کہ عزلت گزین رہے
پردہ نشین اُسکی آنکھ کے پردہ نشین رہے

آئینہ اس حسد سے کبھی دیکھتے نہین
تیرے مقابلے مین نہ کوئی حسین رہے

زینت ہو زین اسپ کی یون شہسوار سے
خاتم پہ جسطرح سے مزین نگین رہے

ایسے تو ہون بلند مضامین شعر کے
رفعت مین آسمان سے سوا یہ زمین رہے

خونریزی اسطرح تو ہو مقتلین قاتلو
سب سرخ لالہ زار کی صورت زمین رہے

اس آئینے مین بال نہ پڑجائین دیکھیے
ٹے بل ہوا برو نپہ نہ چین جبین رہے

ٹانکے جو ٹوٹین زخم جگر کے دم فشار
ٹکڑے ہمارے دل کی طرح سے زمین رہے

ہو انقلاب حشر مین تڑپے جو دل مرا
یہ آسمان زمین پہ فلک پر زمین رہے

بعد فنا بھی دل تہ و بالا جو ہو مرا
پست و بلند قبر کی برسون زمین رہے

اسکا ادھر ہے کوچ ادھر میرا کوچ ہو
شمع سحر بھی پاس دم واپسین رہے

تر دامنی کا لطف ہی اسوقت میکشو
دامن کی طرح مے سے بھری آستین رہے

تحت سے لحد پہ چراغاں ہوا تو کیا
ہمکو اندھیری رات کو زیر زمین رہے

میت مری یا وہ سوچکے کہتے ہیں قبر سے
اسکا تجھے خیال ذرا اے زمین رہے

اچھا ہوا کہ مر کے بکھیڑوں سے چھٹ گئے
پھیلائے پاؤں چین سے زیر زمین رہے

کوئی نہیں کہ جسکی نہ بر آئی ہو مراد
بس ایک نامراد جہاں میں حزین رہے

ساقی خدا نخواستہ مجھسے جو ہو خفا
پھر شیشہ میں نہ ٹھکانا کہیں رہے

بستے رہے ہر اک سے حیات و ممات میں
زیر فلک کبھی کبھی زیر زمین رہے

گر قبر میں بھی گردش طالع اثر دکھائے
مانند آسمان حرکت میں زمین رہے

کیسا فشار رحمت حق کی جو مہر ہو
میت مری گلے سے لگا کر زمین رہے

پیسا ہے اسنے زیست میں اپنا
یارب نہ آسمان رہے نے زمین رہے

ہمنے نکالا جب تو یہ تب آکے دیہین
پہلے ہمارے کعبۂ دل مین مکین رہے

رفتار یار کا نہین کرتا ہی امتحان
آمادہ بیٹھنے کو ہمارے زمین رہے

ان میکشون کی کب دل ساقی مین ہے جگہ
شیشے مین دُرد کی طرح تہ نشین رہے

دیوانے یہ سمجھ کے اڑاتے ہین کی خاک
جاکر فلک کو سے بتا کی زمین رہے

یہ زلزلہ فقط ہو دل بیقرار سے
رکھو جو ہاتھ قبر پہ ساکت زمین رہے

مرقد مین ہم کراہ کے لیتے ہین کروٹین
ہاتھون سے اپنے دلکو سنبھالے زمین رہے

غزل

انجیل بھی انکے منہ سے نہ اٹھا شب وصال
فاخر کی چشم تر پہ نہ کیون آستین رہے

شعر ۲۵

ہم وہ نہین بلبل جو نشیمن مین رہینگے
مثل بوے گل بھی فصل کے گلشن مین رہینگے

بے اس گل رعنا کے جو گلشن مین رہینگے
بلبل کی طرح نالہ و شیون مین رہینگے

چھٹکر جو اسیری سے نشیمن مین رہینگے
پھر چہچہے کرتے ہوے گلشن مین رہینگے

کھل کھلاکے گل داغ جگر کہتے ہیں میرے
پھولوں کیطرح یار کے دامن میں رہینگے

ارمان یہ کہتے ہیں مرے دل سے نکل کر
کانٹے کی طرح سے دل دشمن میں رہینگے

دھبے مرے خونکے نہ چھٹینگے کبھی قاتل
جوہر کی طرح خنجر آہن میں رہینگے

پیسینگی زمین اور بنائینگے فرشتے
ارام سے اکدم بھی نہ مدفن میں رہینگے

آنکھیں ہیں نثار رہ تکیوں نثار نظر کے
پتلیوں کی طرح چلمن میں رہینگے

پھولیں گے جو اب جوش جنون نجد کیجانب
موسی کیطرح وادی ایمن میں رہینگے

کہتے ہیں شرار ہیں مری آہوں سے نکلکر
اس چرخ کے نعل سم توسن میں رہینگے

یا دوسر فرہاد لیے جاتی ہے ہمکو
کوہکن کیطرح سے کوہ کے دامن میں رہینگے

ہو آنکھ سے گرتے ہوئے اشکوں کا اشارہ
اب آج سے ہم گوشہ دامن میں رہینگے

تا ہیکے مرقد کا فقط ہے یہ بہانہ
مر کر بھی اسی زلف کی الجھن میں رہینگے

جب تک بسر اپنا ہے اشکوں تو آپہنچے
دھبے جو مرے خونکے سوزن میں رہینگے

یوں کلبۂ احزان ہی جو مرا خانہ تاریک
جب تک بھی نہ گر کبھی ہار و زندان میں رہینگے

وہ کہتے ہیں رشتے کے بھی وہیں سے کٹا نے
یا دل میں ترے یار کی گردن میں رہینگے

کانٹے سے کھٹکتے ہی رہینگے یہ بلبلیں
بے اس گل خوبی کے جو گلشن میں رہینگے

کانٹوں سے غرض ہوتی ہمیں گل کی غرض ہے
دامن کو سنبھالے ہوئے گلشن میں رہینگے

وہ بلبل دلکش ہوں نہ پائینگے جو مجھکو
صیاد تڑپتے ہوئے گلشن میں رہینگے

پھولوں کی بھری گود مبارک تجھے گلچیں
اشکوں کے گہر یاں مرے دامن میں رہینگے

ہیں برگ خزاں دیدۂ باران سے غم کیا
ہم سے نہ اُجڑنے جو گلشن میں رہینگے

صیاد کی باتوں سے نہ کچھ ہوگی تسلی
روتے ہوئے ہم یاد نشیمن میں رہینگے

کہتے ہیں قسم صحبت یار حسن کی وہ کھا کر
یہ ہاتھ حمائل تری گردن میں رہینگے

مارا ہی ہمیں برق تبسم نے کسی کی
تا حشر تڑپتے ہوئے مدفن میں رہینگے

فاخر و شبیر ہونگے ہم اگر دفن

شعر ۲۰	آرام سے لیٹے ہوئے مدفن میں رہینگے	غزل ۱۹۰

غم سے کلیجے دیکھنے والوں کے پھٹ گئے
دم توڑتے تو وہ دیکھکے بالیں سے ہٹ گئے

شمعوں کے سر جو محفل جاناں میں کٹ گئے
پروانے بیقرار ہوے دل الٹ گئے

کیسے بیکسوں کے مقدر پلٹ گئے
جام و سبو و شیشہ و ساغر الٹ گئے

یوں انقلاب یار کی رفتار نے کیا
جتنے گڑے تھے قبر میں مُردے الٹ گئے

ٹالا کیے وصال کو یونہیں تمام عمر
دن زندگی کے آپکی باتوں میں کٹ گئے

جاؤنگا اب میں خانۂ صیاد سے کہاں
اڑتا تھا جن پروں سے وہی آج کٹ گئے

ساقی نے مے کے دینے میں کفرانیاں کیں جو
دل میکشوں کے صورت ساغر الٹ گئے

کہتے ہیں وہ کہ تیری بلا تو ہو کیا بری
جو دو حسین کا دیکھ لیا آکے لوٹ گئے

مجنوں کی قبر چھوڑ کے جانے لگا جو میں
دامن سے میرے خار مغیلان لپٹ گئے

غصے میں تھا بھرا ہوا وہ ترک بد مزاج
اچھا ہوا جو پاس سے اسکے ہٹ گئے

اُنکی رُکھائیون سے زمانہ ہلاک ہو
سر سیکڑون کے تیغ تغافل سے کٹ گئے

دیکہا کمال اُنکو فلک نے گھٹا دیا
مانند بدر داغ جگر میرے گھٹ گئے

جا نگار رُکے طائر جان اُنکا باغ مین
پر بلبلون کے موسم گل مین جو کٹ گئے

قاتل نے اتنے قتل کیے تھوڑی دیر مین
مقتل مین جو گرے تھے وہ لاشونسے پٹ گئے

دریا پہ میکشی کو جو آیا وہ بحر حُسن
سارے حباب جام کے خاطر اُلٹ گئے

ہونے لگا جو دُرد ترے سے مقابلہ
تھے جابجا جو ابر وہ باہم سمٹ گئے

صیاد نے جو موسم گل مین کیا اسیر
دل بلبلون کے کنج قفس مین اُلٹ گئے

یون تھوڑی وصل سے بیتاب وہ ہوے
پا کر اکیلا رات کو مجھسے لپٹ گئے

شعر ۲۱	فاخر محبتون کا جو کچھ آگیا خیال پھیلا کے ہاتھ لاش سے میری لپٹ گئے	غزل ۱۰۹

پانون ہمارے کب کسی میدان سے ہٹ گئے
تلوارین کھانے سامنے قاتل کے ڈٹ گئے

ابرو کے اک اشارے سے دفتر اُلٹ گئے
نقطوں کی طرح سیکڑوں تن سے سر کٹ گئے

باغ جہاں میں بلبل بے خانماں ہوں میں
جس بن نہال پر تھے نشیمن وہ کٹ گئے

ناخن خراش فرقت بلبل کا غم جو تھا
کپڑے گلوں کے پنجۂ وحشت سے پھٹ گئے

اللہ جانے دل میں یہ کیا اُنکے آگیا
میت کے ساتھ آتے ہوے کیوں پلٹ گئے

مرجان جو بحر میں تو ہوے لعل کوہ میں
خون دل و جگر انھیں دونوں میں بٹ گئے

اُڑتی ہوئی خبر جو سُنی میں نے راہ میں
قاصد کے پاؤں بال کبوتر کے کٹ گئے

دیکھا گیا نہ عالم کرب احتضار کا
روتے ہوے وہ پاس میں بالیں سے ہٹ گئے

بلبل وہ ہوں کہ حسرت پرواز ہی رہی
پورے بھی پر ابھی نہ ہوے تھے کہ کٹ گئے

سر سخت جان تھا جو اُنسے نہ کٹ سکا
قاتل ہمارے آپ خجالت سے کٹ گئے

تن چاک چاک ہوگیا دیوانوں کا ترے
دست جنوں سے جامۂ اصلی بھی پھٹ گئے

برگشتگی کا بعد فنا بھی اثر یہ تھا
میری لحد کے پاس وہ آکر پلٹ گئے

دیوان سے کب ہوا کے ورق منقلب ہوئے
گویا زمین شعر کے طبقے الٹ گئے

اس وقت مجھ سے وصل پہ راضی وہ ہو گئے
پروانے شمع بزم سے جب دم لپٹ گئے

اب تک ہے بیقرار یہ تم سے لگا ہوا
پھر دل نہ ہوگا ہاتھ جو سینے سے ہٹ گئے

گلچین چلا جو کھلتے ہوئے پھول توڑ کے
دل ٹوٹے بلبلوں کے کلیجے الٹ گئے

اک میرے سینے کو لحد میں دم فشار
طبقے زمین کے چار طرف سے سمٹ گئے

جھونکے ہوا میں آہ عنادل کے تھے کہ
تختے گلوں کے باد صبا سے الٹ گئے

یوں طے ارض کر دیا قاتل کی تیغ نے
رستے عدم کے ساتھ سے سر کٹ گئے

مرنے کے بعد کوئی کسی کا ہوا نہیں
میت لحد میں ڈال کے احباب ہٹ گئے

غزل ۱۹۱

گر رشتہ عشق جیسا جہاں میں نہیں کوئی
فاخر انکار کر کے وہ گھر پلٹ گئے

شعر ۳۱

راہ جہان راہ عدم پر کھلا ہے
رہرو کی آنکھیں بند ہیں یوں راہ صاف ہے

دلکو ہمین آئینہ نہ کہونگا خلاف ہی
باطن ہین پر غبار ہی ظاہر مین صاف ہی

مجھسے مزاج آپکا کیون برخلاف ہی
اپنی خطا پہ آپ مجھے اعتراف ہی

ابرو کے اک اشارے مین سستی نکل چکی
قاتل یہ تیری تیغ عجب تن غلاف ہی

کیونکر نہ دل دو نیم ہوا ابرو کی یاد مین
دلمین ہمارے قلم کی طرح سے شگاف ہی

ظاہر نکیون ہو باطنی احوال یار کا
آئینہ دل کا گر کدورت سے صاف ہی

اسمین کلف کا عیب ہی آئینہ مین غبار ہی
رخ اسکا دیکھکے آئینہ و مہ صاف ہی

دیوانے سنگ بیچے ہین زاہد یہ کہکے ہو
تکلیف شرع جوش جنون مین معاف ہی

کہتا ہی شوق خوب ہین بوسے یار کا
مانع ہی رعب حسن ادب کے خلاف ہی

کہتا ہی تیغ کھینچے ہوے قاتل جہان
جانباز قتل ہوگئے میدان صاف ہی

مو کی طرح عشق مین لاغر کمال ہون
یہ بال مین گرہ ہی کہ تن مین غلاف ہی

پھر پھر کے گرد کرتے ہین رنج و غم و الم
حجاج آئین کعبہ دل کا طواف ہی

کوئی شب فراق نہین مونس رفیق
پہلو مین ایک دل ہے سو وہ برخلاف ہے

مانے ہین جن و انس تمھین وہ حسین ہو
شہرہ تمام قاف سے تا بہ قاف ہے

کیون آج تیغ باندھکے نکلے ہین آپ ہے
کہیے تو صاف کس سے عزم مصاف ہے

زلفین ہٹین جو رخ سے تو ابرو نظر پڑے
رویت ہوئی ہلال کی مطلع جو صاف ہے

آکر دم اخیر بھی کرتے ہو بے رخی
یہ جب ہوئی کہ تمھاری خلاف ہے

دل دینے کا جو وعدہ کیا ہین بولے وہ
کیا تیرا اعتبار کہ وعدہ خلاف ہے

آئینہ مجھ سے ٹوٹ گیا پر نہ کچھ کہا
میری طرف سے آئنہ دل انکا صاف ہے

پانون پہ جب گرا تو انھین رحم آگیا
ہنسکر کہا کہ [illegible] اب معاف ہے

ہے اتحاد عاشق و معشوق کے خلاف
اسکا مزاج [illegible] کیون اختلاف ہے

بدنام تو رقیب کرین کو سبب مجھے
انصاف ہے یہ آپکا [illegible] خلاف ہے

آئی چلی ہے باغ مین کچھ نیند سی ہمین
بلبل یہ تیرا شور مچانا خلاف ہے

میت مری اُٹھانے کا کرتے نہیں وہ قصد
کتنی ہے نازکی کہ یہ میرے خلاف ہے

پہلو سے دل چُرا کے لیے جاتے ہو مرا
یہ تو خطا معاف تمھارے خلاف ہے

صبح شبِ فراق تلک منتظر رہا
تو بہ اجل یہ کیا مری وعدہ خلاف ہے

کہتے ہیں بیخودی میں یہ مجھ سے دمِ وصال
اسدم تجھے لحاظ و ادب سب معاف ہے

ای شمع تجھ سے وصل میں شرم آتی ہے اُسے
جلنا یہ محفل کا ہمارے خلاف ہے

بیدل جو میں قیس ہوں لیلی ہو تو سوار
میں سچ کہوں یہ دل مجھے تیرے خلاف ہے

اسکی پھری جو آنکھ تو دنیا ہی پھر گئی
وہ کیا خلاف ہو کہ زمانہ خلاف ہے

غزل ۱۹۱

دل لیکے دلربا کو میں پھیرا سکے پھیرون
یہ بات اہلِ وضع کے فاخر خلاف ہے

شعر ۷

ہر پیکانِ قدر انداز کا یوں خون سے بھر جائے
دل توڑ کے وہ تیر کلیجے سے گذر جائے

دیوانۂ گیسو کوئی گلشن سے اگر جائے
دستار سرِ شاہدِ گل کی بھی اُتر جائے

خون سے بھرے گر دامن شمشیر بکھر جائے
جلاد بھی پھر قتل مجھے کرکے مکر جائے

دیوانہ تری زلف کا محشر مین اگر جائے
پگڑی سر خورشید قیامت کی اتر جائے

غم ہی تہ شمشیر تڑپنے مین جو مجھکو
دامن کہین خون سے جلاد کا بھر جائے

کہتے ہین یہ دل تاک کے وہ ملیر کمان سے
یہ تیر وہان جائے جہان میری نظر جائے

تنگ آکے یہ بلبل کے لیے کہتا ہی صیاد
چلاتی ہی شب بھر کہین کمبخت یہ مر جائے

اُسوقت مسیحائی عیسی کا یقین ہو
جسوقت تپ کہنہ خورشید اُتر جائے

اے درد تو بجلی سے نہ گھٹنے اسے دینا
ایسا نہو میرا دل بیتاب ٹھہر جائے

مین نے جو کہا مرتا ہون تیر تو وہ بولے
دیکھا نہین ہمیوت کسیکا بھی جو مر جائے

اڑنا نہین جاتا ہی عنادل کا گلون سے
صیاد کہین آکے پر و بال کتر جائے

بجلی بھی جو گرتی ہی گرے روسیہ پر
آئے جو بلا چرخ سے وہ غیر کے گھر جائے

تاکے ہوئے ہین قلب جگر کا وہ نشانہ
چلاسے یہ کہتی ہی کمان تیر کدھر جائے

شانہ دل صد چاک کا میرے جو کرو تم / بگڑی ہوئی یہ کاکل ژولیدہ سنور جائے

اے درد مرے قلب کے تو ساتھ ہی رہنا / ایسا نہو وہ دلکو مرے لیکے مکر جائے

اغیار مجھے یار کے پہلو ہی میں دکھیں / میں ساتھ رہوں سایہ کی صورت سے جدھر جائے

اس دشت پر آشوب میں وحشت مجھے لائی / دیکھے جو کوئی غول بیابان بھی تو ڈر جائے

وہ ماہ لقا حسرت کھنچوائے جو تصویر / سونا ورقِ مہر قیامت کا اتر جائے

صندل جو لگاؤں تو سوا اور ہو سر میں / تاثیر ہو برعکس وہ اکا یہ اثر جائے

گھیرے ہوئے رہتے ہیں ملال الم و رنج / ارمان مرے غمکدۂ دل سے کدھر جائے

زخمی کو ترے دیکھکے کہتا ہے یہ جراح / کچھ دور نہیں آج جو یہ رات کو مر جائے

بسمل یہ ترا زندۂ جاوید ہو قاتل / آب دم شمشیر گلے سے جو اتر جائے

اتنوں کو تو کر قتل تو اے قاتل عالم / کشتے ہی نظر آئیں جہاں تک کہ نظر جائے

مجھ زار کا اتنا اثر ضعف ہے مانی / کھینچے جو تصویر مری رنگ اتر جائے

کہتے ہیں جسے اہل یقیں مرد وصف قرن	چلتے ہیں ابھی قبر میں جنت تو اتر جائے
دل منزل گیسو سے چھٹ جا کے بھلا کیا	ایسی شب تاریک میں بد پیچ کدھر جائے
یا رب یم الفت کی کوئی موج ہے الٹی	ڈوبی ہوئی ہے ناؤ مری ساحل کی بھنور جائے

غزل ۱۹۳	کیا پوچھوں میں اُس سے دل زار کو گیا ایسا نہو الٹی کہیں میرا ہی وہ سر جائے	شعر ۱۴

یہ چھیڑ جو میدان قیامت میں پڑی ہے
دھوم آمد محبوب اسے کی پڑی ہے

سچ ہے کہ طپش مہر قیامت میں بڑی ہے
جل جل کے زمیں کہتے ہو کیا دھوپ کڑی ہے

جلاد کی رستم سے کہیں دھاک بڑی ہے
کہ موت جھکائے در قاتل پہ کھڑی ہے

اک چوٹ سی دل پر شب وصلت مین پڑی ہے
کیا آج موذن تری آواز کڑی ہے

اینڈا ہو مجھے جان کے نکلنے مین بڑی ہے
گھبرا کے ہوئے خود موت کلیجے کو کھڑی ہے

گر دور وہ ذرا اجل سے بڑا احسان ہے اسکا
میت کسی نادار کی کوچے مین پڑی ہے

اس در پہ ہوا کو بھی رسائی نہین ملتی
انبوہ قیامت سے وہان بھیڑ پڑی ہے

قاتل جو مجھے تشنہ دہن کرتا ہے کشتہ
پانی کا لیے جام اجل میری کھڑی ہے

قاتل یہ کہین دامن شمشیر نہ جل جائے

عادت مرے خون رگ گردن مین بڑی ہی
خون غم کو کھاتا ہون پہ ہوتا نہین سیر
اب جان مری کھائیگا گر بھوک بڑی ہے
جو آتا ہے دروازے پہ لیجاتا ہی لوٹے
کیا لوٹ ترے حُسن کی دولت مین پڑی ہے
ای رحمت غفّار خبر جلد لے انکی
دوزخ کے قرین صفّ گنہگار کھڑی ہی
تلوار کے ہمراہ نکال اُنکے بھی ارمان
مشتاق شہادت صف عشاق کھڑی ہے
کیسے دل عاشق کا سویدا تو بجا ہی
اُنکے لب لعلین پہ جو مسّی کی دھڑی ہے

آئے ہین رقیبون لیے لاش پہ میری
ظاہر مین ہے کچھ غم پہ خوشی دلمین ٹری ہے
بے آگ کے اس خاک پہ تھمتا نہین سیماب
شاید کسی مضطر کی یہان لاش گڑی ہے
شاخ دل عاشق مین یہ کب گل ہین شگفتہ
گلچین کی بنائی ہوئی پھولون کی چھڑی ہے
طول شب ہجران کا بیان ہو نہین سکتا
اسکی شب گیسو سے بھی یہ رات بڑی ہے
اے سرکشو اس اوج پہ قد کے نہ اکڑنا
اک روز یہ بیٹھیگی جو دیوار کھڑی ہے
اے اہل عدم جاتے ہی تم کیون ہوے خاموش

تحقیق میں اسکی مجھے تشویش بڑی ہے

جاتے ہیں دم نزع وہ پہلو سے ہمارے

فرقت کی یہ ساعت ہی بچھڑنے کی گھڑی ہے

کیا ساتھ کا رونا مرا آیا ہے تجھے یاد

کیوں شمع لحد پاس میں خاموش کھڑی ہے

یہ آتش میں آہوں سے کبھی ہوتی نہیں پانی

تقدیر سے زنجیر بھی لوہے کی کڑی ہے

اب اُنکے تغافل سے ہوئی خاک بھی برباد

بے گور و کفن میت ناشاد پڑی ہے

ٹلتی نہیں یہ روز جدائی میں ذرا بھی

کیا گھر میں مرے قطب نے یہ دھوپ جڑی ہے

بیکس کے جنازے کے کوئی ساتھ نہین ہو
اک بھیڑ مگر حسرت و حرمان کی بڑی ہے
گھر آتشین آہون سے جلا جاتا ہے اسکا
صیاد کو اپنی مجھے بلبل کی پڑی ہے
نکلے تو جگر خون ہو رہے گر تو کھٹک ہو
کس قہر کی اک پھانس کلیجے مین گڑی ہے
ہو انکا ہمارا گل و شبنم کا فسانہ
ہنسنے کی انھین اور ہمین رونی کی پڑی ہے

غزل ۱۹۳	اس باغ مین کوئی گل تازہ نہین کھلتا فاخر چمن نظم مین کیا اوس پڑی ہے	شعر ۳۲

کٹتا ہو سر جو ابروے خمدار کے لیے	بوسے رگون نے خنجر خونخوار کے لیے

پھینکا جو اُس نے تیر دل زار کے لیے
بوسے وہان زخم نے سوفار کے لیے

ہون نیم جان جو شربت دیدار کے لیے
قوّت کی دو دوا کوئی بیمار کے لیے

پیدا ہو خال ابروے خمدار کے لیے
لازم ہوا ایک ڈھال بھی تلوار کے لیے

آنکھون مین دم ہے شربت دیدار کے لیے
بس ہے یہی دوا دل بیمار کے لیے

آئے بچانے رحمت حق کیون نہ دوڑ کے
شعلے بڑھے سقر کے گنہگار کے لیے

افلاس نے بھی گھیرا ہے مثل شب فراق
ممکن نہین دوا دل بیمار کے لیے

دیدون انھین مین آنکھون سے ڈھیلے نکال کا
مانگین جو خشت بندی دیوار کے لیے

درویش بنکے یار کے در پر پڑا ہون
دل لوٹتا ہے سایۂ دیوار کے لیے

ناقص شبیہ غنچۂ لبستہ کی کیون نہو
گویائی بھی ضرور ہے منقار کے لیے

رنگین قدم وہ نقش قدم جانکر انھین
آنکھین بچھاؤن یار کی رفتار کے لیے

ایک پاؤن گھر مین سفر مین ہے ایک پاؤن
گردش نئی طرح کی ہے پرکار کے لیے

دیکھا انھیں جو چھپ کے تو آنکھیں نکالیں
اندھا بنا دیا مجھے دیدار کے لیے

یوں رنج اٹھایا فرقت چشمان یار کا
بیمار خود ہوا غم بیمار کے لیے

ابرو کو کیوں جبیں پہ چڑھاتا ہو بار بار
لازم نقصان نہیں تری تلوار کیلیے

تم بھی تو میرے غم میں گریباں چاک ہو
گل جامہ در ہو بلبل بیمار کے لیے

الجھینگے مجھسے وادیٔ وحشت میں خار و خس
دامن کشیدہ کیوں نہ رہوں خار کیلیے

دیکھا تجھے جو شمع میں سکتا سا ہو گیا
وہ خود بلبل ہو گئے بیمار کے لیے

اللہ ری آگ ہو تجھ ہمارے جلا دیے
جب منہ پڑھایا بوسہ رخسار کیلیے

عشق بتاں میں رشتۂ جاں چاہتا ہوں میں
کچھ تار ہیں نے توڑ کے زنار کے لیے

دل ہو گیا اسیر تو کچھ غم نہیں مجھے
روتا ہوں کون مرغ گرفتار کے لیے

قسمی ہیں نکو لیکے پھنسے دام عشق میں
خود قید ہو گئے وہ گرفتار کے لیے

عیسی پر عشق سے ایسے مجمل ہو
جا کے چھپے ہیں چرخ پہ بیمار کے لیے

قرآن سمجھ کے آنکھوں پہ رکھا خط عذار
بوسے ادب سے مصحف رخسار کیلیے

ابرو پہ زلف چھوڑ کے ڈالی نقاب کیوں
دو کاٹھیاں فضول ہیں تلوار کیلیے

سرمے سے نقطہ گوشۂ ابرو پہ دیجیے
قبضہ ضرور چاہیے تلوار کیلیے

راحت ہو گر کسیکو تو ایذا قبول ہے
موجود آبلے ہیں سر خار کیلیے

اے دوست اب تو قبر میں اپنا دکھا جمال
وا چشم شوق ہے مری دیدار کیلیے

جب تیرگی قبر نہ کچھ بھی نفس پڑا
بیکار آنکھیں وا رہیں دیدار کیلیے

دیکھا جو بیخودی میں انھیں جھانکتے ہوئے
بوسے پہ بوسے کے روزن دیوار کیلیے

بالیں پہ وہ جو روئے تو غیروں نے یہ کہا
روتا ہے جیتے جی کوئی بیمار کیلیے

غزل ۱۰۹	فاخر وہ شکل اپنی دکھاتے ہیں یا نہیں جاتا تو ہوں میں خواہش دیدار کیلیے	شعر ۲۸

شوخی گل سے خندہ نہیں سر بسر جو بھری ہے
یہ باعث تعلیم نسیم سحری ہے

کب شاخ ہر اک نخل کی پھولونسے بھری ہے ‏ گودی مین لیے پھول نسیم سحری ہے

غنچے کی صراحی مے گلگون سے بھری ہے ‏ مستانہ اسی سے تو نسیم سحری ہے

پیری مین شگفتہ گل زخم جگری ہے ‏ سرو آہ مری رشک نسیم سحری ہے

بجھنے کو دم شیب یہ ہے شمع کی صورت ‏ ہر داغ مرے دلکا چراغ سحری ہے

کیا اس گل خوبی کی شمیم آئی ہے لیکر ‏ اترائی ہوئی آج نسیم سحری ہے

گرم آہ دم شیب سے جاتا ہون سراپا ‏ جھونکے مین تو لونکے نسیم سحری ہے

رفتار یہ خالی نہین بیدادگری سے ‏ پامال تری ٹھوکرونسے کبک دری ہے

دونون کو کسی وقت مین چھٹتے نہین دیکھا ‏ اک داغ قمر اک مرا داغ جگری ہے

ای برق تبسم لئے اتنی ہے تو بیتاب ‏ کیا میری طرح تیر بھی درد جگری ہے

ٹکڑے ہوا جب سے یہ کلیجا تو مین سمجھا ‏ یاقوت کا یہ نگ نہین لخت جگری ہے

تولید مضامین کو نہ کیون سمجھون یہ اعجاز ‏ شامل مرے اشعار مین خون جگری ہے

کیا پوچھتے ہو اپنے مریض تپ غم کو
گل سے بھی سوا آج تو درد جگری ہے

ہو جو یہ سینے پہ نہیں ہاتھ ہمارے
مر کر بھی وہی شدت درد جگری ہے

لازم ہے تواضع بھی ہر اک فیض رسا کو
جھکتی ہے وہی شاخ جو میووں سے بھری ہے

کیونکر میں تصور سے نہوں عامل تسخیر
ہے یاد حسینوں دل میں کہ شیشے میں پری ہے

اس شعلہ رخسار سے کیوں لو نہ لگائے
پروانہ دل میرا چراغ سحری ہے

بیمار تپ ہجر کو کیوں فکر ہو تیرے
مر جائیگا یہ آپ چراغ سحری ہے

اغیار سے پامال کراتے ہو مری لاش
کیسی مرے مرقد پہ یہ بیدادگری ہے

اے باد صبا جا تو سنانی مری لیکر
پیغام اجل اسکے لیے خوشخبری ہے

کیا فیض عموم ابر بہاری نے کیا ہے
صحرا میں ہر اک شاخ غزالاں بھی ہری ہے

کیونکر ہو نہ خورشید بھلا کوکب اقبال
عارض پہ نہیں خال یہ انجم سحری ہے

گرد او و ذرا اجل کے بڑا جبر ہے اسکا
در دار پہ میت کسی بیکس کی دھری ہے

غزل ۱۹۵	لکھونگا اسے دفتر خوبانمین نہ فاخر نزدیک مرے دیدۂ نرگس نظری ہی	شعر ۲۲

انکے رخ انور مین عجب جلوہ گری ہی — وہ لوح جبین ہی کہ بیاض سحری ہی

دو نو نمین ہر اک ملک عدم کا سفری ہی — اک داغ جلا ایک چراغ سحری ہی

معشوق بہاری بھی کوئی سبز پری ہی — ہر شاہد گل کے جو قبا بر مین ہری ہی

بیمار ترا ملک عدم کا سفری ہے — اب شمع حیات انکی چراغ سحری ہی

جانے کا تو کیا ذکر ہی پوچھا بھی نہ تمنے — بیمار کی اپنے نہ تمھین بیخبری ہے

آہستہ چلو لیکے جنازہ سوے مرقد — خون بہتا ہی آلا ابھی زخم جگری ہی

بیٹھین ہین لکھین بارہ اماموںکی ثنائین — فردوس مین رہنے کو مرے بارہ دری ہی

شاید کسی بیکس کو حلال آج کیا ہی — جلاد کی پوشاک لہو مین جو بھری ہی

مرتا ہون اسی غم مین مین اب ہوگا کہان دفن — مردون سے زمین کوچۂ قاتل کی بھری ہی

سر پر ہوا دیو شب فرقت سے مرا دل
لاکھون مین بہادر ہے ہزارون مین جری ہے

پڑھواتے ہو ہنس ہنس کے غزل غیر سے آ کے
کیا خوب مری قبر پہ یہ نوحہ گری ہے

اک حشر سا کہرام زمانے مین بپا ہے
کس میت ناشاد پہ یہ نوحہ گری ہے

ہم سے کسی ناشاد کی کیا ہے شب وصل
کیون شور کنان شام سے مرغ سحری ہے

کیا لو ہی لگی شام سے جلتا ہے آ کر
پروانے سے دنیا مین سوا کون جری ہے

صبح شب ہجران کو کلیجا ہوا ٹھنڈا
کافور سحر مرہم زخم جگری ہے

کیا چال اڑائی ہے کسی مست کی اسنے
بہکی ہوئی کچھ آج نسیم سحری ہے

کہتی ہے دم صبح یہ گل ہو تو ہو سے شمع
میرے لیے ناساز نسیم سحری ہے

یہ سخت رگین ہاتھ سے تیرے نہ کٹینگی
تلوار مری حلق پہ بیکار دھری ہے

کیا آج کسی غیرت لیلی کی ہے آمد
جاروب کش باغ نسیم سحری ہے

بجھتا ہے سحر دل کی طرح یہ بھی فنا تک
ہر نجم شب وصل چراغ سحری ہے

دل ڈوبین غنا دل کے نہ کیون تجہ غم مین	پھولون کی ہنسی موج نسیم سحری ہے

غزل ۱۹۶	کیا رحم دلون پر بھی یہ کرتے نہین تاثیر فاخر مرے نالونمین بھی کیا بے اثری ہے	شعر ۳۳

حشر تک زیست کی امید سدا رہتی ہے
خضر آسا ہوس آب بقا رہتی ہے

مرے گردش مجھے کچھ اور سوا رہتی ہے
خاک آوارہ مری مثل ہوا رہتی ہے

ان بتون کا ہو گذر خانۂ حق مین کیونکر
کعبۂ دل مین مرے یاد خدا رہتی ہے

یاد آتی ہے جو وہ زلف سیہ راتون کو
کیا کہون سر پہ مرے کیسی بلا رہتی ہے

تنگ اگر مرض ہجر مین یہ کہتا ہون
آجکل موت بھی کچھ مجھسے خفا رہتی ہے

باتون باتون مین نہ کیون صورت بسمل پھڑکون
مجھپہ ہر وقت کھنچی تیغ ادا رہتی ہے

آندھیان میری لحد کا جو اڑاتی ہین غبار
خاک اڑ کر کوے دلدار مین جا رہتی ہے

لائی اکدن بھی نہ اس گیسوے عنبر کی شمیم
خاک اڑانے ہی پہ تیار صبا رہتی ہے

تا گلو بیٹھ کے آتی ہے مریضوں کی طرح
ناتوان میری طرح میری صدا رہتی ہے

زیست جب تک ہے کسی سے میں نہیں ڈرتا ہوں
حافظ انسان کی بلاؤں میں قضا رہتی ہے

شیب میں بھی کہیں رہتی ہے تمناۓ وصال
مرتے مرتے ہوس حرص و ہوا رہتی ہے

خیر اسکی ہو جو دے بوسۂ زلف و عارض
ہم فقیروں کی یہ نذرات دعا رہتی ہے

شمعسان قبر میں جلتے جو ہیں داغ حسرت
آرزو صورت پروانہ فدا رہتی ہے

صبر اب ہو نہیں سکتا ہے مدد کر ہمت
ظلم پر ظلم جفاؤں پہ جفا رہتی ہے

کیا یقین ہو دل رفتہ کے پھر آنے کا مجھے
بیوفاؤں سے کب امید وفا رہتی ہے

کیوں نہ قربان ہو آ کے لحد پر میری
روح بھی جسم کی مشتاق لقا رہتی ہے

خواب میں بھی یار کی صورت نہیں آتی ہے عجب
نیند بھی کیا مری آنکھوں سے خفا رہتی ہے

تیرے بیمار کا کوئی جو پرستار نہیں
طاق پر روز یونہیں رکھی دوا رہتی ہے

لیگیا کھینچ کے جسطرح دل زار مرا
دل سے اب بھی کشش کاہ ربا رہتی ہے

بھاگ کر موت سے انسان جہان جاتا ہے — پیچھے پیچھے صفت سایہ قضا رہتی ہے
شب تاریک کی فرقت میں ہے سرمہ کا اثر — بند مرغان سحر کی جو صدا رہتی ہے
اسقدر دود جگر شب کو بہم اٹھتا ہے — تا سحر چرخ پہ گھنگھور گھٹا رہتی ہے
نزع میں دیکھنے آیا ہے جو وہ رشک مسیح — منہ چھپائے ہوئے خود مجھ سے قضا رہتی ہے
ابلتا ہے لہو پانی کے بدلے ہاتھون — خون بستی دلمین مرے بطرح حنا رہتی ہے
بے حجابی سے کرین چار وہ کیونکر آنکھین — ساتھ پر وہ نہین چھپی شرم و حیا رہتی ہے
الحذر قبر بھی کیا عالم تنہائی ہے — روح تک قالب بیجان سے جدا رہتی ہے
حبس دم مین جو تصور مین کیا کرتا ہون — دم گھٹے جاتے ہین یون بند ہوا رہتی ہے
تفرقہ عاشق و معشوق کا یون ہوتا ہے — جسم رہتا ہے جدا روح جدا رہتی ہے
روح قالب مین ہے یون یک نفسکی مہمان — جسطرح دم کو حبابون مین ہوا رہتی ہے
کہدو یہ تاجورون سے اجل کو بھولین — موت سر پر صفت بال ہما رہتی ہے

رشک سے تنگ نہ کیونکر ہو مرا رخت حیات
اختلاج ایسا الٰہی نہ کسیکو ہووے

نازنین جسم سے چسپیدہ قبا رہتی ہی
پھر ون اس دل کے دھڑکنے کی صدا رہتی ہی

غزل ۱۹۰

ہان خبردار نہ فاخر یہان آنے پائے
انکے دربان پہ یہ تاکید سدا رہتی ہی

شعر ۷

ہوا یہ دم ہوا یاران رفتگان کے لیے
اڑاتا پھرتا ہون مین خاک کاروانکے لیے

نوید لیکے چلا ہین یہ باغبانکے لیے
گھٹا ہین جھومتی آتی ہین بوستانکے لیے

مین روکتا نہین بلبل تجھے فغانکے لیے
پر اپنی جان تو دے تو نہ آشیانکے لیے

سمجھتا ہی مجھے دیوانہ باغبان تو کیون
چمن سے خار مین چنتا ہون آشیانکے لیے

جفا و جور اُنھین بھی ہی اسطرح لازم
ستم ضرور ہی جسطرح آسمانکے لیے

ذرا دکھا دے مجھے اک نظر تو ای صیاد
تڑپ رہا ہی مرا قلب آشیان کے لیے

اسی طرح سے مرے دلمین انکی یاد رہی
مکین ضرور ہی جسطرح سے مکانکے لیے

جھکے جہان مین جو کوئی تو سرفراز ہو وہ
کہ انکسار سے رفعت ہی آسمان کے لیے

رہا مجھے نہ کریگا اگر ابھی ای صیاد
تو اپنی جان مین دیدونگا آشیان کے لیے

مرے گلے پہ چھُری رکھ کے کیون اٹھاتے ہو
حلال کرتے ہو کیا مجھکو امتحان کے لیے

جہانمین فلک ظلم و ستم یہ کریگا کیا مجھپر
ہی تیر آہ مرے پاس آسمان کے لیے

نہ دینے پر ہو بگڑے بنا کے بات کو وہ
طلب مین کرتا ہون دل تجھ سے امتحان کے لیے

ہماری خاک سے ای کاش یہ بنا ہوتا
کہ بوسے جام نے انکے لب دہان کے لیے

روان روان تن بیجان کے واسطے ہی روح
مکین یہ آپ ہی ہر آن ہی مکان کے لیے

بیان کرون جو مین سختی وادی پرخار
زبان مین کانٹے بھی پڑ جائین امتحان کے لیے

وہ بے دہن کے اسی طرح باتین کرتے ہین
نہین ہی جیسے دہن کلک کی زبان کے لیے

جو اپنے منھ سے تم انکار آپ کرتے ہو
یہی دلیل ہی بس ہستی دہان کے لیے

چمن مین عیش دو روزہ مجھے پسند نہین
نشیمن اپنا بناتا نہین خزان کے لیے

جو نرم طبع ہین وہ سختیون مین رہتے ہین | دہن مین خلق ہو دانت ہین ہٹنے کے لیے
زمین پہ سر کو جھکایا جب انکسار کے ساتھ | ہوا عروج یہ تب سر آسمان کے لیے
برابری پہ تمھاری بہت یہ مرتا ہو | ستم اٹھا نہ رکھو تم بھی آسمان کے لیے
ہزار ظلم و ستم وہ کرے مین صابر ہون | دعاے بد نکرونگا مین آسمان کے لیے
یہ کون مست چمن مین ہو گرم بادہ کشی | گھٹا مین جھومتی آئی ہین بوستان کے لیے
نہ کھینچ میان سے تلوار اپنے بسمل پہ | بہت ہو جنبش ابروی نیمجان کے لیے
خوشی نہین ہے جو دلمین تو غم ہی آگے رہے | مکین ہو کوئی تو اجڑے ہو مکان کے لیے
ہزارون باتین بنائین نہ کیون وہ دم بھر مین | زبان ملی ہو انھین مجمع البیان کے لیے

غزل ۱۹۰	قبول وصل ہو فاخر کٹھن اندھیرے مین بجھا دیتا ہون مین شمع امتحان کے لیے	شعر ۲۳

حلال دلکو کیا تیر کی سنان کے لیے | کہ فرض مجھ پہ ضیافت ہو مہمان کے لیے

نہ مجھ ضعیف سے بار فراق اٹھواؤ ۔ کہ بار ناز ہی کافی ہے ناتوان کے لیے

بڑا رقیب کو دعوی ہے جان نثاری کا ۔ کبھی لگاؤ تو تلوار امتحان کے لیے

کھنچے ہوئے ہیں سدا ابرو بل کریں کیونکر ۔ کشیدگی ہی سبب ہے نہ ور ہو کمان کے لیے

دعا بد کہیں کرتی ہے ظالموں پہ اثر ۔ ہزاروں کوستے رہتے ہیں آسمان کیلیے

کسی سے دیکھے ابرو کبھی نہ سیدھے ہوں ۔ کہ راستی سبب عیب ہے کمان کے لیے

ہے طول زیست کا باعث یہ لاغری میری ۔ ہوئی ہے کور اجل مجھ سے ناتوان کے لیے

مدام بادہ و توبہ سے کیوں نہ کام رہے ۔ ہے کچھ یہاں کے لیے اور کچھ وہاں کے لیے

پتنگے شمع پہ جلتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ۔ یہ ہیں مجھے بھی جلائینگے امتحان کے لیے

تتق یہ خاک شہیدانکا سبب کیا ہے ۔ زمین بلند ہوئی ہے یہ آسمان کے لیے

لگاؤ سرمہ و نبالہ دار آنکھوں میں ۔ عصا ضرور ہے بیمار ناتوانکے لیے

برا ہو ضعف کا تعظیم یار کیونکر ہو ۔ کہ سخت بیٹھنا اٹھنا ہے ناتوانکے لیے

شب فراق کا نجم سحر جو طالع ہو
دعاے خیر کروں میں بھی آسمان کے لیے

بر آئی عالم رویا میں آرزو دل کی
کسی کے خواب میں بوسے لب دہان کے لیے

فنا کے بعد نکیوں انس ہو لحد سے مجھے
کہ جان دے کے میں آیا ہوں اس مکان کے لیے

ہوئے ولاے محمد و علی اعلیٰ کی
بھرا ہے شیشۂ دل طاق آسمان کے لیے

نقیض و عیب سے میرا خدا مبرا ہے
ہے نقص نطق کا اصنام کی زبان کے لیے

اٹھی جو آہ دل سوختہ سے خاک سیاہ
ہر اک کے ہاتھ اٹھے تا بگوش افغان کے لیے

ملا کے بدر سے دیکھو نگار روے انور کو
نقاب چہرے سے اٹھو تو امتحان کے لیے

مجھے نصیحت نہ کرنا تو اے دل بیتاب
وہ لیکے آئے ہیں سیماب امتحان کے لیے

ملا کے برق سے دیکھیں وہ بیقراری کو
میں دل نکالکے دیتا ہوں امتحان کے لیے

یقین نہیں مجھے مرنے کا بد گمانی سے
دکھا رہے ہیں وہ آئینہ امتحان کے لیے

خدا کی یاد نہ گر دل میں ہو وہ ویران ہے
شرف مکیں سے زمانہ میں ہے مکان کے لیے

غزل ۱۹۱ | مزا ہے جسم پہ ہنس ہنس کے زخم کھانیکا / وہ تیغ کھینچے ہیں فاخر پہ امتحانکے لیے | شعر ۲۱

خواب لحد میں نیند کبھی بستر نہ تھی — آواز صور کی بھی مجھے کچھ خبر نہ تھی

کیا اپنی نوک جھونک کی تمکو خبر نہ تھی — عاشق کے دل کے پار سنان نظر نہ تھی

اب تو مجھے ہو سانس کا لینا بھی ناگوار — آگے کبھی یہ شدت درد جگر نہ تھی

ہوسے میان یار کو کیا دیکھتا کوئی — باریک بین کسیکی بھی ایسی نظر نہ تھی

جاتے ہی کوے یار میں ہم دونوں کھو گئے — دلکی ہمیں تو دلکو ہماری خبر نہ تھی

اٹھی نہ زلف یار کے کشتے کی قبر پر — روشن ذرا ضیاے چراغ سحر نہ تھی

پرواز کرکے بام فلک تک نہ جاسکا — یہ کم شکستہ بالیے مرغ نظر نہ تھی

جانیکا انکی بزم سے کسکو نہ تھا ملال — گریاں کب اپنے کوچ پہ شمع سحر نہ تھی

گل زخم دل کے کیوں نہ کھلاتی شب بین — کیا میری آہ سرد نسیم سحر نہ تھی

سنکے بیتے کی جھپ کے دیتے ہین جواب
شوخی ترے مزاج مین پیشتر نہ تھی

تیرے مریض ہجر کی حالت ہو کیا بیان
مر مر کے شب کٹی ہی امید سحر نہ تھی

جو بیٹھکے نہ اٹھی پس کاروان کبھی
مجھ زار کی وہ خاک تھی گرد سفر نہ تھی

وہ وہ تماشے دل نے دکھائے ہین دہر مین
جام جہان نما یہ بھلی اپنی نظر نہ تھی

کاٹے تھے سر ہزارون ہی ابرو و خال نے
قاتل کے ورنہ ہاتھ مین تیغ و سپر نہ تھی

کیا خاک تیر کج سے ہدف ہوتا دل مرا
ناوک فگن کی شکر ہے ترچھی نظر نہ تھی

کیون تونے روکا ناقۂ لیلی کو نجد مین
کیا ساربان قیس کی تجھکو خبر نہ تھی

موے کمر کو تار نظر سے کھینچے کسطرح
باریک بینیون پہ ہماری نظر نہ تھی

جب آنکھین انسے لڑ گئین مجروح کر دیا
کب دیکھے پار تیر کی صورت نظر نہ تھی

اے چرخ تونے لاکھ پھرایا تو کیا ہوا
گردش تری طرح مجھے آٹھون پہر نہ تھی

انجذان سنکے کہتے ہین فاخرہ زعمین

شعر ۲۱	ہمکو تو تیرے حال کی اصلا خبر نہ تھی	غزل ۲۰

آہ ستم رسیدہ کوئی با اثر نہ تھی
بلبل کے حال زار کی گل کو خبر نہ تھی

کیوں تیوریاں چڑھا کے وہ بسمل کو دیکھتا
قاتل کو تیغ کھینچنی مدنظر نہ تھی

دیتا مسافران عدم کا میں ساتھ کیا
تاب حذر انھیں مجھے تاب سفر نہ تھی

جلتا تھا آسماں بھی ہر طرح روز و شب
داغ جگر تھے مشعل شمس و قمر نہ تھی

سودائے زلف یار پہ کچھ منحصر نہیں
وہ کونسی بلا تھی جو بالائے سر نہ تھی

اُس گل کے دل پہ کرتی تہ تاثیر کسطرح
بلبل کیطرح میری فغاں بے اثر نہ تھی

بہ جاتی ساری آنکھ روتا ہر طرح
مانند میرے آئنے کی چشم تر نہ تھی

نیچی نظر نے دل تہ و بالا کیا مرا
اچھا ہوا کہ شوخ کی اونچی نظر نہ تھی

محشر میں وہ جو الٹے ہوئے تھے نقاب کو
اک حشر تھا کسیکو کسیکی خبر نہ تھی

کہتے ہیں درد ہجر کی ایذا نہ سہ سکا
مرجائیگا ذرا میں مجھے یہ خبر نہ تھی

کافورِ صبح ہجر کی شب چاہتا ہین کیا
کچھ احتیاج مرہم زخم جگر نہ تھی

چاک قفس کو توڑ کے اڑ جاتین بلبلین
پر آمد بہار کی انکو خبر نہ تھی

یارب یہ خواب مرگ کی غفلت تھی کسطرح
عیسی جگا رہا تھا ہمین کچھ خبر نہ تھی

پیر فلک کی رات کو پگڑی اتر گئی
دستار آفتاب کی بالاے سر نہ تھی

سینہ صدف کا چاک اسی نے تو کر دیا
کم آب تیغ تیز سے آب گہر نہ تھی

آئینہ ٹوٹنے پہ تو تجھسے بگڑ گئے
پر میرے دل کے ٹوٹنے کی کچھ خبر نہ تھی

تھی بزم یار آئینہ خانے کا عکس کیا
حضار مین کسیکو کسیکی خبر نہ تھی

روز ازل سے غم مری جامہ دری کا تھا
کب ابتدا سے چاک گریبان سحر نہ تھی

ممنون ہون مین انکی جوانی کی نیند کا
بوسے مین لے رہا تھا انھین کچھ خبر نہ تھی

او بخت خفتہ نیند یہ کیسی تھی قبر مین
شانا ہلا رہے تھے وہ مجھکو خبر نہ تھی

تار شعاع مہر نے اسکا کیا رفو

غزل ۳۰۱ | فاخر کی طرح چاک گریبان سحر نہ تھی | شعر ۲۶

اُس شعلہ رو سے کیون دل دیوانہ ساتھ ہے
جس طرح شمع بزم کے پروانہ ساتھ ہے

اُس بت کے ہر یگانہ و بیگانہ ساتھ ہے
دیوانہ ہی کوئی کوئی مستانہ ساتھ ہے

گویا یہ میفروش کے میخانہ ساتھ ہے
مینا و جام و بادہ و پیمانہ ساتھ ہے

ہمقافلہ کوئی نہ ملا راہ عشق مین
گویا ہر اک مقام پہ ویرانہ ساتھ ہے

جو بت ہین ہی مین بھی تو ہین وہ شہر کے
جلنے مین شمع بزم کے پروانہ ساتھ ہے

کیونکر نہ ہو بہار مین وحشت مجھے دوچند
جوش جنون مین بھی دل دیوانہ ساتھ ہے

تنہا نہین ہے کشتۂ حسرت لحد مین بھی
یان بھی خیال وصلت جانانہ ساتھ ہے

اُس مہوش سے کہدے کوئی میرے واسطے
دیکھو تو ہر طرف کے عاشق دیوانہ ساتھ ہے

اندھیری کا کیون نہ ہو میکش ہاتھ سے
جلوہ کا اُسکے واسطے پیمانہ ساتھ ہے

بوسے اسیر دام محبت کو دیکھکر
زنجیر پہنے کون یہ دیوانہ ساتھ ہے

آئینے میں وہ دیکھ کے کہتے ہیں خط سبز
گلزار رخ کے سبزۂ بیگانہ ساتھ ہے

پھولے نہ میں سماؤں خوشی سے تو کیا عجب
گلگشت باغ کے لیے جانانہ ساتھ ہے

کہتا تھا ساربان یہ لیلی سے دیکھیے
سائے کی طرح آپکا دیوانہ ساتھ ہے

اغیار سے وہ کہنے لگے دیکھکر مجھے
سب ہیں یگانے ایک بیگانہ ساتھ ہے

لیلی سے اے صبا یہ مجنون نے یہ کہا
پردہ اٹھا کے دیکھ تو دیوانہ ساتھ ہے

صیاد یوں قفس میں عنادل کو لے چلا
قطرہ آب کا ہے نہ اک دانہ ساتھ ہے

مے سے عوض لہو کے بھرا ہے مکان دل
یہ قلب میکشان ہے کہ میخانہ ساتھ ہے

اتنا بھی تھا خیال نہ لیلی کو قیس کا
پوچھا تو ہوتا کون یہ دیوانہ ساتھ ہے

انسے جدا ہے کب یہ دل صاف و چاک چاک
زینت کو انکی آئینہ و شانہ ساتھ ہے

رستے میں بے نقاب بیباک یوں چلو
کوئی یگانہ اور کوئی بیگانہ ساتھ ہے

لیلی بھی تاک جھانک دیکھے کس طرح
مشتاق دید قیس سا دیوانہ ساتھ ہے

لیلی کا ذکر عشق مصیبت ہی قیس کی | سچ ہی خوشی و رنج کا افسانہ ساتھ ہی
بس ایک ہین تو دو رہون اپنے حبیب سے | بلبل گلون کے شمع کے پروانہ ساتھ ہی
ای ساربان ناقۂ لیلی کو تیز کر | لیلی ہی خوفناک کہ دیوانہ ساتھ ہی
شاید اسے طبیعت بلبل بھی مل گئی | گل ہونے پر بھی شمع کے پروانہ ساتھ ہی

غزل ۴۰۲

فاخر رہ عدم مین نہ پوچھا کسی نے بھی
کیا کیا تمھارے ساتھ ہی کیا کیا نہ ساتھ ہی

شعر ۲۵

سید صبا ہی یہ نشانہ کہ دور آسمان ہے | ہان تیر آہ آج ترا امتحان ہے
مرکزہ کوئی حسرت و غم میہمان ہے | ویران ایک عمر سے دلکا مکان ہے
آنکھی جلی گئی کا ہین کیونکر جواب دون | خاموش مثل شمع ہے منہ مین زبان ہے
دانا ہے ہر ظلم و ستم سے نکیون پسین | گردش مین آسیا کی طرح آسمان ہے
ای تیر آہ کر اسے سید صبا کسی طرح | برباد یون یہ میری جھکا آسمان ہے

تنہائی اپنے خانۂ ویران کی کیا کہون | کوئی بلا بھی جس مین نہین وہ مکان ہی
محجوب بوسہ سے مجھے کرنا تو دو لا | کم ہو نہ اضطراب ترا امتحان ہے
دل کو جلا کے کہتے ہین اُف بھی نہ لب پہ آئے | ہان دیکھون تیرے صبر کا آج امتحان ہی
ابرو کے گوشہ ہان کا بھی بوسہ لیا نہین | پھر کیون کشیدہ آپ سے آپ آسمان ہی
ہان بھی کبھی وصال کی نسبت کہی نہین | انکی تو اک زبان کے نیچے زبان ہے
دونون مین جو پسند کرو لیلو شوق سے | تم سے مجھے عزیز نہ دل ہی نہ جان ہی
ہون کیون نہ وقف درد دل عاشقان مفت | مژگان تُرک تیر ہین ابرو کمان ہی
جوہر عیان ہوے دم گفتار جیبھ کی | تلوار میان مین کہ دہن مین زبان ہی
جلد آکے اب تو دیکھ لے ای جسم بیجان | کوئی گھڑی کی جان حزین مہمان ہی
دریا روان ہی خون کا ای نامہربان | بس قاتل جہان کا اُسی جا مکان ہی
آئینہ دیکھ کر و تزئین وہ کہتے ہین | جز میرے حور خلد سے خالی جہان ہی

بچکر کدھر کو جاؤن مین دوش بلکے ظلم سے	ہر جا یہی زمین یہی آسمان ہے
اے چرخ سنگ قبر کے ٹکڑے اڑا نہ تو	یہ کشتۂ جفا بتان کا نشان ہے
کیون کھینچتا ہے اے قدر انداز تیر کو	پیکان دہان زخم جگر کی زبان ہے
کہتے ہین تیغ کھینچ کے غیرونکے سامنے	تجھکو امان نہین مگر انکو امان ہے
میرا سیاہ دل نہین ہے کم عشق مین	ہر چشم داغ داغ جگر سے مکان ہے
کسب تجلی ذرہ کر دے مہر دل کی قسم	جسکا ہو امکان یہ اسی کا مکان ہے
اے داغ عشق قلب کو روشن کر آگئے تو	ہر سو کی چراغ ہمارا مکان ہے
ہے شرم میری ہمت مردانہ کے ساتھ	غیرون کے ساتھ آج ترا امتحان ہے

غزل ۲۰۳	جز آپکے کسیکی بھی الفت اسے نہین فاخر یہ ای صنوبر غلط یہ گمان ہے	شعر ۱۵

تڑپتے شب غم بسر ہو گئی	دل دلربا کو خبر ہو گئی

کسی کی جو دید کمتر ہو گئی
نظر اور باریک تر ہو گئی

شب ہجر کی صبح ہوتی نہیں
قیامت کے دن کی سحر ہو گئی

جیلا اُٹھ کے پہلو سے جب دلربا
ترقی درد جگر ہو گئی

جو اُس رخ کا پرتو فلک پر گیا
تو خاموش شمع قمر ہو گئی

شب ہجر کیوں ہو نہ جینے سے یاس
حیا اب چراغ سحر ہو گئی

گئی مرگ عاشق کی لیکر خبر
ہوا بھی اِدھر کی اُدھر ہو گئی

جو گیسو وہ عارض پہ آئے نظر
سر شام جلوت سحر ہو گئی

گئی بو گل لیکے بلبل کے پاس
ہوا سے چمن نامہ بر ہو گئی

یہ ابر بہاری سے نے ٹوکا اسے
مری چشم تر کو نظر ہو گئی

بکھرتن سرو آہیں عبث صبحدم
کہ کافور شمع سحر ہو گئی

غضب شب کو دندان کی ضو کر گئے
ہنسے وہ یکایک سحر ہو گئی

رجا سے جنان بیم نار سقر
سدا یون ہی میری بسر ہوگئی

ہوس سے گی عاشق سے وہ بیقرار
دل بیخبر کو خبر ہوگئی

غزل ۳۰۲

نہ فاخر سے پوچھو شب غم کا حال
کہون کیا کہ کیونکر بسر ہو گئی

شعر ۱

کچھ جور ستم سہتے ہین جو صیاد کرینگے
بھولے سے بھی گلشن کو نہ پھر یاد کرینگے

پاس دل بے خاطر صیاد کرینگے
ہم کنج قفس مین بھی نہ فریاد کرینگے

زندے ہین کبھی مرکے بھی بیداد کرینگے
کیا کیا نہ ستم یہ ستم ایجاد کرینگے

ہنگام سفر کوئی نہ آیا پے رخصت
غربت مین ہم احباب کو کیا یاد کرینگے

اس گلشن عالم مین وہ پھولینگے پھلینگے
میرے دل ناشاد کو جو شاد کرینگے

مدت سے ابھی قیس جو ویران پڑا ہے
اس وادی وحشت کو ہم آباد کرینگے

گلشن مین عنادل کا نشانہ نہ رہیگا
صیاد نشیمن کو بھی برباد کرینگے

مشہور ہے یہ مژدہ پسند اہل جہاں تک	احباب سے بعد جسکے یاد کرینگے
ہم دل نہ لگا سکینگے حسینان جہاں سے	بیٹھے بٹھائے ہمیں برباد کرینگے

فاخر ستم ایجاد سے امید وفا کیا
ظلم نئے اور نئی بیداد کرینگے

قطعات تاریخ طبع

قطعۂ تاریخ از نتائج عالیجناب معلی القاب عظمت آب

صدر نشین مسند خوش بیانی ثانی حسان و

فردوسی و خاقانی یکہ تاز میدان فصاحت شہسوار

عرصۂ بلاغت سرتاج سخنوران نامی مالک نظم و نثر

گرامی بلبل بوستان مصطفوی نونہال چمنستان

مرتضوی مالک اقلیم جود و سخا نیر آسمان عز و علا اوج

ابو عبداللہ الحسین زائر شہنشاہ کونین نواب مولوی سید جعفر حسین خان

صاحب دام اللہ اقبالہ صاحب اجلالہ الی یوم الآخر المتخلص بفاخر

آمد ہے سخن میں اچھی زباں بے مہمل	ہو طبع کی تعریف کہ اسکا ہو محل

فاخر کی تاریخ سنی سن میں
ہاں خوب چھپا پانچواں دیوان غزل
سنہ ۱۸۹۶ء

ولہ

سنکر تاریخ کی احباب نے اصرار اکثر	قصد فاخر نہ تھا کہنے سے ہوا انکی مگر

کی رقم مین نے بہت جلد سن ہجری مین
آج دیوانگی ہو تعریف قلم کے لب پر
سنہ ۱۳۱۴ھ

از تصنیف جناب سید فرزند حسین صاحب عرف اچھن صاحب فاخر شاگرد و خواہرزادہ جناب مصنف

این کلامی را کہ دیدم از روی حسن انتظام — آب و رنگ گل تحریر تو باد تمام
کی توانم تا کنم توصیف و مدح او رقم — گرچہ با شمع طرازی فکرم ہر صبح و شام
گوی والا بلاغت از میدان در ربود — طبع والا جناب فاخر عالی مقام
خادم ذہن بلندش فکر عالی روز و شب — گوہر دانش نثار بارگاہش لا کلام
فیض دریا موج ذاتش ہر کہ دید محظوظ — باعث اوصاف او از صدق دل ہر خاص و عام
جز دعا چیزی ندیدم چون او نہال رنجید — دیدم چون ذات پاکش چشم حیرت فشان

سکہ بر ملک فصاحت زد و جلال چو نقش
الغرض ایام از فراقش کم آمد در حسام

زد زمین شعر شد چون آسمان سر بلند
یافت زو عہد اشاعری تکمیل نام

بہر حق بین شہرت شعر تن او داب حیات
بہر جا سا بیت زبان اش او مثل حسام

من چہ دانم لذت شعر و کلام طبع او
کی تواند یافت نظم باکمالی با رقام

شفقت

بہر سال طبع و تصنیف سخن فکر تو
گوہر تاج ثمین زیب دیہیم کلام
۱۳۱۴ھ

ایضاً

شعر دیوان کے لاجواب ہیں سب
چو فلک میں نہیں وہ اختر ہیں

رنگ میں اپنے انتخاب ہیں سب
کم نہیں بے نظیر اکثر ہیں

کاٹتے ہیں یہ بال مرغ نظر
دائرے سب نظیر خنجر ہیں

انکی قیمت لگا نہیں سکتے — صدف طبع کے یہ گوہر ہیں

خوب دکھینگے انکا حسن بیان — جو اس آئینے کے سکندر ہیں

ہیں وہ اکر جو نقطوں سے مشاق — کیا ابابیل کا [illegible] ہیں

پُر مضامین ہیں سطح اشعار — وہم تجھ دیکھکر [illegible] ہیں

با صور گوہر عرقی و [illegible] — شعر گوئی میں کب برابر ہیں

وصف گریہ کے حرف دیوانین — کسی عاشق کے دیدۂ تر ہیں

خندۂ یار کی ثنا کے حروف — مسکراتے ہوئے گل تر ہیں

دیتی تاثیر نہیں محتاج
آپ رگ ہائے دل کو نشتر ہیں
سنہ ۱۳۱۴ھ

من تصنیف جناب مولوی سید ابو القاسم صاحب عارف سید حسن رضا صاحب

سعید لکھنوی تلمیذ الارشد جناب سید محمد مصطفی صاحب خورشید لکھنوی

ہم صفیرو پھر چلی باد بہار — بلبلیں گلشن میں پھر ہیں نغمہ خوان
پھر نظر میں ہو گئی غفلت سبک — خواب سبزہ پر ہوا ہے پھر گران
پھوٹتے ہیں پھر نہالان چمن — دل شگفتہ پھر ہوئے ہیں غنچہ سان
بوئے گل کے قافلے کب ہیں تباہ — اڑ رہا ہے باغ سے رنگ خزان
سیر گلشن کو جوانان چمن — جابجا استادہ ہیں سب شادمان
بال کھولے اس لیے سنبل نے آج — تا کہ پھنس جائے کسی کا مرغ جان
کیون نہ اکڑین سب جوانان چمن — ہو گیا ہے پیر جھک کر آسمان
اتفاقاً آج جا نکلا ادھر — دل گرفتہ بسکہ تھا میں نیم جان

ساتھ تھے میرے مصاحب اور رفیق — حسرت و درد و غم و شور و فغان
آگے آگے یاس مانند نقیب — پیچھے پیچھے حسرتون کا کاروان
سر پہ سایہ کجروی چرخ کا — الغرض گھیرے ہوئے سب مہربان
باغ مین پہونچا جو اس انداز سے — یون کیا فصل بہاری نے بیان
اے سعید زار کیا تیرا ہے حال — دل گرفتہ کیون ہوا تو غنچہ سان
آج کل بہلا طبیعت کو ذرا — غنچے سے تو دیکھ رنگ بوستان
کچھ سبب اسکا تجھے معلوم ہے — ہے خوشی کس بات کی پھیلی یہان
آہ کرکے یون دیا مینے جواب — کچھ نہین معلوم مجھکو مہربان
ہنسکے یون کہنے لگی مجھسے بہار — اے اسیر نالہ و آہ و فغان
گوش دل سے سن سبب اس رمز کا — حضرت فاخر ہین مشہور جہان
یعنی وہ اصغر حسین باکمال — مدح مین قاصر ہے جنکی مدح خوان

آج عالم میں نہیں جنکا نظیر | شاعری میں ہیں وہ یکتا بیگمان
مالک نثر و خدیو ملک نظم | خسرو اقلیم معنی و بیان
رشک خاقانی و عرفی و حکیم | ثانی حسان و سحبان زمان
صاحب طبع ذکی نازک خیال | نکتہ فہم و سخن سنج و نکتہ دان
یک ادنی ہی یہ جودت طبع کی | چھپ گیا دیوان عالی پانچوان
سیر باغ نظم کی کر تو ذرا | ہمدم اتقی تو بھی ہوگا شادمان
دیکھیگا تو جو اسکو دو گھڑی | غم غلط ہو جائیگا سب بیگمان
سنکے یہ مژدہ ہوا بیحد سرور | دل شگفتہ ہوگیا چون غنچہ سان
وصف دیوان میں جو کی فکر بلیغ | یون کہا دل نے کہ ای گنگ زبان
دنگ ہین ہوش و حواس عقل و فکر | مدح اسکی ہو سکے کیونکر بیان
ہر زمین شعر ہی گویا زمین | ہر ورق دیوان کا ہی آسمان

ہی صریر کلک یا آواز رعد
برق کب حرف ہین ضو فشان

مادہ نو کی شکل ہی ہر دائرہ
ہر الف ہی مین ہی رشک کہکشان

جتنے نقطے ہین وہ ہین مثل نجوم
قاف کا سر ہی کہ خورشید جہان

حسن مین یکتا ہو جب دیوان
کیون نہ دیکھین پھر حسینان جہان

طبع کو قاصر جو پایا مدح مین
فکر نے آخر کیا مجھسے بیان

اب مناسب ہی کہ تاریخ طبع
تا کرین تعریف تیری نکتہ دان

سنکے یہ مین نے کیا فوراً سکوت
مادہ تاریخ کا آ ہو عیان

دفعتاً ہاتف نے کہدے ای سعید
عشق کا دفتر چھپا ہی پانچوان

سنہ ۱۳۱۴ھ

از تصنیف جناب سید باقر حسن صاحب عرف

اچھے صاحب شہرت لکھنوی شاگرد و برادر زادہ جناب فصاحت

بے مثل اک یہ نظم جو ہے واہ فہرتین سمت ۱۹۵۳	فاخر کا اب نیا ہے یہ دیوان یادگار ۱۳۰۳ فصلی

شہرت فدائے بلبل دل اس سخن پہ ہے ۱۸۹۶ء

آفاق مین یہ ایک گلستان پُر بہار ۱۳۱۴ھ

تصنیف جناب سید عباس حسن صاحب فصاحت لکھنوی

ہوا پانچوان طبع دیوان فاخر	جنھین ذوق شعر و سخن ہو وہ دیکھین
ہے ہر درد ہر اک غزل عاشقانہ	ہین جو اہل دل داد اشعار کی دین
مضامین کہین ہین کہین حسن بندش	کہین استعارے کہین ہین مثالین

فصاحت جو ہے فکر تاریخ ہجری

لکھو اب یہ ہے مستند شاعرون مین ۱۳۱۴ھ

تصنیف جناب نواب سید علی خانصاحب عرف

ننّھن صاحب کاشف شاگرد جناب یوسف

حضرت فاخر عجب ہین خوش لسان ۔ ہے تخلص جنکا کاشف کی زبان
مطلع دیوان مین ہے وہ آب و تاب ۔ چرخ پر شرمندہ جس سے آفتاب
شعر اور مضمون ہین جسمین انتخاب ۔ چھپ گیا ہے وہ کلام لاجواب
سال اسکے طبع کا جس دم لکھا ۔ یہ سروش غیب کی آئی صدا

ایک کا لازم ہے اسمین تخرجہ
بلبل باغ سخن کا زمزمہ
۱۸۹۲ء

تصنیف جناب کاظم حسین صاحب محشر شاگرد

جناب جاوید

شدہ دیوان فاخر طبع و مطبوع ز ہر شعرش دل عشاق بیتاب
مسلسل بندش مضمون اشعار چنان سلک گہر ہای خوشاب
چنان ظاہر ز نظمش حسن جانان نہ دیدہ ہیچکس در عالم خواب
بیان شوخی و انداز جانان فزون از بیقراریہای سیماب
پی تاریخ طبعش گفت محشر
کلام شاعر بیمثل و نایاب
۱۳۱۴ھ

تصنیف جناب سید حیدر علی صاحب نادر شاگرد و نائب داروغہ سرکار جناب فاخر مصنف دیوان ہذا

فضل خالق سے بحسن اہتمام پانچواں دیوان چھپا استاد کا
طبع کی تاریخ نادر نے کہی

وافقی یہ معدن مضمون ہوا
۱۳۱۴ھ

تصنیف جناب یعقوب علی خانصاحب نصرت

رئیس بیدل نے بجا و فاخر
کہ جنکے وصف مین قاصر زبان ہے

چھپا اس شان سے دیوان انکا
مثال مہر و مہ رفعت عیان ہے

ورق رشک فلک ہو کیون نہ اسکا
ستارہ حرف مصرع کہکشان ہے

مضامین کی بلندی سے ہی ثابت
زمین شعر سے پست آسمان ہے

کہی تاریخ ہاتف نے فلک سے
یہ اوج فاخر رنگین بیان ہے
۱۳۱۴ھ

تصنیف جناب منشی سید عاشق حسن صاحب
وحشی لکھنوی تلمیذ جناب شاد لکھنوی معروف بہ پیرو مرشد

حضرت فاخر خوش فکر و فہیم و دانا / فخر سبحان گر انہین کہیے ہو تو بھی زیبا

ناظم ملک سخن سرور اقلیم عروض / غیرت عسجدی قدر شناس شعرا

عاشقانہ جو کلام انکا سنے صورت قیس / غلغلہ ہو لب تا صبح یہ انا لیلی کا

نظم رنگین کا ہی یہ رنگ سنا جسنے اسے / رنگ دہلی کو وہ ہر رنگ سے سہل سمجھا

نئی باتین جو کیا کرتے ہین موزون اکثر / ہی بہت ٹھیک انھین خلاق مضامین کہنا

رشک حسان انھین کہتے ہین جو ہین صاحب عقل / کہ لکھا کرتے ہین یہ آل محمد کی ثنا

اپنی تصنیف سے مجلس مین جب پڑھتے ہین جو / در و دیوار سے رونے کی صدا ہو پیدا

کوئی ذی فہم اگر مرثیہ انکا دیکھے / مردہ تک دست خرد سے کرین ماتم برپا

ہین غزل گوئی مین بھی فرد ہین خلاق سخن / نوک نشتر ہے دلون کے لیے ہر شعر انکا

چار مطبع جہان ہو چکے دیوان پہلے / پانچوان دفتر دلچسپ بھی یہ طبع ہوا

گر لکھا ہی کہین کچھ ذکر جنون عشاق / عرصہ صفحہ قرطاس ہے شکل صحرا

ذکر گریہ میں کوئی شعر گر انکا پڑھ دوں | شور سیلاب کا عالم میں ہو دریا دریا
ہو جہاں عارض رنگین کا کسی کچھ ذکر | صفحہ دیوان کا ہو صاف گلوں کا تختا
جس جگہ شب ہجر کا ہو ذکر ہمیں | ملتا اس جا پہ ہو کچھ شام قیامت کا پتا
نظم ہو گر شب وعدہ کا کسی جا احوال | وصل کے شوق میں چسپیدہ ہو تختی تختا
دل نے میرے یہ کہا مجھ سے کہ کیوں خاموش | تو بھی تاریخ لکھ اسکی نذر اب فورا
دل کا یہ قول خوش آیا جو زیادہ حد سے | فکر میں تھا کہ ہوا یہ مجھے فوراً القا

کیا تر و تازہ لکھے مصرع اک وصل
فاخر سحر بیان کا ہے یہ جادو گویا
۱۳۱۴ھ

وله

حضرت فاخر جادو تحریر | خاص اردو کے ہیں یک اہل زبان
کیا ہی مطبوع خیالی ہے کلام | اہل انصاف ہوں سنکر شادان

مزرعۂ قلب معاند کے لیے	برق و ژالہ ہو مگر بے باران
یہ بھی دیوان ہوا انکا تیار	جسکے مشتاق تھے سب پیر و جوان
سالِ تحصیل کی مجھے فکر ہوئی	دل پکارا ہی ترا دھیان کہان

لکھدے اے وصل بدیہی مصرع
فاخرِ سحر بیان کا دیوان
۱۳۰۴

مختصر فہرست کتب از دفتر تصویر عالم

خزینۃ الخیال یعنی دیوان ماہر تصنیف لطیف عالیجناب معلی القاب شاعر بیدل جناب مولوی سید مہدی حسین صاحب دام اقبالہ المتخلص ماہر لکھنوی قیمت عہ

دیوان سحر مصنفہ شاعر نازک خیال جناب راجہ نواب علیخان صاحب بہادر مرحوم۔ کاغذ نہایت عمدہ مجلد۔ قیمت .... عہ

مثنوی معراج المضامین۔ از تصنیف شاعر شیرین سخن ماہر علم وفن جناب سید اسمٰعیل حسین صاحب منیر مرحوم۔ یہ مثنوی معجزات چہاردہ معصومین علیہم السلام میں اپنی آپ نظیر ہے۔ مضامین و رنگ عاشقانہ کا فوٹوگراف کہنا چاہیے قیمت عہ

طلسم الفت یعنی مثنوی قلق۔ تقطیع کلان باتصویر قیمت ۱۲

قواعد المواریث از تصنیف مقتدا مومنان امام المتقیا قبلہ و کعبہ جناب سید محمد حسین صاحب المجتہد العصر قیمت ۸

مناہل الاسلام۔ من تصنیف جناب مفتی میر عباس صاحب مرحوم و مغفور اعلی اللہ مقامہ و مرد غلط قیمت ہر دو جلد عہ